اِنَّ اللّٰہَ لَطِیۡفٌ خَبِیۡرٌ

علمی دینی اصلاحی و معلوماتی

اللطیف

ویلور

دارالعلوم لطیفیہ مکانِ حضرت قطب ویلور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

۳۸ واں شمارہ

ماہنامہ اللطیف ویلور

بیادگار

شیخ المشائخ اعلحضرت مولانا مولوی ابو النصر قطب الدین شاہ محمد باقر قادری

رحمتہ اللہ علیہ سجادہ نشین خانقاہ حضرت قطب ویلور

و

مولانا مولوی ابو صالح عماد الدین شاہ محمد ناصر قادری المعروف بہ میراں پاشاہ

رحمتہ اللہ علیہ

مدیر مؤسس

حضرت اقدس مولانا ابو الحسن صدر الدین شاہ محمد طاہر قادری رحمتہ اللہ علیہ

تاریخ اجراء

روزِ شنبہ ۱۱ شعبان المعظم ۱۴۲۰ھ مطابق 20 نومبر ۱۹۹۹ء

★ زیرِ نگرانی:

مولانا مولوی ابو محمد شاہ سید محمد عثمان قادری ایم اے، بی کام (عثمانیہ)
ادیبِ فاضل (مدراس) ناظم دار العلوم لطیفیہ ویلور

مولانا سید شاہ ہلال احمد قادری شطاری ادیبِ فاضل (مدراس)
نائب ناظم دار العلوم لطیفیہ۔ ویلور

★ زیرِ ادارت:

مولانا مولوی پی محمد ابوبکر ملیباری لطیفی قادری مدرس دار العلوم لطیفیہ ویلور

مولانا مولوی حافظ ابو النعمان شبیر الحق قریشی قادری لطیفی مدرس دار العلوم لطیفیہ ویلور

★ نمائندگانِ طلباء

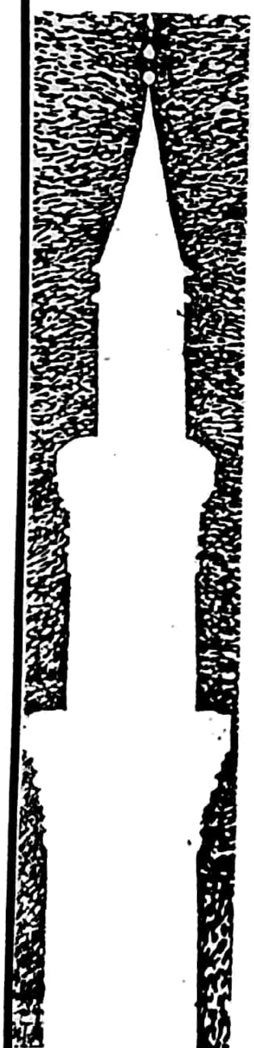
۱	مولوی سید امجد قادری لطیفی	تاڑپتری	(آندھرا)
۲	مولوی سید قادر باشاہ لطیفی	کنٹے بلّی	(کرناٹکا)
۳	مولوی جمیل احمد شریف لطیفی	ننجن گڈھ	(کرناٹکا)
۴	مولوی سی۔ کے محی الدین لطیفی	آدرشیری	(کیرالہ)
۵	حافظ یس۔ عالم لطیفی	ناگور	(ٹمل ناڈو)
۶	حافظ محمد شفیق لطیفی	مدنپلی	(آندھرا)
۷	حافظ یس۔ محمد زکریا لطیفی	میسور	(کرناٹکا)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فہرستِ مضامینِ سالنامہ اللطیف سنہ ۱۴۲۰ھ مطابق سنہ ۱۹۹۹ء

غزل

از قدوۃ السالکین حضرت مولانا رکن الدین سید شاہ ابو الحسن قربی قادری علیہ الرحمہ



کم نگاہی ہور تغافل مت کرائے ماہ تمام
مک ترا کرتا ہے غمزہ کام عاشق کا کار تمام

خنجر بسمل سوں دل کوں نیم بسمل جب کیا
یک نگاہِ لطف سوں کر نچتہ اس کار خام

سربسر کا مال جہاں کے عاشقاں کوں پوچ ہیں
عشق بازی کے بغیر از کر نکوں تو اور کام

پی شرابِ نام رنداں تا اثر سوں کیف کے
ذکر اللہ اللہ ہووے گر کہے تو رام رام

اوسوں توں ہو توں سوا وبھی او سوا وبھی توں سوں توں
قربی یہ مشکل ہے نکتہ بوج توں ثم الکلام

پیشکش

حضرت مولانا سید شاہ ہلال احمد قادری شطاری المعروف ہلال پاشاہ ، نائب ناظم دار العلوم لطیفیہ

رباعیات

حضرت امجد حیدر آبادی

طوبیٰ للغرباء

خالق نے جنھیں دیا ہے زر دیتے ہیں
زر کیا ہے خدا کی راہ میں گھر دیتے ہیں
اپنا سرمایہ ہے رکوع و سجدہ
ساماں نہیں رکھتے ہیں سر دیتے ہیں

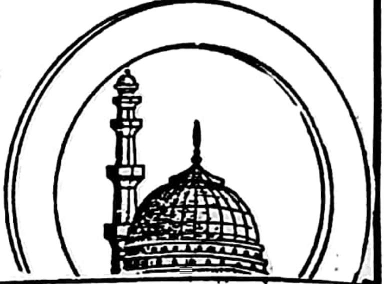
الدنیا مزرعۃ الاخرۃ

کثرت میں جمالِ پاک وحدت دیکھو
عسرت میں ہے صاف نقشِ عشرت دیکھو
دنیا میں رہے عالمِ دیں پیش نظر
آئینہ ہے اس لئے کہ صورت دیکھو

اسم اعظم

مرآۃ طلسم و ساغر جسم ہے یہی
دیکھ اپنی طرف کہ جانِ عالم ہے یہی
ہے عرشِ خدائے پاک اگر پاک ہے دل
صادق ہے زبان تو اسمِ اعظم ہے یہی

افتتاحیہ



☆ادارہ

الحمد لله والصلوۃ والسلام علی رسول الله صلی الله علیه وآله وصحبه وسلم

بیسویں صدی اپنے اختتام کی منزل پر پہنچنے کے لئے میعاد کلیمؑ سے بھی کم مدت رہ گئی ہے۔ انشاء اللہ بہت جلد ہماری زندگی کا قافلہ اکیسویں صدی میں داخل ہو جائے گا۔ ہندوستان کے مسلمانوں کے لئے کسی صدی کا استقبال کوئی نیا اور پہلا واقعہ نہیں ہے ۔اس سرزمین پر انہوں نے درجن سے زائد اسلامی اور مسیحی صدیوں کو خوش آمدید کہا اور وداع کیا ہے۔ آنے والی صدی مسلمانوں کے لئے کیا پیغام لائے گی یہ تو وقت ہی بتلائے گا۔ اس مقام پر بیسویں صدی کے اہم واقعات اور حوادث کا مختصر سا جائزہ فائدہ سے خالی نہیں، اعمال وافعال کا محاسبہ افراد اور اقوام کو جہاں نقصانوں اور کوتاہیوں کی اصلاح ودرستگی کی جانب مائل ومتوجہ کرتا ہے تو وہاں زندگی کے لئے نئے حوصلے، نئی توانائیاں، نئی جہتیں اور نئی سمتیں بھی عطا کرتا ہے اور کارواں پھر سے جادہ پیما ہوتا ہے۔

اس صدی کی جب ابتدا ہوئی تو مسلمان متعدد و مختلف اور متضاد و گوناگوں مسائل کا شکار تھے، مغرب کی تند و تیز آندھیوں نے ان کی سلطنتوں کے چراغ گل کردیے، تعلیم وتہذیب اور ثقافت و کلچر کے نئے نئے روپ اور نئے نئے زاوئے سامنے آئے۔ الحاد و زندیقیت اور مادیت و کمیونسٹ کا طوفان امنڈ آیا، صنعت وحرفت کی دنیا نے کروٹ لی ۔ ۱۹۱۴ء کا سال نمودار ہوا تو جنگِ عظیم چھڑ گئی جس کی ہولناکیوں اور ہلاکتوں نے ایک عالم کو اپنی لپیٹ میں لے لیا اور مسلم مملکتیں بالواسطہ یابلا واسطہ مغربی ملکوں کے زیرِ تسلط آگئیں ۱۹۱۷ء کا سال پیدا ہوا تو مسلمانوں کا قبلۂ اول بیت المقدس ان کے ہاتوں سے چھن گیا ۔ ۱۹۲۴ء کا سال آپہنچا تو مسلمانوں کے مذہبی جذبات اور دینی احساسات کے آبگینے چور چور ہو گئے اور علامہ اقبال کی زبان میں ایک ترک نادان (مصطفیٰ کمال پاشاہ اتاترک) نے خلافت کی قبا چاک کردی۔ خلافت کی عبا اپنی ذات سے بوسیدہ ہی سہی لیکن اسے قدامت و تاریخیت اور تقدس وعظمت اور روحانی مرکزیت کا شرف حاصل تھا اور وہ دنیا جہاں کے مسلمانوں کی محبوب نظر اور متاع عزیز تھی۔

اس صدی کے سیاسی تغیرات، اقتصادی و معاشی مشکلات، تعلیمی و تہذیبی اور فکری و نظری انقلابات اور تحریکات نے سارے عالم اسلام کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا، ان حالات سے ہندوستانی مسلمانوں کا متأثر ہونا بھی ایک فطری امر تھا اگر چہ کہ ان کی قومیت اور وطنیت ہندوستانی تھی لیکن ان کی مذہبیت ورو حانیت حجازی تھی۔ یہی وہ زمانہ تھا کہ ہندوستان کے اندر بھی تحریکِ آزادی کی لہر چلنے لگی اور یہاں کے باشندوں نے مغربی استعماریت اور فرنگیت کے خلاف محاذ قائم کرلیا، ہندوستانیوں کے مذاہب باہم مختلف تھے لیکن ان کا وطن ایک تھا جس کی وجہ سے سب نے مل جل کر اپنے وطن کی آزادی میں بھر پور حصہ لیا، اس موقعہ پر مسلمانوں نے بے پناہ جانی ومالی قربانیاں پیش کیں اور اپنے وطن پرست اور محبِ وطن ہونے کا عملی ثبوت پیش کیا۔ حضرت مولانا شاہ عبد العزیز محدث دہلوی اور حضرت مولانا عبد العلی لکھنوی فرنگی محلی نے انگریزوں کے خلاف جہاد کرنے کا فتویٰ صادر فرمایا۔ اور مولینا برکت اللہ بھوپالی نے ۱۹۱۳ء میں "غدر" نامی اخبار جاری کیا ۱۹۱۴ء میں قسطنطنیہ سے "جہانِ اسلام" نامی اخبار شائع کیا گیا۔ تقریروں اور تحریروں کے ذریعہ ہندوؤں اور مسلمانوں کو حصولِ آزادی کے لئے جدوجہد کی ترغیب و تحریص دلائی جانے لگی۔

۲/ نومبر ۱۹۱۴ء کے اخبار "جہانِ اسلام" میں یہ خبر شائع کی گئی اے ہندوٓ، اے مسلمانو۔ تم آپس میں بھائی بھائی ہو۔ اپنے بھائیوں کے ساتھ مل کر انگریزوں کو قتل کردو اور ہندوستان کو نجات دلاؤ

حضرت مولینا محمود الحسن کی ذات سے تحریک ریشمی رومال معرض وجود میں آئی ۱۹۱۹ء میں خلافت کمیٹی کا قیام عمل میں آیا جس نے ترک موالات کا ریزولیشن پیش کیا مولینا محمد علی جوہر، مولینا شوکت علی، مولینا ظفر علی خان اور دیگر مسلم وغیر مسلم قائدین کی متحدہ کوششوں اور قربانیوں کے نتیجے میں انگریز نے اپنی بساط لپیٹ دی۔ لیکن شکست خوردہ حریف نے اپنی ذلت ورسوائی کا انتقام ایک نئے انداز میں لے لیا اور وہ اس طرح سے کہ مسلمانوں اور ہندوؤں کے درمیان باہمی نفرت اور عداوت کی فضا پیدا کردی جس کے مسموم اثرات آج بھی پھیل رہے ہیں۔ اور مسلمانوں کے درمیان بھی مذہبی اختلافات کی ہوا گرم کردی جس کی تمازت آج بھی باقی ہے

یہ صدی جب اپنی عمر کی سینتالیسویں بہار سے لطف اندوز ہوئی تو ملک تقسیم کا شکار اور آزادی سے ہمکنار ہوا اور اس کے ایک چھوٹے سے رقبہ پر مسلم مملکت جلوہ فگن ہوئی اس کی رونمائی سے ہندوستانی مسلمانوں کے حق میں آزمائشوں اور مصیبتوں کا ایک اور نیا باب کھل گیا اور آج تک بھی اس کے فصول میں اضافہ ہو رہا ہے۔

غرض ہندوستانی مسلمان اس صدی کے نصف حصہ تک سیاسی وانقلابی، علمی و فکری اور اصلاحی ودینی تحریکوں میں مصروف و مشغول رہے اس کے بعد ہندوستانی سیاست کے افق پر جمہوریت کا سورج طلوع ہوا اور اس نے اپنی گردش کے پچاس سال مکمل کر لئے لیکن اس نے مسلمانوں کی شبِ تاریک کو سحر نہ دی اور آج فرنگیت اور جمہوریت کے درمیان کوئی

خاص فرق دیکھنے میں نہیں آرہا ہے بلکہ آج صورتِ حال فرنگی عہد سے بھی زیادہ پیچیدہ ونازک اور خطرناک ہوتی جارہی ہے۔ مسلمانوں کی جداگانہ ملی شناخت، مذہبی آزادی، مسجدوں، مدرسوں، درگاہوں، تاریخی وثقافتی مرکزوں کا تحفظ ایک اہم مسئلہ بن چکا ہے ان حالات میں ازسرِ نو مسائل کے جائزہ کی ضرورت ہے تاکہ زندگی کا قافلہ صحیح رخ پر چل پڑے

آج وقت کا تقاضہ ہے کہ وسیع پیانے پر مدارس اور مکاتب قائم کئے جائیں تاکہ نئی نسل اسلام کی بنیادی اور اساسی تعلیمات سے روشناس ہو سکے۔ اور لوگوں کے دلوں میں عظمتِ مصطفیٰ ﷺ قائم کی جائے اور حضراتِ صحابہ، ائمہ مجتہدین، بزرگانِ دین اور علمائے اسلام کے ساتھ حسنِ عقیدت پیدا کی جائے اور ان کی علمی دینی خدمات پر اعتماد اور بھروسہ پیدا کیا جائے اور اہلِ سنت وجماعت کے چار مذاہب کی اتباع کی دعوت عام کی جائے تاکہ دینی گمراہی سے تحفظ ہو سکے اور کتاب وسنت کی تعلیمات پر مبنی تزکیۂ نفس کا نظام قائم کیا جائے تاکہ سیرت وکردار کی تعمیر وتشکیل ہو سکے اور مسلمانوں کے درمیان باہمی ربط وضبط، تعظیم وتکریم، تعمیری وفلاحی اور اقتصادی ومعاشرتی امور ومعاملات میں تعاون وتناصر کا ماحول پیدا کیا جائے اور اختلافی وفروعی اور غیر ضروری مسائل کے اندر شدت وتعصب اور افراط وتفریط سے اجتناب کیا جائے اور اعتدال کا دامن تھامتے ہوئے مسلکی رواداری کو فروغ دیا جائے۔ سائنسی علوم وفنون اور جدید صنعتوں وحرفتوں کے میدان میں امت کو آگے بڑھایا جائے جو آج قوت کا معیار اور طاقت کا توازن ہے

آج ہندوستانی مسلمان زندگی کے دوراہے پر کھڑے ہوئے ہیں اور اس وقت اتحاد واتفاق، ہمدردی وخیر خواہی، محبت والفت، احترام واکرام، اعتماد وبھروسہ، وسعتِ قلبی وکشادہ نظری اور اشتراکِ عمل کی سخت ضرورت ہے جس کے بغیر ہماری مذہبی آزادی، ملی تشخص، تعمیر وترقی اور قوت واستحکام کا حصول ناممکن ہے۔

نبیٔ کریم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے لا اسلام الا بالجماعة ولا جماعة الا بالامارة ولاامارة الا بالطاعة .... بشروا یسروا ولا تعسروا وکونوا عباد الله اخوانا

اسلام، جماعت کے بغیر نہیں اور جماعت، امارت کے بغیر نہیں اور امارت، طاعت کے بغیر نہیں ..... لوگوں کو خوشخبریاں سناؤ، آسانیاں پھیلاؤ اور انہیں مشکلات میں نہ ڈالو

ہادیٔ عالم حضورِ پُر نور سرورِ کونین ﷺ کے اس پیغام کے عامل اور داعی بن کر اکیسویں صدی میں ہم داخل ہو جائیں تو انشاء اللہ المستعان یہ صدی ہندوستانی مسلمانوں کے لئے مبارک ومسعود ثابت ہوگی۔ وما ذلك على الله بعزیز . وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العلمین.

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين



روئدادِ دارالعلوم لطیفیہ

✡ ادارہ

ہر سلیم الفطرۃ انسان کے نزدیک یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ جب تک کوئی انسان علم حاصل نہیں کرتا اسکی زندگی بے کار اور ناکام ہوتی ہے اور اسکی شخصیت میں اسی وقت انسانیت کے اقدار بلند ہوتے ہیں جبکہ وہ صحیح معنوں میں علوم وفنون اور تہذیب وتمدن سے آشنا ہو جائے حضرت سعدی علیہ الرحمہ نے کیا ہی خوب فرمایا ہے۔

آدمی را آدمیت لازم است عود را گر بو نباشد ہیزم است۔

علوم وفنون کا لامتناھی سلسلہ جب انسان کے ذھن وافکار میں ابھرتا ہے تو لازما اسکو اسکی کھوج وتلاش شروع ہو جاتی ہے باوجود اسکے وہ لحد تک تشنہ کام ہی رہتا ہے آہستہ آہستہ اس تشنگی کو بجھانے کیلئے اللہ رب العزت نے اپنے مخلص بندوں کے ذریعہ کئے ایک ادارے اور مدرسے قائم کرائے انھیں میں سے ہمارا مدرسہ لطیفیہ مکان حضرت قطب ویلور بھی ہے جو تقریباً تین سو سال سے یہ فرائض انجام دیتے آرہا ہے اور نشاء اللہ تا قیام قیامت اسکا فیضان جاری وساری رہیگا۔

آغاز سال نو:۔ سال تعلیمی نو کا آغاز مورخہ ۱۵؍ شوال المکرّم ۱۴۱۹ھ مطابق ۴ جنوری ۱۹۹۹ء روز پیر سے ہوا حسب سابق اس سال بھی کثیر طلباء کو داخلہ کی اجازت دی گئی ھندوستان کے اکثر علاقوں سے یہاں طلبائے عزیز آتے رہے اور اپنی تشنگی بجھاتے رہے۔

الحمد الله على ذالك دورۂ حدیث ہر سال دارالعلوم لطیفہ میں مولوی عالم کی جماعت کو صحیح بخاری شریف اور صحیح مسلم شریف کی دونوں جلدین پڑھائی جاتی ہیں اس طرح سے ان کا دورۂ حدیث مکمل کیا جاتا ہے۔

مورخہ ۲۵؍ شوال المکرّم ۱۴۱۹ھ مطابق ۱۴ جنوری ۱۹۹۹ء روز پنجشنبہ دارالعلوم کے وسیع ہال میں صحیح بخاری شریف اور صحیح مسلم شریف کا آغاز فضیلت مآب حضرت مولانا ابو محمد سید شاہ عثمان قادری صاحب ایم اے، ناظم دارالعلوم لطیفیہ حضرت مکان ویلور کی دعاؤں کے ساتھ ہوا اور مورخہ ۲۴، رجب المرجب ۱۴۲۰ھ مطابق ۴ نومبر ۱۹۹۹ء روز پنجشنبہ ناظم موصوف کی دعاؤں سے اختتام پزید ہوا۔

افتتاحی اجلاس :۔ ہر سال کی طرح انجمن دائرۃ المعارف کا افتتاحی اجلاس مورخہ ا ذوالقعدہ ۱۴۱۹ھ مطابق ۲۸ ماہ فروری ۱۹۹۹ء روز یکشنبہ بعد نماز ظہر دارالعلوم لطیفیہ کے وسیع وعریض ہال میں نہایت ہی اہتمام کے ساتھ منعقد ہوا جسکی صدرات حضرت مولینا ابو محمد سید شاہ عثمان قادری صاحب ایم،اے، ناظم دارالعلوم لطیفیہ نے انجام دیا جلسہ کا آغاز تلاوت قرآن ونعت رسول پاکؐ سے ہوا نیز مولانا مولوی حافظ قاری سید شاہ محمد یوسف پاشاہ صاحب حسنی حسینی البغدادی لطیفی نائب ناظم جامعۃ الاسلامیہ شاہی پیٹ کڑپہ جو خصوصی طور پر اس جلسہ میں طلباء سے خطاب کیلئے مدعو تھے۔ موصوف نے اپنے مخصوص انداز میں خطاب فرمایا کہ علم کی حقیقت اور علماء کی حقیقت واہمیت پر سیر حاصل بحث کرتے ہوئے طلباء کو مطالعہ وکتب بینی کی جانب خصوصی توجہ دلائی بعد ازاں مہمان خصوصی وحاضرین جلسہ کا شکریہ ادا کیا گیا صدر موصوف کی دعاؤں کے ساتھ جلسہ اختتام پذیر ہوا۔

اسبابِ صحت :۔ طلبائے عزیز اپنی صحت کو بحال رکھنے کے لئے ہر دن بعد نماز عصر دارالعلوم کے میدان میں مختلف گیمس اور اسپورٹس کھیلتے ہیں اور لطف انداز ہوتے رہتے ہیں۔

نویدِ مسرت : الحمد اللہ امسال بھی مدراس یونیورسٹی کے امتحانات افضل العلماء، منشی فاضل اور ادیب فاضل میں طلبائے دارالعلوم شریک رہے اور سب نے نمایاں کامیابی حاصل کی۔

امتحانات :۔ ششماہی وسالانہ امتحانات اساتذۂ کرام کی زیر نگرانی مورخہ ۲۸، ماہ ربیع الاول ۱۴۲۰ھ مطابق ۱۲، ماہ جولائی ۱۹۹۹ء شروع ہوئے اور ایک ہفتہ تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ نیز ۲۷ رجب المرجب ۱۴۲۰ھ مطابق ۷، ماہ نومبر ۱۹۹۹ء روز یکشنبہ سے سالانہ امتحانات شروع ہوئے ہفتہ بھر چلتے رہے۔

عباپوشی واعطائے اسناد :۔ دارالعلوم لطیفیہ کا سالانہ تعلیمی جلسہ مورخہ ۱۱، شعبان المعظم ۱۴۲۰ھ مطابق ۲۰، ماہ نومبر ۱۹۹۹ء روز شنبہ منعقد ہوا جسکی صدارت عالیجناب فضیلت ماب مولانا ابو محمد سید شاہ عثمان قادری صاحب M.A. ناظم دارالعلوم لطیفیہ نے فرمائی جسمیں مقامی وبیرونی علمائے کرام وحکماء اور مقتدر علم دوست وعلم پرور حضرات کثیر تعداد میں حاضر تھے علمائے کرام کے خطابات وتقاریر کے بعد صدر موصوف نے بنفس اپنے دست مبارک سے فارغین کو عبائیں اور اسناد عطا فرمایا، اور موصوف کی دعاؤں کے ساتھ جلسہ اختتام پذید ہوا۔

تقسیمِ انعامات :۔ اسی دن شام منعقد ہونے والی دوسری نشست میں درسیات مقالہ نویسی اور تقریر اور گیمس

واسپوٹس میں اول و دوم آنے والے طلباء کو اور ان عہدیداروں کو جنھوں نے سال بھر اپنی عمدہ خدمات کو پیش کیا تھا تمام کو قیمتی انعامات سے نوازا گیا۔

ھدیۂ تشکر : ۔ ادارہ ان تمام حکیموں اور ڈاکٹروں کا جو ہر وقت طلباء کی صحت و تندرستی کا خیال کرتے ہوئے اپنی خدمات پیش کرتے رہے ہیں نیز ادارہ ان تمام اخبارات کا بھی تہہ دل سے مشکور و ممنون ہے جنھوں نے دارالعلوم کی تمام کاردوئیوں کو اپنے مئوقر جرائد میں اولیں وقت میں شائع فرمایا بالخصوص ادارہ عالیجناب علیم صبانویدی صاحب کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہے۔ جنھوں نے پوری کاوش و تندہی سے رسالۂ اللطیف کی اشاعت بروقت انجام دی۔

اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ اپنے حبیب پاک صلعم کے صدقہ میں دارالعلوم سے عقیدت و محبت رکھنے والوں کو نیز تمام مسلمانوں کو دین دنیا میں کامیاب و کامران فرمائے، آمین ثم آمین۔

بقیہ جواھر القرآن صـ16ـ کا

وقف اپنے ہی غریب رشتہ داروں کے لئے کیا جائے تو یہ نیکی پر نیکی والی بات ہو گی جیسا کے رسولِ اکرم ﷺ کی ہدایت پر حضرت ابو طلحہ نے اپنے ہی خاندان کے نادار و مفلس رشتہ داروں کے نام اپنا باغ وقف کر دیا۔ اس طرح کا عمل اپنے اندر دو اجر اور دو ثواب رکھتا ہے ایک صلہ رحمی دوسرا صدقہ (وقف) الصدقة علی ذی رحم صدقه و صلة .

اولاد کو پہنچنے والے ترکہ کو وقف کر دینا بھی ایک بڑی مفید صورت اور ایک بہترین اقدام ہے جس کی وجہ سے اولاد وقف شدہ جائیداد کی آمدنی سے فائدہ حاصل کرتی رہے گی۔ اور اصل پونجی اور سرمایہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے محفوظ رہ جائے گا اور نسل در نسل بہرہ ور ہوتی رہے گی۔

حاصلِ کلام! اسلام کا قانونِ وقف ایک عظیم نعمت ہے اگر وقف کی جائیدادوں کی حفاظت کی جائی اور ان کو منفعت بخش بنایا جائے اور ان کا صحیح نظم و نسق قائم کیا جائے او ان کی آمدنیوں اور محصولات کو مسلمانوں کی فلاح و بہبودی میں صرف کیا جائے تو امت کے اکثر و بیشتر مسائل او قاف ہی سے حل ہو جائیں گے۔ وما علینا الا البلاغ واخر دعونا الحمد للہ رب العلمین



جواہر القرآن

مولوی حافظ ابو النعمان بشیر الحق ایم۔اے

اسلام نے انسانی ہمدردی و خیر خواہی اور نفع رسانی کو غیر معمولی اہمیت دی ہے اور اس خدمت کو اللہ تعالیٰ کی رضاو خوشنودی اور نجاتِ اخروی کا سبب قرار دیا ہے۔ قرآنِ کریم کا ارشاد ہے ومن احیاھا فکانما احیاالناس جمیعا ۔جس کسی نے ایک متنفس کے لئے بھی زندگی کا سامان فراہم کیا تو گویا اس نے سارے انسانوں کو زندگی بخشی۔

نبی کریم ﷺ نے انسانوں کے لئے رفاہی اور فلاحی خدمات انجام دینے کی ترغیب و تحریص اور ہدایت مختلف اسالیب میں دی ہے۔ اس سلسلے میں یہ احادیث قابلِ مطالعہ اور قابل عمل ہیں۔

۱ . الخلق عیال اللہ و احب الی اللہ احسن الی عیالہ . ساری مخلوق خدا کا کنبہ ہے اور خدا کے نزدیک وہ شخص سب سے زیادہ محبوب ہے جو اس کے کنبے کے ساتھ احسان اور حسنِ سلوک کریں۔

۲ . احب الناس الی اللہ انفعھم للناس . اللہ کے نزدیک وہ شخص بے حد محبوب اور پسند دیدہ ہے جو انسانوں کو فائدہ پہنچائے۔

(۳) خیر الناس من ینفع الناس. انسانوں میں سب سے اچھا انسان وہی ہے جو لوگوں کو فائدہ پہنچائے ۔

(٤) الساعی علی الا رملۃ والمسکین کالساعی فی سبیل اللہ . ------ وکالذی یصوم النھار ویقوم الیل ----انا و کافل الیتیم کھاتین . جو شخص کسی بیوہ خاتون اور کسی غریب انسان کی خدمت میں مصروف رہے تو وہ مجاہد فی سبیل اللہ ہے اور وہ شخص عابد شب گذار اور روزہ دار کی طرح ہے اور جو شخص کسی یتیم کی پرورش اور کفالت کرے وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔

(۵) لا یرحم لا یرحم . جو شخص دوسروں پر رحم نہ کرے وہ بھی رحم کے قابل نہیں ہے۔

(٦) مامن مسلم غرس غرساً فاکل منہ انسان او دابۃ الا کان لہ صدقۃ ایک مسلمان جو پودا لگائے اور اس پودے سے انسان یا جانور کو غذا حاصل ہو جائے تو درخت لگانے والے کے لئے صدقہ کا ثواب ہے۔

(۷) ایک موقعہ پر آن حضرت ﷺ نے صحابہ کرام کے سامنے یہ بات کہی کہ ایک آدمی نے پیاس سے جان بلب کتے کو پانی

پلایا تو اللہ تعالیٰ نے ایک حیوان پر شفقت کرنے کی وجہ سے اس آدمی کی مغفرت فرمادی۔ یہ سن کر حضرات صحابہ نے پوچھا۔ان لنافی البهائم اجر .اے خدا کے رسول ﷺ کیا ہمیں جانوروں پر رحم کرنے سے اجر و ثواب ملے گا۔ تو آپ ﷺ نے جواب دیافی کل ذات کبد رطبة اجر . ہر جاندار کے خدمت پر اجر و ثواب ہے۔

مذکورہ حدیثوں سے یہ بات اچھی طرح واضح ہو رہی ہے کہ ہر شخص دوسروں کے فائدہ اور خدمت کا خیال اور جذبہ رکھے اور ایسے اقدامات کرے جن سے انسانوں کو فائدہ پہنچتا ہے اور اس انسانی ہمدردی اور خیر خواہی کے اندر خلوص و للّٰہیت کو بنیادی حیثیت عطا کی گئی تاکہ اغراض و مقاصد اس چشمہ صافی کو گدلا نہ کردیں چنانچہ سید عالم، رحمت عالم، نور مجسم نے ان زرین الفاظ میں تاکید فرمائی جس میں سماج اور سوسائٹی کے ہر فساد اور فتنہ کو ختم کرنے کی صلاحیت موجود ہے۔

(۹) لایومن احدکم حتی یحب للناس مایحب لنفسه وحتی یحب المرء لا یحبه الا لله عزوجل. آدمی کا ایمان اس وقت تک کامل نہ ہوگا جب تک کہ وہ دوسروں کے لئے بھی وہی پسند کرے جو خود کے لئے پسند کرتا ہے اور کسی بھی شخص کے ساتھ اسکی محبت والفت خالصۃً لوجہ اللہ ہونا چاہے۔

حدیث قدسی ہے۔ آخرت میں اللہ تعالیٰ ایک بندے سے پوچھے گا۔ اے میرے بندے میں فلاں وقت بیمار تھا لیکن تو نے میری عیادت اور مزاج پرسی نہیں کی۔ یہ سن کر بندہ حیران رہ جائیگا اور عرض کرے گا۔ اے خدا۔ تیری ذات تو مرض سے پاک وصاف ہے تو سب کو شفا اور صحت دینے والا ہے۔ بھلا تو کیسے بیمار ہو سکتا ہے؟

اس پر اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ ٹھیک ہے۔ تجھے معلوم تھا فلاں وقت میرا فلاں بندہ بیمار تھا لیکن تو نے اس کی مزاج پرسی اور تیمارداری نہیں کی۔ اگر تو اس وقت یہ خدمت انجام دیا ہوتا تو آج میری رحمتوں اور عنایتوں کا سزاوار ہوتا۔

ایک اور بندے سے پوچھے گا۔ اے میرے بندے۔ میں فلاں وقت بھوکا تھا اور میں نے تجھ سے کھانا مانگا لیکن تو نے مجھے نہیں کھلایا۔ یہ سن کر بندہ حیران رہ جائیگا اور عرض کرے گا۔ اے خدا۔ تیری ذات تو بھوک اور پیاس سے پاک وصاف ہے تو سب کو کھلاتا پلاتا ہے۔ بھلا تو کیسے بھوکا ہو سکتا ہے۔

اس پر اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ ٹھیک ہے۔ فلاں وقت میرا فلاں بندہ بھوکا تھا اور اس نے تجھ سے کھانا طلب کیا لیکن تو نے اسے نہیں کھلایا۔ اگر تو اس وقت اسکو کھلایا ہوتا تو آج میری عنایتوں اور شفقتوں کا حقدار ٹھہرتا۔

صدقات وخیرات اور خیر و بھلائی کے کاموں کی افادیت صرف دنیاوی زندگی تک ہی محدود نہیں ہے بلکہ برزخی زندگی میں بھی ان کی افادیت مسلم ہے۔ چنانچہ ایک مرتبہ بارگاہِ نبویؐ میں ایک صحابی حاضر ہوئے اور انہوں نے عرض کیا یا۔

رسول اللہ ﷺ میری والدہ انتقال کر گئی ہیں مجھے ان کے ایصال ثواب کے لئے کیا عمل اختیار کرنا چاہئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا فلاں علاقے میں ایک کنواں کھدوادو۔

اس حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس علاقے میں پانی کی قلت تھی اس ضرورت کو پورا کرنے کے لئے حضور اکرم ﷺ نے کنواں کھدوانے کا حکم دیا اسی سے یہ بات سمجھ میں آجاتی ہے کہ ہر انسانی ضرورت وحاجت کو پورا کرنا بھی صدقہ ہے اور ایصال ثواب کی شکل ایسی ہونی چاہئے جس کا وجود دائمی ہو اور اس سے اللہ کی مخلوق کو فائدہ پہنچتا رہے۔

ایک اور حدیث میں ارشاد فرمایا ابنِ آدم کی موت کے ساتھ ہی عمل کا سلسلہ ختم ہو جاتا ہے لیکن تین چیزین ایسی ہیں جن سے وہ ثواب حاصل کر سکتا ہے۔ ایک صدقۂ جاریہ۔ دوسری مفید علم وہنر۔ تیسری نیک اولاد جو اس کے لئے مغفرت کی دُعا کرتی رہے ۔ اذامات ابن آدم انقطع عمله الا من ثلٰث صدقة جارية او علم ينتفع به او ولد صالح يدعوله .

صدقات وخیرات کو مختلف مدات میں صرف کرنے کی صراحت اور تخصیص کے ساتھ ان کے فائدوں کو ہمیشہ ہمیشہ باقی رکھنا بھی ایک مفید اور دیرپا اقدام ہے چنانچہ وقف صدقات کے دائمی فیض اور ابدی افادیت کی ایک بہترین شکل و صورت ہے۔ لغت میں وقف کے معنی روک لینے، اور قائم وساکن کر دینے کے ہیں اور شریعت کی اصطلاح میں اپنی کوئی چیز یا چیز کا فائدہ کسی نیک کام اور کار خیر کے لئے مخصوص کرنے کو وقف کہتے ہیں۔ وقف کا ثبوت **خود نبیؐ** کریم ﷺ کے قول اور عمل سے ثابت ہے حضرات صحابہ کرام نے بھی اپنی جائدادیں اور زمینیں مسلمانوں کی فلاح و بہبودی کے لئے وقف کیں صحابہ کے بعد ہر دور میں متمول افراد اور اصحاب خیر کے ذریعہ وقف کا سلسلہ جاری رہا۔ چنانچہ خود نبی کریم ﷺ نے مدینہ منورہ میں سات باغوں کو وقف کیا جو اسلام میں پہلا وقف تھا پھر اسکے بعد حضرت عمرؓ کا وقف ہوا ، پھر صحابہ کرام کے اوقاف مسلسل ہوتے رہے۔ اول وقف خيرى عرف فى الاسلام هو وقف النبى صلى الله عليه و سلم لسبع حوائط بالمدينه ثم تلاه وقف عمرؓ ثم تتابعت بعد ذلك اوقاف الصحابة .

حضرت عمرؓ کو خیبر کی ایک زرخیز زمین ملی تو آپؓ نے حضور اکرم ﷺ سے عرض کیا۔ یارسول اللہ! ﷺ۔ مجھے خیبر سے بہت ہی عمدہ اور بیش قیمت مال ملا ہے اور مجھے اس سے پہلے ایسا مال کبھی نہیں ملا۔ اس کے بارے میں آپ کیا حکم فرماتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا۔ اگر تم چاہو تو یہ زمین اپنے قبضہ میں رکھو اور اس کی پیداوار اور محصول کو صدقہ (وقف) کر دو لیکن اب وہ زمین نہ فروخت کی جاسکتی ہے اور نہ ہبہ کی جاسکتی ہے اور نہ اس میں وراثت جاری ہو سکتی ہے۔ ان شئت حبست أصلها و تصدقت بها . غير أنه لايباع اصلها ولا يبتاع ولايوهب ولايورث .

مذکورہ حدیث بڑی خوبی اور صفائی کے ساتھ وقف کی شرعی حیثیت کو نمایاں کر رہی ہے۔

حضرت ابو طلحہ انصاری نے بھی اپنا ایک پسندیدہ اور منفعت بخش باغ وقف کیا تھا جس کی صراحت بخاری اور مسلم میں اس طرح موجود ہے کہ قرآنِ کریم کی یہ آیت لن تنالوا البر حتیٰ تنفقوا مما تحبون (تم اس وقت تک نیکی نہیں پا سکو گے جب تک کہ اپنی محبوب چیزوں کو اللہ کی راہ میں خرچ نہ کرو) نازل ہوئی تو حضرتِ ابو طلحہ بارگاہ رسالت میں تشریف لائے اور عرض کیا۔ یا رسول اللہ ﷺ مجھے میرحا کا باغ بہت ہی محبوب ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ اسکو فی سبیل اللہ وقف کر دوں۔ یہ سن کر حضور اکرم ﷺ نے فرمایا تمہارے خاندان میں جو غریب و مفلس لوگ ہیں ان کے نام وقف کر دو۔ چنانچہ ابو طلحہؓ نے وہ باغ حضرت حسان بن ثابت، حضرت ابی ابن کعب اور بعض نادار رشتہ داروں کو وقف کر دیا۔

حاصل کلام آں حضرت ﷺ اور بعض اکابر صحابہ کی جانب سے باغات، زمینیں اور کنویں وقف کرنے کا منشا اور مقصد ایک طرف اخروی زندگی میں اجر و ثواب حاصل کرنا تھا تو دوسری طرف پس ماندہ مسلمانوں کی ضروریات اور حاجات کی تکمیل کے لئے ایک مضبوط اور مستحکم ذریعہ پیدا کرنا تھا۔ وقف کے باب میں بنیادی چیز یہ ہے کہ جو بھی جائیداد جس کسی کے نام وقف کی جا رہی ہے وہ ایسی ہونی چاہئے کہ اس سے آمدنی حاصل ہوتی رہے ورنہ بے فائدہ اور بے سود چیزوں کا وقف کرنا کوئی معنی نہیں رکھتا۔ وقف کا شرعی حکم یہ ہے کہ جب آدمی اپنی جائیداد وقف کر دیتا ہے تو وہ اس کی ملکیت سے نکل جاتی ہے اور اللہ کی ملکیت میں شامل ہو جاتی ہے۔ اور واقف کے حسبِ ہدایت و صراحت مقررہ مداتِ خیر میں صرف ہوتی رہے گی اسی لئے فقہائے کرام نے وقف کرنے والے شخص کے منشا اور ہدایت کے خلاف وقف کی چیزوں کو خرچ اور صرف کرنے سے منع فرمایا اور وقف کرنے والا اپنی وقف کردہ جائیداد سے استفادہ بھی اس صورت میں کر سکتا ہے جب کہ وہ یہ شرط لگائے کہ میں اپنی زندگی تک اس موقوف سے فائدہ حاصل کرتا رہوں گا میری وفات کے بعد فلاں فلاں کو دی جائے یا فلاں فلاں امور میں خرچ کی جائے اس شکل و صورت میں بھی وقف کنندہ صرف فائدہ حاصل کرنے کا مستحق ہے اور وہ اس جائیداد کو فروخت کرنے، ہبہ کرنے اور رہن رکھنے کا اختیار نہیں رکھتا۔

وقف شدہ جائیداد کی حفاظت و نگہداشت اور اس سے حاصل ہونے والی آمدنی کا خرچ اور صرف اور اس کے فائدے میں توسع و تنوع جیسے امور کی انجام دہی کے لئے ایک امانت دار محافظ و نگران آدمی کے انتخاب کا مسئلہ بھی بہت اہم ہے۔ جسکے بغیر اوقاف کے اموال کی بقاو تحفظ اور ان میں ترقی و وسعت ناممکن ہے اس لئے ضروری ہے کہ جب کوئی شخص اپنی جائیداد کو وقف کر رہا ہے تو اس کی نگرانی کے لئے ایک امین شخص کا بھی انتخاب کرے۔

(بقیہ صـ۱۲ پر)

جواہر الحدیث



خوش خلقی وخوش روئی اور رفق وملایمت

☆ مولوی حافظ ابو النعمان بشیر الحق قریشی ایم اے

بعثت نبوی کا ایک اہم اور بنیادی مقصد یہ ہے کہ زمین پر ایک ایسا معاشرہ اور ایک ایسی سوسائٹی کی تشکیل دی جائے جسکے افراد کا دامن کفر وشرک سے پاک وصاف رہے اور ان کی زندگیاں فضائل سے آراستہ اور پیراستہ رہیں۔ قرآن کریم کی متعدد آیات اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مختلف ارشادات میں مختلف اسالیب کے ذریعہ فضائل کی ترغیب وتحریص دلائی گئی ہے۔ جن میں سب سے زیادہ زور اس بات پر دیا گیا ہے کہ آدمی کی زبان اور اس کا دل صدق وسچائی کا مظہر ہو تاکہ تمام صفات طیبہ وعاداتِ جمیلہ اور اوصاف حسنہ مثلاً قول وقرار کی پابندی۔ حق گوئی وخوش کلامی، امانت داری ودیانت داری، عصمت وعفت، فیاضی وسیر چشمی، عاجزی وفروتنی، عفو درگذر، احسان وسلوک، حلم وبردباری، متانت وسنجیدگی، ادب وتہذیب، عدل وانصاف، توکل واستغناء، ثبات واستقامت، ایثار وقربانی، رحم وکرم۔ شفقت ورحمت، شکر گذاری واحسان شناسی، علو ہمتی وعالی حوصلگی، باہمی تعاون وتناصر، باہمی احترام واکرام اور خیرات ومبدات وغیرہ کا بے تکلف ظہور ہو سکے کیونکہ یہ وہ عادتیں خصلتیں اور صفتیں ہیں جو انسانیت کے وجود اور بقا کے لئے جزء لاینفک کی حیثیت رکھتی ہیں اور ان ہی سے زندگی کی پرکیف بہاریں قائم ہیں اور جب کبھی فضائل کی شمع گل ہو جائے تو معاشرہ زوال وپستی، تباہی وبربادی اور ہلاکت سے دو چار ہو جاتا ہے اور انسانیت سسکتی اور بلکتی نظر آتی ہے۔ اس مختصر سے مضمون کے اندر تمام فضائل کی تعریفات وتشریحات تو ایک شکل امر ہے ان میں سے صرف خوش روئی وخوش خلقی رفق ونرمی اور ملایمت وملاطفت سے متعلق مختصر سی تصریحات یہاں پیش کی جارہی ہیں۔

ہر سماج اور سوسائٹی میں رہنے سہنے اور بسنے والوں کے درمیان مختلف احوال ومواقع، ضروریات وحاجات، نظریات وخیالات اور طبیعتوں کے اثر سے اختلافات کا پیدا ہونا ایک ناگزیر شکل وصورت ہے جس سے کوئی معاشرہ مستثنیٰ نہیں ہو سکتا، اور یہی پیدا ہونے والی صورت بسااوقات تصادم وٹکراؤ اور ظلم وتعدی کی شکل اختیار کر جاتی ہے

ایسے حالات میں خوش روئی و خوش خلقی اور رفق و نرمی اور ملایمت و ملاطفت کے سہارے ہی سماج کے اندر چین و سکون، امن و سلامتی، ربط و ضبط اور محبت والفت کی فضا پیدا کی جاسکتی ہے۔ اسکے بر خلاف ہر شخص دوسرے شخص کی راہ میں کانٹے بچھاتا رہے تو ساری زمین کانٹوں سے بھر جائے گی جس کے بعد ہر کسی کا چلنا دشوار ہو جائیگا۔ اسی لئے قرآن کریم نے ہدایت دی۔

ولا تستوی الحسنة ولا اليسئة ادفع بالتی هی احسن فاذا الذی بینك و بینه عداوة كانه ولی حمیم اے نبی محترمؐ! نیکی اور بدی دونوں یکساں نہیں ہیں۔ آپ بدی کو اس نیکی سے دور کرو جو بہترین ہو۔ اس عمل کی برکت سے آپ دیکھوگے کہ آپ کا دشمن بھی جگری دوست بن گیا ہے۔

مفسر قرآن عبداللہ بن عباس نے مذکورہ آیت سے متعلق یہ تفسیر بیان کی ہے۔ باالصبر عند الغضب و بالعفو عند الاسأة۔ یعنی کشیدگی و تناؤ غیض و غضب اور غصہ کے ماحول میں ضبط اور تحمل و برداشت کا مظاہرہ کیا جائے اور خطاو غلطی اور خرابی و برائی کا ازالہ عفو و درگذر کے ذریعہ کیا جائے۔

قرآن کریم نے اہل ایمان کو ایک اور زرین اصول فراہم کیا ہے جو ایک صالح معاشرہ کے لئے ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے اور وہ یہ ہے کہ معاشرہ کے ہر فرد کی ذمہ داری اور فرض ہے کہ وہ ظلم و تعدی اور گناہ و معصیت اور تخریب کے معاملہ میں کسی شخص کا ساتھ نہ دے خواہ وہ شخص اس کا کتنا ہی عزیز اور کتنا ہی گہرا دوست کیوں نہ ہو۔ اور حق و انصاف، نیکی و تقویٰ اور تعمیر کے، معاملہ میں ہر شخص کا ساتھ دے خواہ وہ شخص اس کا مخالف اور دشمن ہی کیوں نہ ہو۔ تعاونوا علی البر والتقوىٰ ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان .

مجسم رحمت، پیکر الفت، سراپا محبت، سر تاپا عدل ذات رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر شخص پر یہ سماجی ذمہ داری عائد کی ہے کہ وہ ظالم اور مظلوم کی حمایت کرے۔ انصر اخاک ظالماً اور مظلوماً صحابہ کرام نے جب یہ بات سنی تو عرض کیا۔ خدا کے رسولؐ مظلوم کی حمایت کرنا تو ہمیں سمجھ میں آگیا لیکن ظالم کی حمایت کا کیا مطلب ؟ ارشاد فرمایا ظالم کو اسکے ظلم سے منع کرنا ہی اس کی مدد ہے۔

حسن خلق سے متعلق معلم اخلاق، ہادی کون و مکان کے چند ارشادات ملاحظہ فرمایئے

(۱) عن عبداللہ بن عمرو بن العاص لم یکن رسول اللہ صلی علیه و سلم فاحشا ولا متفحشا و كان يقول ان من خیار كم احسنكم اخلاقا (متفق علیها)

عبداللہ بن عمروؓ فرماتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بد کلام اور فحش گو نہ تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ نیک اور شریف آدمی تو وہی ہے جو حسن اخلاق کا جامع اور پیکر ہو۔

(۲) عن عائشه رضى الله عنها قالت سمعت رسول الله صلى الله و سلم يقول ان المؤ من ليدرك بحسن خلقه درجة الصائم القائم (ابو داؤد)

عائشہ رضی اللہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مومن اپنے کریمانہ اخلاق اور شریفانہ عادات کی بدولت شب گذار عابد اور روزہ دار کا درجہ اور ثواب پالیتا ہے۔

(۳) عن ابى الدر داء رضى الله عنه ان النبى صلى الله عليه و سلم مامن شئ اثقل فى ميزان العبدالمؤمن يوم القيامة من حسن الخلق وان الله يبغض الفاحش البذى (ترمذی)

ابو درداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کے نبی کریم صلی علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن میزان میں حسن خلق سے بڑی وزنی اور ثقیل اور کوئی نیکی نہیں ہو گی اور اللہ تعالیٰ اس شخص کو بالکل ناپسند فرماتے ہیں جو فحش گو اور بد کلام ہو۔

(۴) عن ابى هريرة رضى الله عنه قال قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه و سلم اكمل المؤمنين ايمانا احسنهم خلقا وخياركم خياركم لنسائهم (ترمذی)

ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ زبان نبوت نے ارشاد فرمایا۔ اہل ایمان میں کامل صاحب ایمان وہی شخص ہے جس کے اخلاق، عمدہ عادات، شریف اور افعال صالح ہوں، اور تم میں وہی افراد اچھے ہیں جو اپنی بیویوں کے ساتھ حسن سلوک کرتے ہوں ------ حسن بصری فرماتے ہیں **حقیقة حسن الخلق بذل المعروف و كف الاذىٰ و طلاقة الوجه** اخلاق حسنہ کی شناخت اور حقیقت یہ ہے کہ آدمی نیکی پھیلائے کسی کو تکلیف نہ دے اور ہر ایک سے کشادہ جبین اور خندہ رو کے ساتھ ملے۔

(۵) عن النواس بن سمعان عن النبى صلى الله عليه و سلم قال . البر . حسن الخلق نبی کریمؐ نے فرمایا حسن اخلاق ہی سب سے بڑی نیکی ہے

البر۔ ایک مختصر ترین کلمہ اور فقرہ ہے لیکن اپنے اندر بڑی گہرائی و گیرائی اور وسعت و تنوع رکھتا ہے قرآن و حدیث میں جہاں کہیں یہ لفظ آیا ہوا ہے وہ اخلاق حسنہ کے تمام شعبوں اور نیک خصلتوں اور بھلائی کے تمام کاموں کو شامل اور محیط ہے۔

(٦) عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال سئل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن اکثر مایدخل الناس الجنۃ قال تقویٰ اللہ وحسن الخلق وسئل من لنار اکثر مایدخل الناس۔ النار فقال۔ الفم والفرج (ترمذی) ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ذات رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا۔ وہ کونسا عمل ہے جسکی وجہ سے زیادہ ترلوگ جنت میں جائیں گے۔ ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ کا خوف اور اخلاق حسنہ۔ پھر آپؐ سے یہ پوچھا گیا کہ وہ کونسی چیز ہے جسکی وجہ سے بہت سارے لوگ دوزخ میں جائیں گے۔ ارشاد فرمایا، منہ اور شرم گاہ۔

مذکورہ حدیث میں تقویٰ اور حسن خلق کی ترغیب اور زبان و شرم گاہ پر قابو رکھنے کی تاکید دی گئی ہے 'تقویٰ' بندے اور رب کے درمیان تعلق اور خوشنودی کا ذریعہ ہے تو حسن اخلاق انسانوں کے درمیان تعلق اور خوشنودی کا ذریعہ ہے۔ نفس اور شہوت کے غلبہ کی وجہ سے آدمی کی زبان اور شرم گاہ کا استعمال غلط جگہ ہو جاتا ہے اور یہی استعمال غیر محل اس کو دنیا اور آخرت میں رسوا کر دیتا ہے۔ اس میں دورائے نہیں کہ زبان اور شرم گاہ انسان کے لئے ایک آزمائش اور فتنہ کی چیز ہے۔

(٧) عن زیاد بن علاقہ قال کان النبی صلی اللہ علیہ و سلم یقول اللھم انی اعوذبك من منکرات الاخلاق والاعمال الاھواء (ترمذی) زیادؓ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا فرمایا کرتے تھے۔ اے خدا مجھے برے اخلاق و اعمال اور ہوا و ہوس سے محفوظ رکھ منکرات الاخلاق مثلاً عجب و کبر، فخر و حسد، ظلم و تعدی وغیرہ منکرات الاعمال مثلاً زنا و شراب اور دیگر محرمات منکرات الاھواء مثلاً فاصد عقائد۔ باطل مقاصد، غیر صالح افکار رذیل عادات وغیرہ

مولینا کمال الدین حسین بن علی المعروف ملا حسن واعظ کاشفی المتوفی ۹۱۰ھ کی فارسی تصنیف اخلاق محسنی میں مرقوم ہے جس کا ترجمہ اور مطلب یہ ہے کہ۔ اللہ تعالیٰ نے ایمان کو پیدا فرمایا تو ایمان نے کہا اے خدا! مجھے قوت و طاقت عطا فرما تو اللہ تعالیٰ نے اسکو نیک خوئی اور سخاوت کے ذریعہ قوی بنایا۔ اور جب کفر کو پیدا فرمایا تو کفر نے کہا۔ اے خدا! مجھے قوت وطاقت عطا فرما تو اللہ تعالیٰ نے اسکو تند خوئی اور بخل کے ذریعہ قوی بنایا

من ندیدم درجهاں جستجو ہیچ اهلیت بد از خلق نیکو

میں نے دنیائے جستجو میں خوش خلقی سے بہتر اور عمدہ کوئی چیز نہیں دیکھی حکماء کا کہنا ہے کہ جس آدمی کے اندر یہ دس علامتیں پائی جائیں تو سمجھ لیں کہ وہ نیک اور شریف آدمی ہے

۱۔ تعمیری وفلاحی اور نیکی کے کاموں میں لوگوں کی مخالفت نہ کرنا

۲۔ اپنی ذات اور نفس کے ساتھ انصاف کرنا

۳۔ لوگوں کے عیوب اور نقائص کی طرف نہ دیکھنا

۴۔ اگر کسی سے غلطی ہو جائے تو اسکی عمدہ تاویل کرنا

۵۔ جب مجرم غلطی کی عذر خواہی کرے تو اس کو قبول کر لینا

۶۔ ضرورت مندوں کی ضرورت پوری کرنا

۷۔ دوسروں کے کام آنا

۸۔ اپنے عیوب اور نقائص پر نظر رکھنا

۹۔ لوگوں کے ساتھ ہنس مکھ ہو کر ملنا

۱۰۔ لوگوں کے ساتھ خوش کلامی اور شیرین کلامی کرنا۔

حکایت ہے کہ ایک روز حضرت عیسیٰ علیہ السلام راستہ سے گذر رہے تھے کہ ایک بے علم اور بے وقوف آدمی سے سامنا ہوا۔ اس نے آپؑ سے کوئی بات پوچھی۔ آپؑ نے جواب دیا۔ لیکن اس نے آپؑ کی بات تسلیم نہیں کی اور بد کلامی شروع کر دیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس کی ناروا گفتگو اور بد سلوکی کا کوئی اثر نہیں لیا اور بدستور خوش روئی وخوش خلقی اور خوش کلامی کے ساتھ اپنی بات کو سمجھاتے رہے لیکن وہ کسی صورت تسلیم نہیں کر رہا تھا اور بدستور بد کلامی اور زبان درازی سے پیش آرہا تھا اس وقت وہاں سے ایک شخص کا گذر ہوا اور اس نے یہ منظر اور ماحول دیکھا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے عرض کیا۔ یہ شخص آپ کے ساتھ زبان درازی اور بد کلامی کر رہا ہے آپؑ اس کے ساتھ خندہ پیشانی اور نرم گفتگو سے پیش آرہے ہیں؟ یہ سن کر ابن مریمؑ نے کہا کل اناء یترشح بما فیہ برتن سے وہی رستا ہے جو اس کے اندر ہوتا ہے اس سے وہی صفت کا ظہور ہو رہا ہے جو اس کے اندر ہے۔ اور مجھ سے وہی صورت بن پڑے گی جو میرے اندر ہے اور میں اس شخص پر اس لے غصہ نہیں کر رہا ہوں۔ شاید کہ وہ میرے سلوک سے باادب بااخلاق بن جائے۔ لہذا میں اسکی نازیبا حرکت اور ناروابات سے بے ادب کیسے بن سکتا ہوں۔

رفق و نرمی، ملائمت و ملاطفت اور دل جوئی ایک ایسا اخلاقی وصف ہے جس کے ذریعہ ہر مشکل اور پیچیدہ مسئلہ سہل اور آسان طریقہ سے حل ہو جاتا ہے اور پھر وہ دوبارہ ابھر نہیں سکتا کیونکہ رفق و نرمی اور ملائمت جس شئی کے ساتھ

وابستہ ہو جائے اس کو حسن اور رونق بخشتی ہے اور بے نرمی و ناسازگاری اور بگاڑ جس شئ کے ساتھ وابستہ ہو جائے اس کو بے رونق اور ناخوشگوار بنا دیتی ہے۔ اسی لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو زندگی کے مختلف مراحل میں رفق و نرمی اور ملائمت اور ملاطفت اور دل جوئی اختیار کرنے کی ہدایت فرمائی۔ ارشاد فرمایا۔ من یحرم الرفق یحرم الخیر کلہ۔ جو شخص نرمی و ملائمت کے وصف اور کمال سے خالی ہے وہ ہر طرح کے خیر سے محروم رہیگا۔ قرآن کریم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مزاج وطبیعت میں موجود وصفِ رفق و ملائمت کا اظہار ان الفاظ میں کیا ہے۔ فبما رحمة من الله لنت لهم ولو كنت فظاغليظ القلب لانفضوا من حولك

اے نبی محترم! یہ اللہ کی رحمت ہے کہ آپ ان لوگوں کیلئے بہت ہی نرم مزاج واقع ہوئے۔ ولو بالفرض آپ سخت مزاج، سنگ دل، تند خو اور دُرشت طبیعت آدمی ہوتے تو یہ سب آپ کے گرد و پیش سے چھٹ جاتے۔

اور یہ حقیقت اظہر من الشمس ہے کہ تند و تیز مزاج اور سخت کلامی عموماً قطع تعلق کا باعث بنتی ہے تو مرنجان مرنج طبیعت اور شیرین کلامی، استوار تعلق کا باعث بنتی ہے۔ اور بالخصوص جرم و خطا کے مقابلہ میں لطف و مہربانی کا اظہار آدمی کو غیر معمولی طور پر متاثر کر دیتی ہے۔ چنانچہ عہد نبوت کا بہت ہی مشہور اور معروف واقعہ ہے جس کے راوی حضرت ابو ہریرہؓ ہیں۔

(۱) عن ابی ھریرۃؓ: بال اعرابی فی المسجد، فقام الناس الیه لیقعوا فیه فقال النبی صلی الله علیه و سلم دعوه واریقوا علی بوله سجلا من ماءٍ فانما بعثتم میسرین ولم تبعثوا معسرین. (بخاری)

ایک اعرابی مسجد نبوی میں پیشاب کے لئے بیٹھ گیا۔ لوگ اس کی طرف دوڑ پڑے۔ یہ صورت حال دیکھ کر آنحضرتؐ نے لوگوں سے کہا اسے چھوڑ دو۔ پیشاب کی جگہ پر پانی بہا دو تم لوگ آسانی کے لئے بھیجے گئے ہو تکلیف و مشقت کے لئے نہیں بھیجے گئے

اس کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اعرابی کو اپنے قریب بلایا اور بڑی اپنائیت اور ملائمت سے باتیں کیں اور دوران گفتگو میں یہ بات سمجھا دی کہ مسجد ذکر و عبادت کیلئے ہوتی ہے اس میں پیشاب و پاخانہ نہیں کرنا چاہئے۔

رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم اس طرزِ عمل اور کردار سے واضح ہے کہ ہر داعی و مصلح اور مبلغ کا اخلاقی و دعوتی اور اصلاحی فرض ہے کہ وہ بے علم اور بے فہم لوگوں کے ساتھ رفق و نرمی اور ملائمت و ملاطفت کے ساتھ پیش آئے اور ان

کی غلطیوں اور برائیوں کی وجہ سے ان کو کوئی تکلیف نہ پہچائے اور دل نواز و دل نشین پیرایہ میں غلطیوں کی نشاندھی کرے۔

ملا حسن واعظ کاشفی نے "اخلاق محسنی" میں لکھا ہے کہ فریدوں بادشاہ سے پوچھا گیا کہ کس چیز کے ذریعہ متعلقین کی نگہداشت کی جاسکتی ہے ؟بادشاہ نے جواب دیا۔ حلم و بردباری اور لطف و مہربانی کے ذریعہ پھر پوچھا گیا۔ مشکلات اور مسائل کو کس چیز کے ذریعہ حل کیا جاسکتا ہے تو بادشاہ نے جواب دیا۔ رفق و نرمی اور ملائمت وسازگاری کے ذریعہ۔

(۲) عن انس رضی الله عنه عن النبی صلی الله علیه وسلم قال: یسروا ولا تعسروا وبشروا ولاتنفروا (متفق علیہ)

انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ لوگوں کو سہولت اور آسانی پہنچاؤ اور انہیں سختی و تنگی میں مبتلانہ کرو۔ بشارت وخوشخبری سناؤ نفرت وعداوت کاماحول پیدانہ کرو۔

(۳) عن ابی هريرة رضی الله عنه ان رجلا قال للنبی صلی الله علیه و سلم او صني . قال لاتغضب فردّو مراراً قال لاتغضب (بخاری)

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی کریمؐ سے عرض کیا کہ آپ مجھے کوئی وصیت کیجئے آپؐ نے ارشاد فرمایا غصہ مت کرو یہی بات آپؐ نے کئی مرتبہ دھرائی۔

حکایات میں آیا ہوا ہے کہ ایک بادشاہ رفق وتلطف اور نرمی و ملائمت سے متصف تھا ایک روز اس نے اپنے باورچی کو حکم دیا کہ میرے لئے فلان قسم کا کھانا تیار کیا جائے باورچی نے وہ کھانا تیار کیا۔ جب بادشاہ اپنے وزراء اور رفقاء کے ساتھ دستر خوان پر بیٹھا اور اپنی پسند کا کھانا دیکھا تو اسکے اندر مکھی پڑی ہوئی ہے۔ اسکو اٹھا کر پھینک دیا اور جب کھانا شروع کیا تو پھر مکھی نظر آئی۔ اس کو بھی اٹھا کر پھنک دیا اور اپنے مرغوب کھانے سے ہاتھ کھینچ لیا اور دستر خوان پر موجود دوسرے کھانے تناول کیا۔ کھانے سے فارغ ہونے کے بعد باورچی کو طلب کیا اور کہا۔ آج تم نے جو خصوصی کھانا تیار کیا تھا بہت عمدہ اور لذیذ تھا۔ کل بھی وہی کھانا تیار کرو لیکن اس بات کا خیال رکھو کہ اس میں مکھیاں زیادہ نہ ہوں۔

اس انداز تکلم سے وزراء اور امراء حیران رہ گئے اور باورچی کو اپنی بے توجہی اور غلطی کا احساس ہوا۔

چوں در مقابلۂ جرم لطف بیند کس شود خجل زدہ واین خجالت اُو را بس۔

جب کوئی آدمی جرم کے بدلہ میں مہربانی دیکھتا ہے تو وہ شرمندہ ہو جاتا ہے اور اس کے لئے یہی شرمندگی کافی

ہوتی ہے۔

(٤) عن ابن عباس رضی اللہ عنهما قال . قال رسول اللہ صلی اللہ علیه و سلم لاشج عبد القیس ان فیك خصلتین یحبهما اللہ . الحلم و الاناة (مسلم)

"ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں منذر بن عائذ کے بارے میں آنحضرت نے فرمایا ان میں دو خصلت ہیں جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ انہیں محبوب رکھتا ہے ایک حلم و بردباری ہے اور دوسری خصلت ثبات ہے جلدبازی نہیں ہے۔

(٥) عن عائشه رضی اللہ عنها قالت: قال رسول اللہ صلی اللہ علیه و سلم ان اللہ رفیق یحب الرفق فی الامر کله (متفق علیہ)

عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں حضور اکرمؐ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ رفیق ہے ہر معاملہ میں رفق پسند فرماتا ہے۔

(٦) عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ تھی جب کبھی دین یا دنیا کے دو معاملے یا مسئلے در پیش ہوا کرتے تو آپ ان میں سے جو بات سہل اور آسان ہوا کرتی اسی کو اختیار فرماتے تھے بشرطیکہ اس کے اندر گناہ کا پہلو موجود نہ رہے اور اگر اس میں گناہ و معصیت کا عنصر پایا جائے تو آپؐ سب سے پہلے اس چیز سے دست کش ہو جاتے۔ اور آپؐ نے کبھی کسی سے اپنی ذات کے خاطر انتقام اور بدلہ نہیں لیا۔ لیکن آپ گناہ و معصیت اور ظلم و زیادتی کے معاملہ میں نرم پہلو اختیار نہیں فرماتے تھے جس کسی سے بھی بدلہ کی صورت پیدا ہوئی تو صرف اللہ تعالیٰ کے لئے رہی۔

حاصل تحریر! خوش خلقی و خوش روئی، خوش دلی و دل جوئی، رفق و نرمی اور ملائمت و ملاطفت ایک ایسی عمدہ اور مفید خصلت و عادت ہے جس کے دامن سے دنیا کی ساری خوشیاں جڑی ہوئی ہیں اور اسکی وجہ سے مشکل ترین مسائل بھی بلطائف الجبل حل ہو جایا کرتے ہیں۔ اسی لئے اسلام نے صفات طیبہ عادات جمیلہ اور اخلاق حسنہ کی پرورش و پرداخت اور اشاعت پر غیر معمولی زور دیا تاکہ سارے سماج اور معاشرہ کی فضا خوشگوار، کیف آور، سرور آگین، روح پرور اور نشاط افروزا ہے اور اسکی تاثیر سے انسانیت کی شمع فروزاں رہے۔ حافظ شیرازی علیہ الرحمہ نے بڑی عمدہ نصیحت کی ہے کہ دنیا کا آرام و سکون دو چیزوں میں پوشیدہ ہے۔ دوستوں کے ساتھ لطف و مہربانی سے پیش آؤ اور دشمنوں کے ساتھ خاطر و مدارات کا معاملہ رکھو۔

آسائش دو گیتی تفسیر این دو حرفسیت　　　　با دوستان تلطف با دشمنان مدارا

اہم فتویٰ

— ادارہ —

نکاح کے موقعہ پر نوشاہ کا پھول پہننا کیسا ہے ۔ شرعاً پھول کے ہار کا استعمال درست ہے یا نہیں ؟ اس مسئلہ پر حضرت مولیٰنا مولوی سید محمد قادری علیہ الرحمہ داماد و ہمشیر زادہ حضرت قطب ویلور علیہ الرحم کا جواب ملاحظہ کیجئے اور اس فتویٰ کی تصدیق و تصویب حضرت مولینا مولوی شاہ عبدالوہاب قادری علیہ الرحمہ بانی مدرسہ باقیات صالحات دیلور نے فرمائی ہے۔

سوال :۔

نوشاہ کے گلے میں پھولوں کا ہار ڈالنا، اور پھولوں کا ہار پہننے سے کفار کے ساتھ مشابہت ہوتی ہے۔ یہ خیال کرتے ہوئے دعوت قبول نہ کرنا، اور مجلس عقد میں نوشاہ کو ہار پہنے ہوئے دیکھکر ہار نکلوانا۔ اور اگر نہ نکال سکے تو مجلس ہی سے چلا جانا، یہ ساری باتیں از روئے شرع کیسی ہیں۔ بینوا و توجروا۔

الجواب :۔

حامداً للہ مصلیاً و مسلماً علی رسولہ والہ وصحبہ اجمعین ۔

پھولوں کا ہار گلے میں ڈالنا جائز ہے۔ کیونکہ پھولوں کے ہار میں دو چیزیں ہیں۔ ایک تو پھول ہے جو زینت و منافع کی اقسام ہے اور یہ خوشبو وطیب اور محبوب و پسندیدہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ قل من حرم زينة الله التي اخرج لعباده والطيبت من الرزق (الانعام) (آپ کہہ دیجئے اللہ کی زینت کو جو اس نے اپنے بندوں کے لئے بنائی ہے۔ کس نے حرام کر دیا۔ اور کھانے پینے کی پاکیزہ چیزوں کو یعنی اللہ کی جائز کی ہوئی نعمتوں کو حرام کر دینے کا حق کس مخلوق کو حاصل ہے۔ ظاہر ہے کہ کسی کو نہیں اور جو لوگ اس میں مبتلا ہیں۔ وہ گناہ میں پڑے ہوئے ہیں۔ تفسیرِ ماجدی)

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، حبب الی من دنیا کم ثلث الطیب والنساء وجعلت قرة عینی فی الصلوٰة تین چیزوں مجھے محبوب اور مرغوب بنادی گئی ہیں۔ ازواج مطہرات، خوشبو اور نماز۔

اور دوسری چیز ہار کی ہیئت ہے۔ اس سے کفار کے ساتھ بہت ثابت نہیں ہوتی کیونکہ مشابہت بد، وہی ہے جو مذموم چیز میں ہو۔ اور تشبہ کا قصد ہو۔ اور مذموم چیز کفار کا شعار ہے۔ اور شعار قوم کی علامت اور شناخت کو کہتے ہیں۔ جو لباس وغیرہ میں ہوتی ہے۔ اور قوموں کی مشترک عادتوں کو شعار نہیں کہا جائیگا جیسے ایک ملک یا ایک شہر کے باشندوں میں بہت سی عادتیں۔ باہم مشترک ہوتی ہیں۔ خواہ ان عادات کا تعلق کھانے پینے سے ہو، یا مکانات اور لباس سے ہو۔

پھولوں کا ہار پہننا، یہ کفار ومشرکین کا شعار نہیں ہے بلکہ عام ہندوستانیوں کی عادات مشترکہ سے ہے۔ چنانچہ یہاں کے مسلمان اور ہندو اور دیگر قومیں اسکو اپنی شادی، اور دیگر خوشی ومسرت کی مجلسوں میں استعمال کرتی ہیں۔ ولو بالفرض اصلاً ہار پہننے کی رسم مسلمانوں نے کافروں سے اخذ بھی کی تو ایسی صورت میں کچھ ضرر نہیں۔ کیونکہ ہندوستان کے مسلمانوں نے اسکو اباحت اصلی کے اعتبار سے استعمال کیا ہے (اور یہ فقہی اصول اور ضابطہ ہے کہ ہر چیز اپنے اصل کے لحاظ سے اباحت کا درجہ رکھتی ہے، الاصل فی الاشیاء الاباحة) اور جب اسکا استعمال مسلمانوں میں شائع اور ذائع ہو گیا تو اب یہ کفار کا شعار باقی نہیں رہا۔ اور اس میں تشبہ کا قصد بھی ممکن نہیں ہے کیونکہ ہار عام ہندوستانیوں کی عادت سے تعلق سے رکھنے کے باوجود کوئی مسلمان اس سے حالتِ نکاح شرعی میں کفار سے تشبہ اور مشابہت کا قصد نہیں کرسکتا ہے۔ لہذا پھولوں کا ہار پہننا منکرات اور غیر شرعی کاموں سے نہیں ہے۔ اور یہ چیز دعوت قبول کرنے کے لئے مانع نہیں ہے۔

دعوت قبول کرنا سنت یا مستحب ہے۔ محض ہار کی وجہ سے دعوت قبول نہ کرنا، اور مجلس نکاح میں حاضر ہونے کے بعد نوشاہ کے گلے سے ہار نکلوانے کی کوشش کرنا اور ہار نہیں نکالا گیا تو مجلس ہی سے چلا جانا، یہ تمام بے جا تشدد اور انتہاء پسندی ہے۔ درمختار میں ہے۔ دوسری قوموں کے ساتھ ہر چیز میں تشبہ مکروہ نہیں ہے۔ بلکہ شئ مذموم میں تشبیہ اور مشابہت مکروہ ہے۔ اور اس چیز میں مکروہ ہے جس میں دوسری قوموں کے ساتھ مشابہت کا قصد کیا جائے جیسا کہ "بحر" میں ہے۔

اور "شامی" میں بحر کا یہ قول ہے کہ ہر چیز کے اندر مکروہ نہیں ہے۔ اس لئے کہ ہم بھی کھاتے پیتے ہیں اور وہ بھی کھاتے پیتے ہیں (شرح جامع الصغیر قاضی خان)

اور ذخیرہ کی عبارت جو کتاب التحری سے ذرا آگے موجود ہے۔ وہ بھی اسکی تائید کرتی ہے۔

ہشام کہتے ہیں کہ میں نے ابو یوسف کو دیکھا جو میخوں سے ٹھونکے ہوئے جوتے پہن رکھتے تھے، میں نے ان سے

پوچھا کیا آپ اسکے استعمال میں کوئی حرج نہیں سمجھتے جواب دیا نہیں۔ اس پر میں نے عرض کیا کہ سفیان اور ثور بن یزید تو اسکے استعمال کو مکروہ قرار دیتے ہیں۔ کیونکہ اس میں نصاری کے ساتھ مشابہت ہے۔

اس پر ابو یوسف نے فرمایا، رسول صلی اللہ علیہ وسلم نعال پہنتے تھے جس میں بال رہتے تھے اور بلاشبہ یہ نصاریٰ کا لباس ہے۔

غرض ابو یوسف نے اس بیان کے ذریعہ یہ حقیقت واضح کردی کہ جن چیزوں کے اندر لوگوں کی فلاح و بہبودی اور فائدہ ہے ان کے استعمال میں کوئی حرج نہیں ہے۔

"مرقات" میں حدیث تشبہ بقوم فھو منھم (جس نے کسی قوم کے ساتھ مشابہت اختیار کرلی، وہ ان ہی میں سے ہے) کے تحت یہ وضاحت درج ہے جو آدمی خود کو کفار کے ہم شکل اور مشابہ بنالے تو اسکا شمار ان ہی میں ہوگا۔

علامہ طیبیؒ نے گناہ اور خیر کے معاملہ میں لکھا ہے۔ تشبیہ، خلق، خُلق، اور شعار تینوں میں عام ہے۔ اگرچہ کہ شعار میں تشبہ زیادہ نمایاں ہے۔ اور تشبیہ، شعار ہی میں مراد ہے۔ غیر شعار میں مراد نہیں۔ کیونکہ ظاہری صورت میں تشبہ کا تصور نہیں کیا جاسکتا۔ اور اخلاق میں تشبہ کا لفظ نہیں بولا جاتا، بلکہ تخلیط کہیں گے۔ چنانچہ اسکی تفصیل "مشکوٰۃ" کے حاشیہ میں درج ہے۔

"قاموس" میں لکھا ہوا ہے کہ قوم اپنی مخصوص علامت اور مخصوص شعار سے پکاری جائے گی جو اس نے اپنے لئے اختیار کررکھا ہے۔

"المرقات واللمعات" میں **یتبع الدجال من یھود اصفھان سبعون الفا علیھم الطیالسة** (اصفہاں کے ستر ہزار یہودی دجال کی اتباع کریں گے جن کے جسم پر طیلسان نامی کپڑا ہوگا) کی تشریح میں یہ بات مذکور ہے۔ طلیالسہ طیلسان کی جمع ہے جو تالسان سے معرب ہے۔ اور یہ مشہور و معروف کپڑے کا نام ہے۔ علامہ ابن قیم نے اس حدیث سے طیلسان کی مذمت پر استدلال قائم کیا ہے جو حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

انه رای جماعة علیه الطیلسان فقال ما اشبه ھولاء بیھود خیبر حضرت انس نے ایک جماعت کو دیکھا جن کے جسم پر طیلساں کپڑا تھا۔ اس پر آپ نے فرمایا یہ تو خیبر کے یہودیوں کے ساتھ مشابہت ہے۔

"فتح الباری" میں اسکا جواب یہ مرقوم ہے۔ طیلسان اس زمانے میں یہودیوں کا شعار تھا۔ جسکی وجہ سے حضرت انس نے اسکے استعمال سے منع فرمایا۔ پھر بعد کے ادوار میں یہ یہودیوں کا شعار نہ رہا اور اسکا استعمال عام ہوگیا۔ ایسی صورت میں اس

کپڑے کا استعمال عمومی مباحات میں داخل ہو گیا۔

فقہ کی مشہور کتاب "ہدایہ" میں مرقوم ہے جس مجلس میں لہو ولعب ہو، اس میں بیٹھنا نہیں چاہئے اور اگر جانے سے قبل معلوم ہو جائے تو اس میں شریک نہیں ہونا چاہئے۔ اس واسطے کہ حق دعوت اس پر لازم نہیں ہوا۔ بر خلاف اسکے جب وہاں پہنچ کر اچانک یہ امور لہو ولعب اسکو معلوم ہوئے۔ کیونکہ حق دعوت اس پر لازم ہو چکا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

کتبہ حضرت مولینا مولوی الحاج سید شاہ محمد قادری ویلوری علیہ الرحمہ

اصاب من اجاب والمنازع مخطی بلاارتیاب۔ کتبہ عبدالوھاب عفی عنہ (یہ جواب صحیح اور درست ہے اور اس مسئلہ میں جھگڑنے والا غلطی پر ہے۔ حضرت مولانا مولوی شاہ عبدالوھاب قادری ویلوری علیہ الرحمہ بانی مدرسہ باقیات صالحات ویلور)

الجواب صحیح : حضرت مولینا مولوی رکن الدین سید شاہ محمد قادری، سجادہ نشین خانقاہ حضرت قطب ویلور۔

مطبع مدرسہ محمدی مدراس سن ۱۳۱۳ء

(بقیہ صـ 179 کا)

ابتدا ایک غلاف موذن صاحب کے مکان سے مزار مبارک پر چڑھایا جاتا ہے، اسکے فورا بعد ایک سبز پرچم آستانہ پر لہرایا جاتا ہے یہ گویا تقاریب عرس کے آغاز کا اعلان ہوتا ہے ایسا ہی ایک پرچم نقار خانہ پر بھی لہرایا جاتا ہے زائرین کی آمد کا سلسلہ ۱۲ تاریخ سے شروع ہو جاتا ہے۔ ۱۲ تاریخ تک زائرین مختلف چیزیں نذر کیا کرتے ہیں، کندوری یعنی فاتحہ کے بعد طعام ساکین عام کا رواج ہے، ۲۶ تاریخ کو عرس شریف کا باضابطہ روایتی انعقاد ہوتا ہے، صاحب سجادہ کے مکان سے رات دیر گئے صندل برامد ہوتا ہے، مشعلوں کی روشنی میں سامعہ نوازی کرتے ہوئے قبل نماز فجر صندل مالی کی رسم انجام پاتی ہے۔ ۲۷ تاریخ کو چراغاں کی تقریب ہوتی ہے اسی دن ۱۰ بجے تحلیل کے موقع پر فاتحہ خوانی اور ضربات رفاعیہ ہوتے ہیں ۲۸ تاریخ کو عرس کا اختتام عمل میں آتا ہے۔

یہی نہیں بلکہ سال کے بارہ مہینے دن رات ہزاروں عقید تمندوں کا اژدھام آپ کے آستانہ پر لگا رہتا ہے، جو دو ڈھائی سو سال سے برابر آج تک آپؒ کی دعاؤں سے مستفیض ہوتے رہے ہیں۔

(بحوالہ "حیات رحمت")

مکتوباتِ

حضرت قطبِ ویلور علیہ الرحمۃ

مجدد جنوب سلطان المرشدین حضرت مولانا مولوی حافظ سید شاہ عبد اللطیف قادری المعروف شاہ سید محی الدین المشہور حضرت قطبِ ویلور قدس سرہ العزیز نے اپنے مریدین ومعتقدین اور تلامذہ وخلفاء کے نام فارسی میں خطوط تحریر فرمائے ہیں جن میں کئی ایک موضوعات پر روشنی ڈالی گئی ہے چند مکتوبات کا ترجمہ ہدیۂ ناظرین ہے۔

● مترجم مولوی حافظ ابو النعمان بشیر الحقؔ ایم اے

مکتوب بنام محمد یوسف خان صاحب شروانی

سلام مسنون کے بعد۔ خاطر سعادت ذخائر پر واضح ہو کہ بتاریخ ۱۹ ربیع الثانی ۱۲۶۳ھ کا التفات نامہ باصرہ نواز ہوا۔ اور بے پایاں فرحت و مسرت بخشا۔

آپ کے دودمان عالیشان میں جس دولتِ خوشگوار کا احساس دیکھنے میں آرہاہے۔ وہ یہ ہے کہ دولت و ثروت اور غنا کے اسباب کے باوجود فقراء کے ساتھ نیاز مندی کا سلوک ہے۔ اور اس عالی مقام طبقہ کے ساتھ جو انکساری دیکھنے میں آرہی ہے۔ وہ اس طائفہ کے ساتھ محبت والفت اور اخلاص پر مبنی ہے۔ جو اس جماعت کے ساتھ محبت و مودت کی ترجمانی کر رہی ہے۔ اس گردہ کے چاہنے والوں کے لئے یہی بشارت کافی ہے۔ المرء مع من احبہ۔ آدمی کا حشر اسی کے ساتھ ہوگا جسکے ساتھ اسے محبت والفت ہوتی ہے۔ اور اس طبقہ کے ساتھ انس و تعلق رکھنے والوں کے لئے یہی خوشخبری کافی ہے۔ قوم لایشقی جلیسھم ولایخیب انیسھم ۔ یہ وہ جماعت ہے جسکی صحبت میں رہنے والا شقی اور بدبخت نہیں ہوگا اور اسکے ساتھ انس و تعلق رکھنے والا ناکام و نامراد نہیں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ تمہارے ہر کام میں خیر و برکت عطا فرمائے اور اسی ذات وحدہ لاشریک سے تمہاری سلامتی اور استقامت کی دعا ہے۔

آپ نے مطلع کیا تھا کہ میں دہی کو زہر سمجھ رہا ہوں اور اسکے استعمال سے ایک قلم مجتنب اور محترز ہوں۔ یہ بات دل کو بھلی لگی۔ اسی طرح آپ رات کے رکھے ہوئے کھانے پانی اور لیمبو، اصناف نارنج، ترشابہ، تربز، کدو، پیٹھہ سے بھی پرہیز کریں۔ اور شہد آنب سیب، بہی، شفتالو، اور سیب و بہی اور شیریں خربزہ کے مربہ سے بشرطیکہ شہد کے ساتھ نہ نکالے گئے ہوں، استعمال نہ کریں۔ اور اعصاب کو ضرر و نقصان پہنچانے والی چیزوں اور جسم پر تیل ملنے والی چیزوں سے پرہیز کریں۔ اور اعصاب کو تقویت پہنچانے والی اشیاء کا استعمال ضرور کریں۔ اور شربت گل نوماشہ شیرۂ بادیان کے ساتھ پہلے پہلے دو تولہ ٹھنڈے پانی کے ساتھ استعمال کریں۔ اور اگر فائدہ نہ پہنچے تو پانچ چھ تولہ تک بڑھالیں۔ اور اپنی مزاج کی کیفیت سے آگاہی بخشیں۔

اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ وہ ہمیں اور تمہیں اور تمام دوستوں کو پوشیدہ زہر آلود چیزوں سے اور روح کو نقصان پہنچانے والی چیزوں سے محفوظ رکھے تاکہ ہم حقیر و ذلیل دنیا کی مزخرفات سے جو دیکھنے میں حلاوت و طراوت اور لطافت و شیرین رکھتی ہے۔ بچوں کی طرح فریب اور دھوکہ نہ کھائیں اور شیطان لعین کی دلالت کی وجہ سے مباح چیز کو مشبہ کو حرام نہ سمجھ بیٹھیں۔ اور اپنے آقا و مولانا جل مجدہ کے سامنے خجل و شرمندہ نہ ہو جائیں اور توبہ اور رجوع الی اللہ اور سنت نبوی کی اتباع میں ثابت قدم

رہیں۔ اور شرعِ شریف کی منع کردہ چیزوں اور ضرر رساں بدعتوں کو سم قاتل سمجھیں۔

ہمہ اندر زمن بتو این است ! کہ تو طفلی و خانہ رنگین است اے خدائے تعالیٰ تیرے حبیب پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ میں دنیا کو ہماری نگاہوں میں حقیر و صغیر بنادے اور آخرت کو ہماری نظروں اور دلوں میں عظیم و کبیر بنادے۔

احمد خان صاحب اور بلند خان صاحب سروانی اور تمام مسلمان بھائیوں کو سلام مسنون کا ہدیہ پیش فرمائیں اور یہاں کے دوستوں اور بزرگوں کی جانب سے بھی سلام مسنون پیش کریں۔ زیادہ کیا تحریر کروں۔ اللہ تعالیٰ کی حمایت اور نصرت تمہارے ساتھ رہے۔ تم جہاں کہیں رہو۔

مکتوب بنام جعفر محی الدین صاحب خان میسوری

سلام مسنون کے بعد ! آپ کے سعادت بھرے قلب پر واضح ہو کہ فقیر کا دل گنبد سے متعلق مقدمہ کی جاننے کیلئے مائل ہے۔ اللہ تعالیٰ سے امید ہے اگر فیصلہ ہو جائے تو جو بھی کارگزاری ہوئی ہے۔ اسی جگہ میرے کانوں تک پہنچادے گا۔ ورنہ آپ مجھے تلچری میں معلوم کرائیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ شاہ برہان صاحب جنیدی بالاپوری امیدوار ہیں کہ اپنے مقصود کو راجہ صاحب سے حاصل کرلیں۔ اور آپ کی اعانتِ شریف کے خواہاں ہیں۔ مقصود حاصل نہ ہونے کی صورت میں آپ کی توجہات کریمانہ کی امید رکھتے ہیں۔ یہ بات جب فقیر کے ذہن میں رہی اس وقت اظہار کرنے کا موقعہ نہیں مل سکا اور جب فرصت کا وقت ملا تو بھول گیا۔

حدیثِ شریف میں ہے، خیر الناس من ینفع الناس۔ سب سے بہترین شخص وہ ہے جو لوگوں کو نفع پہنچائے ۔ اور دوسری حدیث میں ہے الناس عیال اللہ واحب الناس الی اللہ من احسن الی عیالہ ، مخلوق خدا کا کنبہ ہے اور خدا کے نزدیک وہ شخص زیادہ محبوب ہے جو اسکے کنبہ اور خاندان کے ساتھ احسان اور حسن سلوک کرے۔ ہر چند کہ خدا اہل و عیال نہیں رکھتا ہے لیکن جس طرح صاحب خاندان اور مالک کنبہ پر اس کے اہل و عیال کی روزی اور کفالت کی ذمہ داری ہوتی ہے۔ اس طرح خدا بھی محض اپنے فضل و کرم سے بندوں کی روزی اور مخالفت کی ذمہ داری اپنے اوپر لئے ہوئے ہے۔ اور ومامن دابۃ فی الاض الاعلی اللہ رزقھا (روئے زمین پر کوئی جاندار ایسا نہیں ہے جسکے رزق کی ذمہ داری اللہ نے اپنے اوپر نہ لی ہو) کی آیت کے مطابق مخلوق کی روزی کی ضمانت اپنے اوپر لے لی ہے اس لحاظ سے ساری مخلوق اسکے عیال کے رنگ میں

ہو گی۔ اور جو شخص کسی کے اہل و عیال کیساتھ ہمدردی اور بھلائی کرے تو وہ آدمی صاحب عیاں کے نزدیک محبوب بن جاتا ہے۔ اسی طرح مخلوق جو اللہ کے عیال کے رنگ میں ہے۔ اسکی خدمت کرنے والا بھی خدا کی نظروں میں محبوب اور پسندیدہ بن جاتا ہے۔

نیز دنیا کو آخرت کی کھیتی قرار دیا گیا ہے تاکہ زمین استعداد میں بیج ڈال دیں اور ایک دانہ سے سات سو دانے حاصل کر سکیں۔ اسی لئے فقیر بغیر کسی تکلیف کے لوگوں کو فائدہ پہنچائے اور ان کی خدمت کرنے میں آگے آگے اور پیش پیش رہتا ہے۔ اور سو دل سے خواہاں ہے کہ ثواب حاصل کرنے اور آخرت سنوارنے کے اس کام میں آپ کا شریک بن جاؤں۔

اگر آپ صلاح سمجھیں اور گنجائش پائیں تو شاہ برہان الدین جنیدی کی طرف توجہ کریمانہ فرمائیں۔ زیادہ کیا عرض کروں۔ اللہ تمہارے ساتھ ہے۔

مکتوب بنام منشی مستعان علی صاحب

سلام مسنون کے بعد ۔ خاطر شریف پر واضح ہو کہ بتاریخ ۵ ذی قعدہ کا التفات نامہ چھ تاریخ کو موصول ہوا۔ اور خیریت و کیفیت سے آگاہ و شاد کیا۔ الحمد للہ علی ذلک۔

آپ نے مکرمی سید کریم الدین احمد خان صاحب کے مزاج کی صحت اور ارسال کردہ دوا کی نفع رسانی فائدہ مندی اور مذکورہ دوا سازی اور دیگر مختلف امور سے متعلق نشاندہی کی۔ جنکے مطالعہ سے قلب کو خوشیاں حاصل ہوئیں۔

مکرمی! آپ کی طلب کردہ دوا کا نسخہ ذیل میں مرقوم ہے جسکی مالیت پچاس روپیہ سے کم ہے آپ خود وہیں بنالیں ورنہ اشیاء روانہ کردیں تو فقیر تیار کردے گا۔

ایسے امراض میں سرما کے دنوں کی صحت کا چنداں اعتبار نہیں۔ ہاں اگر یہی صحت گرما کے ایام میں بھی برقرار رہے تو غنیمت سمجھنا چاہئے مطابق بے فکر نہ ہو جائیں اور مریض کی جانب دھیان اور توجہ رکھیں اور جہاں تک ہو سکے بیمار کو رنج و غم اور غصہ سے دور رکھیں اور لذیذ و زود ہضم اور ذی عطریت و تقویت میوؤں کا استعمال کرائیں اور گرمی کی کثرت کے ایام میں صبح سویرے نیرہ تاژکہ اور شام میں قلب و جگر کو قوت دینے والا کوئی ایک مفرح استعمال کرائیں۔

حقیقی شفا دینے والی ذات وحدہ لاشریک سے دعا ہے کہ خان صاحب ممدوح کو صحت و عافیت عطا فرمائے گی۔

دوسری بات یہ ہے کہ اس مسکین کے دل میں یہ خیال آرہا ہے کہ مخالفین کی ضرر رسانی کے منصوبوں سے خان صاحب ممدوح کو کوئی ضرر و نقصان نہیں پہنچے گا بلکہ ارکان حکومت میں اور ملازمان حکومت میں نواب معلّی القاب اور خان صاحب ممدوح کا

بخت دیگر اختصاص و امتیاز کے ساتھ ظاہر اور نمایاں ہو گا۔ اور ان کے حق میں مخالفین کا اضرار، امداد کی صورت میں، اور ان کی عداوت، صداقت کی صورت میں، اور زہر، تریاق کی صورت میں نظر آرہا ہے۔

عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد۔ خمیرہ مایہ دوگاں شیشہ گر سنگ است نواب معلیٰ القاب کو طفلی اور یتیمی میں امارت و حکومت کے لئے کھڑا کر دئے ہیں اور احباب وغیرہ کے ہاتھوں سے بے کسوں کی پرورش کے لئے ان کی پرورش اور پرداخت کئے ہیں۔ اور خان صاحب ممدوح کو نواب معلیٰ القاب کی خدمت گذاری اور خیر خواہی کے لئے مقرر کئے ہیں۔ اور طاقتوں مزاحموں کو رفع کرنے کے لئے تعین کئے ہیں۔

اگر کسی کو اس فقیر سے احوال بخت کے مسئلہ میں باور اور یقین نہ آئے تو اسکو چاہئے کہ فتوحات اور ہمعات ملاحظہ کرے بہر کیف دشمنوں کے شر و فساد سے بے فکر رہنا احتیاط سے دور اور غیر مستحسن بات ہو گی اور باری تعالیٰ کے جناب میں دعا کرنا اور آہوزاری کرنا بندگی کے لائق اور مستحسن بات ہو گی۔

خان صاحب ممدوح کو چاہئے کہ اس درودِ شریف کو متعین یا غیر متعین وقت میں زمان متصل یا متفرق میں روزانہ ایک سو ایک مرتبہ باوضو یا بے وضو حضور قلب کے ساتھ پڑھیں بہتر اور افضل یہ ہے کہ اس درودِ شریف کو باوضو ہی پڑھنے کی کوشش کریں۔ یہ درود مصائب کو دور کرنے اور مقاصد کو حاصل کرنے میں مجرب اور مفید ہے اللهم صلی علی محمد اله صلوة تحل یها العقدو تفرح بها الکرب .

آپ نے اپنے صاحبزادوں کے حق میں دُعا کی بات کہی ہے۔ یہ تو محبّ زادگان ہیں لہذا ضرور دعا کا اہتمام کروں گا۔ امید ہے کہ ان کے استعداد کی بیج ضائع نہیں ہو گی اور ان کی صلاحیت کا جوہر قوت سے فعل کے دائرہ میں رونما ہو جائیگا۔ گندم جو ز جو گندم۔ گندم سے جو اور جو سے گندم کی پیداوار نہیں ہوتی ہے۔

حضرت باری تعالیٰ سے امیدوار ہوں کہ ہمیں، تمہیں۔ اور تمام دوستوں اور مسلمانوں کو توفیق عطا فرمائے گا کہ بے دیر اور بے مہلت اور بے باقی لذتوں اور چکنی چٹی اور میٹھی غذاؤں اور پراگندہ ©ت، رنگین و منقش لباسوں عزت و وجاہت کی طلب اور شان و شوکت کی محبت سے فریب نہیں کھائیں گے۔

اللہ تعالیٰ کی محبت و الفت کی بو باس اپنے دل و دماغ میں پہنچائیں گے۔ اور یہ مختصر سی دنیا جو قبر میں ساتھ آنے والی نہیں ہے۔ اسکی گرفتاریوں اور الجھنوں میں پھنس نہ جائیں گے اور صورت کی یاد آخرت کے احوال کو اپنے پیشِ نظر رکھیں گے اصل کام تو یہی ہے۔ اسکے علاوہ سب بیکار ہے۔ زیادہ کیا عرض کروں اللہ تعالیٰ کی نصرت و تائید تمہارے ساتھ رہے تم جہاں کہیں رہو۔

انشائے لطف الٰہی

☆مصنف : زبدۃ العارفین حضرت مولانا مولوی سید شاہ عبداللطیف قادری ذوقیؔ ویلوری علیہ الرحمہ
مترجم : مولوی حافظ ابو النعمان بشیر الحق ایم۔اے

حضرتِ ذوقی ویلوری علیہ الرحمہ نے یہ فارسی کتاب ۱۲۵۸ھ میں تصنیف کی ہے اور خود اپنے قلم سے اس کی کتابت کی ہے اور وہی نسخہ مترجم کے پیشِ نظر رہا۔ یہ کتاب رقعات کی شکل میں ہے اور ایک سو پچیس رقعات پر مشتمل ہے اور مختلف و متنوع موضوعات کو گھیری ہوئی ہے اہل علم سے یہ حقیقت پوشیدہ نہیں کہ ترجمہ کا کام کس قدر دشوار اور مشکل ہے بلخصوص کسی قلمی مخطوطہ کا ترجمہ تو اور بھی دشوار گذار مرحلہ ہے بہت ممکن ہے کہ فارسی عبارت کے پڑھنے، سمجھنے اور اس کا مفہوم ادا کرنے میں مترجم سے خطا ہوئی ہو لہذا قارئین کرام سے التماس ہے کہ جہاں کہیں کوئی خامی محسوس کریں تو مترجم کو مطلع فرمائیں انشائے لطف الٰہی سے منتخب رقعات کا ترجمہ متن کے ساتھ پیش کیا جارہا ہے ۔

رقعہ ۱۱۸
دربیان حال خود از طفلے تا ایں وقت

محب من!

فقیر تا مدت شش سال اصلا حرف آشنا نبود، و در عمر نہ سالگی حرف آشنا شدہ، و شروع گفتنی شعر نمودہ، و در آن مدت ایں مصرع اولا از زبان فقیر بر آمد ؎ در کعبہ دل صاحب مقبول در آمد

حضرت ما آنرا مصرع ثانی گفتہ غزل کردند مصرع ثانی انیست ؎ صد شکر کہ آن دولت مامول در آمد

وایں بیت نیز ہمدر آں مدت گفتہ بود ؎

گفت تو نکر با مردے یک استردہ با دریش گفتا باید دیر لبے کفتا کن آ نجملہ پیش

و در آن مدت فقیر چنداں ابیات یاد میداشت کہ دہ کس در بیت بحثے فقیر را مات نمی توانستند کرد۔

در آن سال حضرت قبلہ گاہی و فقیر و برادر فقیر سید علی محمد و صاحبزادہ احمد صاحب و ابوبکر صاحب را گرفتہ برائے زیارت ناصر صاحب کہ حالا مرقد شریف ایشان دررانی پیٹ است، رفتند، بتعظیم تمام پیش آمدند، وپیش خود بنشاتند فقیر درجناب ایشاں عرض کرد کہ کم ترین امیدوار زیادت علم است، فرمودند اشما در علم از ہمہ زیادہ وحال آنکہ فقیر را دراں وقت از علم خبر بنودہ و بعض رفقا نسخ مستعددہ خواند بودند۔

الحاصل تا عمر یا نزدہ سال ہمبریں حال بود، چون یا نزدہ سالہ شد در صدر تعلم کشتی وفنون تیراندازی مشغول شد سالے دران اہتمام تمام ورزید، چون شانزدہ سالہ شد در خدمت حافظ غلام حسین رفتہ علم عربی شروع کرد۔ وتا مصباح بخواند، اما بسبب تساھل وتغافل ہیچ بہرہ یاب نگر دید۔ لاجرم ترک درس کردہ، خواست کہ کتب فارسیہ شروع نماید۔

دران ایام شبے در معاملہ دید کہ کسے با فقیر می گوید کہ با حضرت شیخ نظامی گنجوی رحمۃ اللہ علیہ ملاقات نمودید، فقیر گفت شیخ کجاست، گفت فلان درخیمہ نشستہ است، وپیش آن خیمہ برد، حالے کہ فقیر خیمہ را بدید، درون خیمہ بدوید، شیخ را دید کہ درخیمہ نشر الیست و چہرہ مبارک او چون آفتاب می درخشید بتقبیل اقدام شریفش اقدام بر کردہ پیش روئے مبارک شیخ بنشت، وشیخ بجانب فقیر می دید، و تبسم می نمود، وفقیر در دل گفت، شیخ در زماں ماحاضر است، چرا شرف نامہ ازو درست نکنم، واز مشکلات ابیات آں ازو نپرسم۔

ہمبریں حال بیدار شد، علی الصباح ایں معاملہ پیش حضرت قبلہ گاہی بیان کرد۔ فرمودند، شما شرف نامہ بخوانید، فقیر ہماں وقت شروع نمودہ بسبب اعانت شیخ ہر روز سبق از صد بیت زیادہ می گرفت، وباآن زیادتی سبق تاحال فقیر را از براست،

در چند روز سکندر نامہ با تمام رسانیدہ خسرو شیرین، "شروع نمود، بعدازان، مخزن اسرار، وقران السعدین، و تحفہ العراقین، بخواند، وبعد ازان قصائد خاقانی شروع نمود، درسال امواد حاضر پیدا کرد۔

من بعد دیگر بار بتعلم علم عربی از استاذی مولانا محمد عظیم الدین سلمہ اللہ تعالی مشغول گردید۔ در نحو شرح ملا جامی بخواند ودر منطق تامیر قطبی، ہمیقدر علم فقیر را اعانت نمودہ بجائے رسانید کہ از گفتنی دنوشتنی بیرون است، واین ہمہ تحصیل علم در عمر بیست و دو سالگی بودہ، وہمدران ایام فقیر چہار کتاب خمسہ تصنیف کردہ، فی الجملہ فقیر را قوت استنباط من عند اللہ است نہ از مواد ظاہر۔ الحمد اللہ علی ما انعم وعلم من البیان مالم نعلم والصلوت علی بنیہ خیر الانام واصحابہ العظام۔ والسلام۔

رقعہ ۱۱۸
عہد طفولیت سے لے کر کتاب ہذا کی تصنیف کے وقت تک کی سرگذشت

محب من!

فقیر اپنی عمر کے چھ سال تک حرف آشنا نہ تھا، عمر کے نویں سال میری تعلیم کی ابتداء ہوئی اور اسی زمانہ میں شعر کہنا شروع کیا۔ اور فقیر کی زبان سے جو اولین مصرع صادر ہوا۔ وہ یہ تھا۔ ؎

در کعبہ دل صاحب مقبول در آمد

ہمارے والد ماجد نے یہ ثانی مصرع موزوں فرمایا اور غزل تیار فرمائی ؎

صد شکر کہ آن دولت مامول در آمد

فقیر نے اسی زمانے میں درج ذیل بیت بھی کہا۔ اسی زمانے میں فقیر کو بے حساب ابیات یاد ہوگئے۔ بیت گوئی اور کسی بھی بحث میں دس دس آدمی مل کر بھی فقیر کو مات نہیں کرسکتے تھے۔ اسی سال یہ فقیر اور والد ماجد، اور فقیر کے بردار محترم فقیر سید علی محمد اور صاحبزادہ احمد صاحب اور ابوبکر صاحب، حضرت ناصر صاحب کی زیارت و ملاقات کیلئے گئے۔ جنکی مزار رانی پیٹ میں ہے۔ حضرت موصوف ہمارے ساتھ انتہائی تعظیم و تکریم کے ساتھ پیش آئے۔ اور آپ نے مجھے اپنے روبرو بٹھالیا۔ فقیر نے عرض کیا۔ یہ کم ترین علم کی زیادتی کا امیدوار ہے۔ فرمایا آپ علم میں تمام سے فائق اور سر بلند ہوجائیں گے حالانکہ اس وقت فقیر کو علم وفن سے کوئی لگاؤ نہ تھا اور بعض رفقاء مختلف علوم و فنون کی کتب متداولہ پڑھ چکے تھے۔

غرض عمر کے پندرہویں سال تک علم و فن سے بے گانگی و بے توجہی کی فضاء قائم رہی۔ جب پندرہ سال مکمل ہوگئے

تو کشتی اور تیر اندازی کے فنون سیکھنے میں مشغول ہوگیا اور یہ پورا سال اسی ذوق و شوق کی نذر ہوگیا۔ جب سترہواں سال شروع ہوا تو مولانا حافظ غلام حسین کی خدمت میں جا پہنچا اور آپ سے عربی زبان کی تعلیم شروع کیا۔ آپ کے پاس میری تعلیم صرف مصباح تک ہوئی اور درس و تدریس کا یہ سلسلہ منقطع ہوگیا اور اپنی غفلت و سستی کے باعث کوئی خاص علمی فائدہ حاصل نہ کرسکا۔

اسکے بعد فارسی کتابیں پڑھنے کا شوق وجذبہ دل میں ابھر آیا۔ ان ہی دنوں میں ایک شب خواب دیکھا کہ کوئی شخص فقیر سے کہہ رہا ہے کہ حضرت شیخ نظامی گنجوی سے ملاقات کیجئے۔ فقیر نے کہا۔ شیخ کہاں ہیں۔ کہا۔ فلاں خیمہ میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ فقیر نے خیمہ دیکھا تو بڑی تیزی کے ساتھ خیمہ کی طرف چل پڑا اور اندر داخل ہوا تو شیخ کو موجود پایا۔ آپ کا چہرہ مبارک آفتاب کی مانند روشن تھا۔ قدم بوسی کا شرف حاصل کرتے ہوئے آپ کے روبرو بیٹھ گیا۔ آپ میری جانب دیکھکر مسکرا رہے تھے۔ میرے دل میں خیال آیا کہ اس وقت شیخ موجود ہیں۔ کیوں نہ آپ ہی سے شرف نامہ کا درس لیا جائے اور اسکے ابیات کی مشکلات انہی سے نہ پوچھ لیا جائے۔

اسی اثناء میں میری آنکھیں کھل گئیں اور میں علی الصباح اپنے والد ماجد سے یہ خواب بیان کیا۔ تو فرمایا۔ تم شرف نامہ پڑھنا شروع کردو۔ چنانچہ فقیر اسی وقت "شرف نامہ" شروع کردیا اور شیخ کے روحانی تصرف اور اعانت کی برکت سے ہر روز سو بیت سے زیادہ سبق لیا کرتا تھا اور آج تک بھی فقیر کو سبق کی زیادتی ازبر ہے۔

اس واقعہ کے بعد "سکندر نامہ" ہی دنوں میں پڑھ لیا۔ پھر "خسرو شیرین" شروع کیا۔ اسکے بعد "مخزان اسرار" "قران العیدین" "تحفہ العراقین" پڑھا پھر قصائد خاقانی" شروع کیا اور ایک ہی سال میں فارسی ادب کی کتب متداولہ پر عبور اور دسترس حاصل کرلیا۔

اسکے بعد پھر دوبارہ عربی تعلیم کی جانب مشغول ہوا اور استاذ محترم مولانا محمد عظیم الدین سلمہ اللہ سے استفادہ کیا اور نحو میں "شرح ملاجامی" اور منطق میں "قطبی" تک کی تعلیم حاصل کیا۔

تعلیم و تعلم اور تدریس کا سلسلہ اسی قدر رہا لیکن آپکی صحبت کی تاثیر و برکت کے باعث عربی زبان و ادب پر غیر معمولی دسترس حاصل ہوگئی جو تحریر سے باہر ہے۔ فارسی و عربی ادب اور دیگر علوم کی تحصیل و تکمیل بائیس سال کی عمر میں ہوگئی اور فقیر اس زمانے میں چار کتاب "خمسہ" تصنیف کیا۔

حاصل کلام! فقیر کو علم وفن اور فضل و کمال اور استنباط کی قوت و صلاحیت منجانب اللہ عطا ہوگی ہے اور اس میں کسب و ریاضت اور ظاہری مواد کا کوئی حصہ نہیں۔ الحمد اللہ علی ذالک۔

رقعہ ۱۱۳
در بعض مبشرات

محب من!

کتاب فصوص الحکم فقیر را از جائے بدست آمد، فقیر ہر چند مطالعہ کرد۔ ہیچ کشودے روے ننمود، ودست فقیر از چہرہ مخدرات معانی آن نقاب نتوانست ربود۔ ہمدراں ایام فقیر حضرت شیخ محی الدین علی عربی را در حالہ دید کہ برائے ملاقات حضرت ما آمدہ اند، ودرپیش حضرت ما با ادب تمام نشستہ، ایشاں حضرت مارا حضرت حضرت می گونید، وحضرت ماریشاں را صاحب صاحب می گونید حضرت شیخ محی الدین باحضرت ما گفتند۔ حضرت صفائی دل نیز مطلوب است حضرت ما فرمودند۔ صاحب این نیز مارا از مرشدان ما رسیدہ، وذکر یا ہو کردند حضرت شیخ فرمودند، این بسیار تادر تراست، بعدازان فقیر بیدار شد وباز بمطالعہ خصوص الحکم پرداخت۔ بہر مشکلے کہ رسید بحل آن راہ یافت۔ الحمد اللہ رب العلمین۔

ولپوشید نماند کہ کتاب، خزینہ صاحب کتاب است، وبے اجازت صاحب خزینہ حصول خزینہ متعر بل متعذر، ولھذا آنانکہ محرم اسرار الٰہی نیستند، از مطالعہ کتب در مہالک می افتند، وگمراہ شوند۔ وبرائے ایں اہل بصیرت تبرک مطالعہ کتب صوفیہ تاکید فرمود، زیادہ توفیق رفیق باد۔

رقعہ ۱۱۳
شیخ ابن عربی کو خواب میں دیکھنا اور فیض پانا

محب من!

فقیر کو ایک جگہ سے فصوص الحکم "دستیاب ہوئی تو اسکا مطالعہ کیا۔ لیکن اسکے معانی اور مطالب مجھ پر واضح نہ ہوسکے۔ اسی دوران شیخ ابن عربی کو خواب میں دیکھا۔ آپ ہمارے حضرت (والد ماجد) کی ملاقات کیلئے تشریف لائے ہیں اور ہمارے حضرت کے سامنے انتہائی ادب اور احترام کے ساتھ بیٹھے ہوئے ہیں اور ہمارے حضرت کو حضرت کہہ کر خطاب فرمارہے ہیں اور ہمارے حضرت انہیں صاحب صاحب فرمارہے ہیں۔

شیخ ابن عربی نے ہمارے حضرت سے عرض کیا۔ حضرت! صفائی قلب مطلوب ہے۔ ہمارے حضرت نے فرمایا۔ صاحب! ہمیں یہ نعمت ہمارے مرشدین کرام سے حاصل ہوئی ہے۔ اور ہمیں ذکر "یا ہو" سے عطا فرمایا ہے۔ شیخ ابن

عربی نے عرض کیا یہ تو بہت ہی نادر ہے۔

اسکے بعد فقیر نیند سے بیدار ہوگیا اور پھر سے کتاب "خصوص الحکم" مطالعہ کرنے لگا تو تمام مشکلات اور استکالات خود بخود حل ہوتے چلے گئے۔ الحمد اللہ رب العلمین۔

آپ سے یہ راز پوشیدہ نہ رہے کہ تصنیف مصنف کا خزانہ ہے اور صاحب خزانہ کی مرضی اور اجازت کے بغیر خزانہ کا حاصل کرنا انتہائی دشوار اور مشکل ہے۔

صاحب کتاب سے استفادہ نہایت ضروری اور مفید ہے اور جو اشخاص اسرار الٰہی کے محرم اور رموز تصوف سے آشنا نہیں ہیں، وہ صوفیہ کی کتابوں کے مطالعہ سے ہیں شکوک و شبہات اور مہالک و خطرات میں گرفتار ہوجاتے ہیں اور گمراہی وضلالت کے بھنور میں پھنس جاتے ہیں۔

اسی لئے حضرات اہل بصیرت نے تصوف سے بیگانہ اور نا آشنا لوگوں کو صوفیہ کی کتابوں کے مطالعہ کرنے سے سختی کے ساتھ منع فرمایا ہے۔

زیادہ کیا تحریر کروں۔ اللہ تعالی آپ کو رفیق کی توفیق عطا فرمائے۔

رقعہ ۱۱۰
در بعض حالات خود نوشتہ

محب من! فقیر از گرفتن خلافت می ترسید اگرچہ حضرت ما خواہش این امری داشتنت شبے درخواب حضرت شیخ الکل رضی اللہ عنہ دارضاہ عناد لا تحرمنا من برکاتہ۔ کہ برصورت حضرت مادید کہ بافقیر می فرمائید گرشما خلافت بگیرید فقیر عرض کرد۔ کم ترین درخود لیاقت این امرنمی بیند، خلافت امر عظیم است، واین عاصی غرق دریائے معاصی چہ نسبت خاک را باتاج افلاک، فرمودند مانوشتہ می دہیم کہ از شما گناہ صادر نشود، کم ترین عرض کرد۔ چون تائید حضرت شامل حال است، غلام بسرو چشم قبول کرد۔ وبیدارشد۔ واللہ علی ذلک شہید۔ والسلام۔

رقعہ ۱۱۰
خواب میں اعطائے خلافت

محب من!
فقیر خلافت حاصل کرنے سے خوف کھا رہا تھا اگرچہ کہ ہمارے حضرت (والد ماجد) کی خواہش تھی کہ میں خلافت سے بہرہ ور ہو جاؤں۔
میں نے ایک شب خواب میں حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ کو ہمارے حضرت کی صورت میں دیکھا۔ مجھ سے فرمارہے ہیں۔ آپ خلافت لے لیجئے۔ فقیر نے عرض کیا۔ خلافت تو ایک امر عظیم ہے اور یہ کم ترین اپنے اندر اس منصب کی لیاقت نہیں پارہا ہے۔ اور گناہوں کے سمندر میں ڈوبا ہوا یہ گناہ گار۔ کیا نسبت سے خاک کو تاج افلاک کے ساتھ۔
چہ نسبت خاک را با تاج افلاک ہیں۔ ارشاد فرمایا ہم تمہیں یقین دلاتے ہیں تم سے گناہ صادر نہیں ہونگے انشاء اللہ کم ترین نے عرض کیا۔ جب آپ کی تائید شامل حال ہے تو غلام نے خلافت کو بسر وچشم قبول کیا۔
اسکے بعد میری آنکھیں کھل گئیں۔ واللہ علی ذلک شھید۔

رقعہ ۲۳
در ذکر تصنیف کتبے کہ دریں عمر سی و سہ سال بوقوع آمد، نوشتہ

محبا!
فقیر کتبے کہ تصنیف کردہ است، آسامی آں در فہرست سطور است، آنچہ یاد می آید نوشتہ می شود۔
اول : ہدیۃ الاخیار است کہ در تتبع مخزن الاسرار گفتہ، وابیات آن از سہ ہزار متجاوز است۔
دوم : عشق نامہ۔ کہ قصد چند بدن مہیارست وابیات آن زیادہ از دو ہزار۔ چنانچہ در آن کتاب اشارہ نیز بتعدد ابیات کردہ ؎
سمر قند این کتاب و قند بیت است چون بشمارے دو الف و چند بیت است۔
سوم : چمن محبت کہ قصہ عینہ دریاست، وابیات آن قریب سہ ہزار ست
چہارم : چار فصل کہ قصد کیوان شاہ است وابیات آن نیز قریب سہ ہزار

پنجم : معجز مصطفیٰ وابیات آن قریب ہفت ہزارد آن نظم مدراج النبوۃ است۔
ششم : نظم معارج النبوۃ کہ ابیات آن قریب شش ہزار است
ہفتم : نظم تذکرۃ الاولیاء کہ ابیات آن زیادہ از چہار ہزار است
ہشتم : تذکرہ اولیاء سلاسل
نہم تعداد الشھور کہ ابیات آن سہ ہزار است
دہم : در ثمین کہ ابیات آن یکہزاد یک صداست و در چہار روز آنرا تصنیف کردہ اشارہ نیز بدین کردہ۔
چار روز اند آں طبق لولو ریختم تا کہ جملہ شد مملو
یازدہم : قصاید قدیم کہ ابیات آن پنج ہزار است
دوازدہم : دیوان قدیم کہ ابیات آن ہفت ہزار است
سیزدہم : مجموعہ رباعیات کہ قریب دو ہزار است
چہاردہم : قصائد و رباعیات کہ درین ایام انشاکردہ۔ ابیات آن قریب دو ہزار است
پانزدہم : علیما کہ ابیات آن از دو صد متجاوز است
شانزدہم : حکیما کہ در ایام سابق گفتہ بود، وابیات آن سہ صد و شفت است
ہفدہم : تادیب کہ ابیات از صہد متجاوز است
ہشژدھم : طالع کہ ابیات آن قریب ہشتاد است
نوزدہم : جواہرستان در تیغ نگارستان کہ ابیات آن زیادہ از چہار ہزار است
بیستم : احسن الاسلوب کہ ابیات آن قریب سہ ہزار است
بست ویکم : انشائے قادری کہ ابیات آن زیادہ از سہ ہزار است
سبت و دوم : انشائے باقری کہ ابیات آن چہار ہزار است
بیست وسوم : روضۃ الخلان کہ ابیات آن قریب دو ہزار است
بیست وچہارم : تصفیۃ الاذہان کہ قریب یک جزاست
بیست وپنجم : نواقض الروافض کہ قریب دو جزاست
بیست وششم : مختصر التحریر کہ در علم عروض است، وآن نیز قریب یک جزاست

بیست وہفتم : زین اللغت کہ منتخب فرہنگ جہانگیراست ابیات آن قریب سہ ہزار است

بیست وہشتم : اصطلاحات الشعراء کہ قریب چہار جزاست

بیست ونہم : غرائب اللغات کہ ہم لفظ لغت وہم تفسیر آن، غیر منقوط اواست، آنرا مسمی بہ درد نمودہ

سیم : جامع عجائب کہ نیز درلغت است، والفاظ لغت وتفسیر لغت درآن موصلت وحرفے جدا نسیت

سی ویکم : شرح عبد اللہ یزدی کہ قریب دو ہزار بیت است

سی ودویم : اکبر کہ در علم منطق تصنیف کردہ

سی وسوم وسی وچہارم : دو متن کہ در علم منطق نوشتہ، وغیر این کتب مذکورہ کتبے کہ مدون شدہ، یاد نیست، در فہرست دیدہ خواہد نوشت، انشاء اللہ تعالیٰ، والسلام

رقعہ ۲۳

درذکر تصانیف

یہ رقعہ ان تصانیف کے ذکر وتفصیل پر مشتمل ہے جو مصنف علیہ الرحمہ کی عمر کے ۳۳ ویں سال میں لکھی گئیں۔

محب من!

فقیر کے قلم سے جو کتابیں معرض وجود میں آئیں۔ انکے نام ایک فہرست میں درج ہیں۔ جو یاد آجائیں۔ انکے نام یہاں تحریر کررہا ہوں۔

۱۔ ہدیۃ الاخیار : یہ کتاب مخزن الاسرار کے نہج پر لکھی گئی ہے اور اس کے ابیات (اشعار) تین ہزار سے متجاوز ہیں۔

۲۔ عشق نامہ : اس میں چندر بدن مہیار کی داستان بیان کی گئی ہے اور اسکے ابیات دو ہزار سے زیادہ ہیں۔ کتاب میں ابیات کی تعداد سے متعلق بھی صراحت کی گئی ہے۔ چون بشمارے دوالف وچند بیت است۔

۳۔ چمن محبت : اسمیں عینیہ اور ریا کی داستان عشق بیان کی گئی ہے اور اسکے ابیات تین ہزار ہیں۔

۴۔ چار فصل : اس میں قصہ کیوان شاہ کو نظم کیا گیا ہے اسکے ابیات بھی تین ہزار ہیں۔

۵۔ معجز مصطفیٰ : کتاب مدارج النبوۃ کو نظم کے قالب میں ڈھالا گیا ہے اسکے ابیات سات ہزار ہیں۔

۶۔ نظم معارج النبوۃ : یہ کتاب تقریبا چھ ہزار ابیات پر مشتمل ہے۔

۷۔	نظم تذکرۃ الاولیاء	:	اسکے ابیات چار ہزار سے زیادہ ہیں۔
۸۔	تذکرۃ اولیاء سلاسل	:	دو ہزار ابیات پر مشتمل ہے۔
۹۔	تعداد الشہور	:	اسکے ابیات تین ہزار ہیں۔
۱۰۔	در ثمین	:	اسکے ابیات گیارہ سو ہیں۔ اور یہ کتاب چار دن میں مکمل ہوگی۔
۱۱۔	قصائد قدیم	:	یہ کتاب پانچ ہزار ابیات پر پھیلی ہوئی ھ
۱۲۔	دیوان قدیم	:	یہ دیوان سات ہزار ابیات پر مشتمل ہے
۱۳۔	مجموعہ رباعیات	:	تقریبا دو ہزار رباعیات ہیں
۱۴۔	قصائد و رباعیات	:	دو ہزار ابیات پر مشتمل ہیں
۱۵۔	علیما	:	اسکے ابیات دو سو سے متجاوز ہیں
۱۶۔	حکیما	:	اسکے ابیات تین سو ساٹھ ہیں
۱۷۔	تادیب	:	اسکے ابیات سو سے متجاوز ہیں
۱۸۔	طالع	:	اسی ابیات پر مشتمل ہے۔
۱۹۔	جواہر ستان در تیغ نگارستان	:	اسکے ابیات چار ہزار ہیں۔
۲۰۔	احسن الاسلوب	:	تین ہزار ابیات پر مشتمل ہے
۲۱۔	افشائے قادری	:	تین ہزار سے زیادہ ابیات ہیں
۲۲۔	افشائے باقری	:	چار ہزار ابیات پر مشتمل ہے۔
۲۳۔	روضۃ الخلان	:	اسکے ابیات دو ہزار ہیں۔
۲۴۔	تصفیہ الاذھان	:	ایک جلد پر مشتمل ہے۔
۲۵۔	نواقص الرواقض	:	دو جلدوں پر مشتمل ہے۔
۲۶۔	مختصر التحریر	:	یہ بھی ایک جلد ہے علم عروض میں لکھی گئی ہے۔
۲۷۔	زین اللغت	:	فرہنگ جہانگیر کا انتخاب ہے۔ اسکے ابیات تین ہزار کے قریب ہیں۔
۲۸۔	اصطلاحات الشعراء	:	اسکی چار جلدیں ہیں۔
۲۹۔	غرائب اللغات	:	لغت کا لفظ اور اسکی تفسیر غیر منقوط ہے۔ اور اسکا نام درد کھا گیا ہے۔

۳۰۔ جامع عجائب : یہ کتاب بھی لغت میں ہے۔

۳۱۔ شرح عبد الہ بزدی : یہ کتاب دو ہزار بیت پر مشتمل ہے

۳۲۔ اکبر : فن منطق میں تصنیف کی گئی ہے۔

۳۳۔ اور ۳۴ : دو متن۔ ان دو کتابوں کا موضوع بھی منطق ہے

مذکورہ کتابوں کے علاوہ اور بھی کئی کتابیں تصنیف ہوئی ہیں۔ اس وقت انکے نام یاد نہیں آرہے ہیں۔ انشاء اللہ فہرست دیکھنے کے بعد لکھوں گا۔ والسلام۔

رقعہ ۶۱

در قاعدہ قرآن خواندن

محب من!

قاعدہ ختم قرآن مجید آنست کہ روز جمعہ از فاتحہ شروع کردہ بر سورہ مائدہ وقف کنند۔

وازانجا شروع کردہ بسورہ یونس وقف کنند۔۔ واز آنجا شروع کردہ بسورہ بنی اسرائیل وقف کنند

واز آنجا شروع کردہ بسورہ شعراء وقف کنند۔۔ واز آنجا شروع کردہ بسورہ والصافات وقف کنند

واز آنجا شروع کردہ بسورہ قاف وقف کنند۔۔ واز آنجا شروع کردہ ختم قرآن روز پنجشنبہ کنند

رقعہ ۶۱

ختم قرآن کا قاعدہ

محب من!

ختم قرآن کا قاعدہ یہ ہے کہ جمعہ کے روز سورۃ فاتحہ سے شروع کریں اور سورہ مائدہ پر وقف کریں۔

پھر یہاں سے ہفتہ کے روز شروع کریں اور سورۃ یونس پر وقف کریں۔

پھر یہاں سے اتوار کے روز شروع کریں اور سورۃ بنی اسرائیل پر وقف کریں۔

پھر یہاں سے پیر کے روز شروع کریں اور سورۃ شعراء پر وقف کریں۔

پھر یہاں سے منگل کے روز شروع کریں اور سورۃ الصافات پر وقف کریں۔

پھر یہاں سے چہار شنبہ کے روز شروع کریں اور سورۃ قاف پر وقف کریں۔

پھر یہاں سے جمعرات کے روز شروع کریں اور اس دن قرآن ختم کردیں۔

رقعہ ۵۶

در تعداد سور و آیات قرآنی و حروف آن و اعراب

محب من!

بقول اصح، سور قرآنی صد و چہاردہ (۱۱۴) است، و اجزائے او سی (۳۰) و آیات بابرکات او بقولے شش ہزار وسی و پنج (۶۰۳۵) است و کلمات او ہفتاد و ہفت ہزار وہفت صد (۷۷۷۰۰) است، و حروف او سہ لک و یک ہزار و شش صد و نود (۳۰۱۶۹۰) است۔

و بقولے جملہ قرآن شش ہزار و شش صد و شصت و شش (۶۶۶۶) آیت است، یک ہزار (۱۰۰۰) امر و یک ہزار، (۱۰۰۰) نہی و یک ہزار (۱۰۰۰) قصص، و پانصد (۵۰۰) حلال و حرام، و صد (۱۰۰) دعا، و یک ہزار (۱۰۰۰) وعد و یک ہزار (۱۰۰۰) وعید و یک ہزار (۱۰۰۰) عبرت، و شش و شش (۶۶) ناسخ و منسوخ

اما آیات فاتحہ معہ تسمیہ ہفت (۷) است، و کلمات او بیست و نہ (۲۹) است، و حروف صد و چہار دو (۱۴۲) است، و درین سورۃ نہ (۹) ناسخ او است، و نہ (۹) منسوخ۔

و بقولے آیات قرآن ہزار (۱۰۰۰) ازان در توحید است، و ہزار (۱۰۰۰) در نماز، و ششصد (۶۰۰) در زکوۃ، و یک صد و شصت (۱۶۰) در صدقہ، و یک ہزار در ایمان، و چہار صد (۴۰۰) در حیض، و یک صد (۱۰۰) در نکاح، و یک ہزار و بست (۱۰۲۰) در تجارت، و ہفتاد (۷۰) در رضاع، و یک صد و ہژدہ (۱۱۸) در جہاد، و یک صد شت و در دزدی و چہل و یک (۱۴۱) در قتل، و یک صد و نوزدہ (۱۱۹) در زنا، و یک صد و چہل و دو (۱۴۲) در عتاق، و ہفصد و ہفدہ (۷۱۷) در فرائض۔

پس مجموع آن شش ہزار و دو صد و ہفدہ (۶۲۱۷) آیت میشود واللہ اعلم بالصواب۔

و شمس الائمہ در امالی آوردہ است کہ ہزار (۱۰۰۰) آیت از قرآن حکم و فرمان است امتثال باید نمود، و ہزار (۱۰۰۰) آیت نہی او است۔ و ہزار آیت (۱۰۰۰) مشتمل عبرتہا و پندھا و مثل ھا۔

و ہزار (۱۰۰۰) آیت حکمہا و قصہ ہا و خبرہا است۔

و صد (۱۰۰) آیت در عذر خطبات است۔ و صد (۱۰۰) آیت در اد کار و دعوات است، و سی و پنج (۳۵) آیت متفرقات است کہ در ہر ایک ازان صد ہزار نکات است۔

و کلمات قرآنی ہفتاد و ہفت ہزار و چہار صد و ہشتاد و نہ (۷۷۴۸۹) است۔ اقصر کلمات دو حرف بود مثل۔ من و عن۔ و یک حرف نیز بود مثل ہمزاہ استفہام و واد عطف۔ اما چوں مفردات در تلفظ در نمی آیند اعتبار نکردہ۔ و اطول

کلمات دہ حرف بود چوں **لیستخلفنھم** ویازدہ نیز چون فاسقیناکموہ۔
وازیں زیادہ بنود۔ بلکہ این کلمہ رانیز دہ گیرند۔ جہت آنکہ ہمزہ تبلفظ نمی آید۔ فلیستجوالی نیز یازدہ حرف است۔
ودرحروف قرآن عدد الف از ہمہ زیادہ تراست، وعدد ظا ازہمہ کم تر۔ زیراکہ عدد الف چہل وہشت ہزار وہشصد (۴۸۸۰۰) باشد۔ وہیچ حرف بایں عدد نرست وعدد حرف ظاہشتصد وچہل ودو (۸۴۲) است۔ وہیچ حرف ازین کم تر نیست۔
واز حروف قرآنی یک لک و دو ہزار سشیصد و منجاہ وہفت (۱۰۲۳۵۷) حرف منقوطاست، وباقی غیر منقوط۔
واز حروف منقوط شست وسہزار وسی صد و نودو ہفت (۶۳۳۹۷) حروف یک نقطہ دارد۔
وچہار دہ ہزار و چہار صد وہفتار وسہ (۱۴۴۷۳) تحتانی۔ وباقی فوقانی۔
وچہل و دوہزار ونہ وسی ویک (۴۲۹۳۱) حرف دو نقطہ دادر، وہفدہ ہزار دوازدہ (۱۷۰۱۲) فوقانی۔ باقی تحتانی۔
وسہ ہزار ویانصد و بیست ونہ (۳۵۲۹) حرف سہ نقطہ دارد، تمامی نقاط یک لک وہشت ہزار وسی صد وچہل وشش (۱۶۰۳۴۶) است۔
وحرکات ثلث یعنی زبر، زیر پیش در مصحف مجید یک لک وسی وہفت ہزار وشتصد وسی وسہ (۱۳۷۶۳۳) است۔
وچہار دہ ہزار (۱۴۰۰۰) مداست و بیست ہزار وسی صد (۲۰۳۰۰) تشدید است۔ واللہ اعلم بالصواب۔

رقعہ ۵۶

قرآن کریم کی سورتوں، آیتوں، حروف اور اعراب کی تعداد

محب من!
صحیح ترین قول کے مطابق قرآن کریم کی سورتیں ایک سو چودہ (۱۱۴) ہیں۔ اور اسکے پارے تیس (۳۰) ہیں، اور اسکی بابرکات آیات چھ ہزار پینتیس (۶۰۳۵) ہیں۔ اور اسکے کلمات ستتر ہزار سات سو (۷۷۷۰۰) ہیں اور اسکے حروف تین لاکھ ایک ہزار چھ سو نود (۳۰۱۶۹۰) ہیں۔
ایک قول کے مطابق قرآن کریم کی جملہ آیات چھ ہزار چھ سو چھیسٹ (۶۶۶۶) ہیں ایک ہزار (۱۰۰۰) آیات اوامر ہیں اور ایک ہزار (۱۰۰۰) آیات نواہی ہے اور ایک ہزار (۱۰۰۰) آیات قصے اور واقعات سے تعلق رکھتی ہیں۔
اور پانچ سو (۵۰۰) آیات حرام وحلال کا حکم واضح کرتی ہیں۔ اور ایک سو (۱۰۰) آیات دعا سے متعلق ہیں۔
ایک ہزار (۱۰۰۰) آیات وعد سے متعلق ہیں اور ایک ہزار (۱۰۰۰) آیات وعید سے متعلق ہیں اور ایک ہزار (۱۰۰۰)

آیات عبرت سے متعلق ہیں۔ ناسخ اور منسوخ آیتیں چھسٹ (۶۶) ہیں۔

سورہ فاتحہ کی آتیں بسم اللہ کے ساتھ سات (۷) ہیں اور اسکے کلمات انتیس (۲۹) ہیں۔

اور اسکے حروف ایک سو بیالیس (۱۴۲) ہیں اور سورہ فاتحہ میں نو (۹) ناسخ اور نو (۹) منسوخ احکام و امور ہیں۔

ایک قول کے مطابق توحید سے متعلق ایک ہزار (۱۰۰۰) آیات ہیں۔

اور ایک ہزار (۱۰۰۰) آیتیں نماز کے تعلق سے وارد ہیں اور چھ سو (۶۰۰) آیتیں زکوۃ سے متعلق ہیں اور ایک سو ساٹھ (۱۶۰) آیات صدقہ سے تعلق رکھتی ہیں اور ایمان کے موضوع پر ایک ہزار (۱۰۰۰) آیات ہیں۔ اور چار سو (۴۰۰) آیتیں حیض کے تعلق سے ہیں اور ایک سو (۱۰۰) آیتیں نکاح سے متعلق ہیں اور ایک ہزار بیس (۱۰۲۰) آیتیں تجارت کے بارے میں ہیں اور ستر (۷۰) آیتیں رضاعت سے متعلق ہیں اور ایک سو اٹھارہ (۱۱۸) آیات جہاد کے بارے میں ہیں۔ اور ایک سو باسٹھ (۱۶۲) آیتیں چوری کے بارے میں موجود ہیں۔ اور قتل کے تعلق سے ایک سو اکتالیس (۱۴۱) آیتیں ہیں اور زنا کے بارے میں ایک سو انیس (۱۱۹) آیتیں ہیں اور عتاق کے تعلق سے ایک سو بیالیس (۱۴۲) آیتیں آئی ہوئی ہیں اور علم فرائض میں سات سو سترہ (۷۱۷) آیتیں ہیں۔

ان مجموعی آیات کی تعداد چھ ہزار دو سو سترہ (۶۲۱۷) ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

شمس الائمہ "امالی" میں رقمطراز ہیں کہ قرآن کریم کی آیتوں میں سے ایک ہزار (۱۰۰۰) آیتیں اوامر سے تعلق رکھتی ہے اور ایک ہزار (۱۰۰۰) آیات نواہی سے تعلق رکھتی ہیں اور ایک ہزار (۱۰۰۰) آیات مثال و تمثیل اور وعظ و نصیحت اور عبرت کے بارے میں وارد ہیں۔

اور ایک ہزار (۱۰۰۰) آیات احکام، قصے اور اخبار وواقعات کے بارے میں ہیں۔

اور ایک سو (۱۰۰) آیتیں خطبیات سے متعلق ہیں اور اذکار ودعوات سے متعلق ایک سو (۱۰۰) آیات ہیں۔ اور پینتیس (۳۵) متفرق آیتیں ہیں جن میں سے ایک ایک آیت بھی اپنے اندر ہزاروں نکات لے ہوئے ہے۔

قرآن کریم کے کلمات ستہتر ہزار چار سو انیس (۷۷۴۸۹) ہیں اور انتہائی مختصر کلمات دو حرفی ہیں جیسے من اور عن۔

اور ایک حرف بھی ہے جیسے ہمزہ استفہام اور واو عطف۔ مفردات چونکہ تلفظ میں نہیں آتے ہیں اس لئے انکا اعتبار نہیں کیا گیا ہے۔

انتہائی طویل کلمات دس اور گیارہ بھی ہیں ۔ دس حرفی جیسے **لیستخلفنھم** اور گیارہ حرفی جیسے

فاسقیناکموہ قرآن کریم میں گیارہ حرفی کلمہ سے بڑھکر نہیں۔ **فاسقیناکموہ** کو بھی دس حرفی کلمہ میں شمار کیا گیا ہے۔ اسلئے کہ ہمزہ تلفظ میں نہیں آتا ہے۔ **فلیستجیبوالی** یہ کلمہ بھی گیارہ حروف پر مشتمل ہے۔

قرآن کریم کے حروف میں سب سے زیادہ تعداد میں الف کا حرف ہے اور سب سے کم ظاء کا حرف ہے۔ چنانچہ الف کا عدد اڑتالیس ہزار آٹھ سو (۴۸۸۰۰) ہے اور اس عدد کو کوئی حرف نہیں پہنچا ہے اور ظ کا حرف آٹھ سو بیالیس (۸۴۲) مرتبہ آیا ہوا ہے۔ اس سے کم تر کوئی حرف نہیں ہے۔

قرآن کریم میں ایک لاکھ دو ہزار تین سو ستاون (۱۰۲۳۵۷) حروف منقوط ہیں اور باقی غیر منقوط ہیں۔

حروف منقوط میں سے ترسٹھ ہزار تین سو ستانو (۶۳۳۹۷) حروف ایک نقطہ والے ہیں۔

اور چودہ ہزار چار سو ترہتر (۱۴۴۷۳) حروف تحتانی ہیں اور باقی حروف فوقانی۔

اور بیالیس ہزار نو سو اکتیس (۴۲۹۳۱) حروف دو نقطے والے ہیں۔

اور سترہ ہزار بارہ (۱۷۰۱۲) فوقانی حروف ہیں اور باقی تحیانی ہیں۔

اور تین ہزار پانچ سو انتیس (۳۵۲۹) تین نقطے والے حروف ہیں۔

اور تمام نقطے والے حرفوں کی تعداد ایک لاکھ ساٹھ ہزار تین سو چھیالیس (۱۶۰۳۴۶) ہے۔

اور تینوں حرکات (زبر، زیر، پیش) قرآن میں ایک لاکھ سینسٹی ہزار چھ سو تنتیس (۱۳۷۶۳۳) ہیں۔

اور مد کی تعداد چودہ ہزار (۱۴۰۰۰) ہے اور تشدید کی تعداد بیس ہزار تین سو (۲۰۳۰۰) ہے۔ ان ساری باتوں کا صحیح ترین علم صرف اللہ تعالیٰ کی ذات کو ہے

رقعہ ۳۱

دربیان عقائد سنیہ سنیہ

محب من!

مسلمان را باید کہ انبیاء را بہترین خلائق داند، وبہترین انبیاء حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم را۔ واکمل شرائع شریعت او، وناسخ ادیان دین اورا، وبہترین اہم امت اورا، وبہترین امت اصحاب اورا، وبہترین اصحاب خلفاء اربعہ۔

وبہترین خلفاء اربعہ امیر المؤمنین صدیق اکبر را، وبعد او فاروق، وبعداو عثمان را وبعد او علی مرتضی را ائمہ اصحاب بہتر داند۔

وبعد علی مرتضی باقی عشرہ مبشرہ راکہ آن سعد وسعید وطلحہ وزبیر وعبد الرحمن بن عوف و ابوعبیدہ بن الجراح اند۔

وبعد ایشان اہل بدر راکہ سی صد وسیزدہ تن اند۔

وبعد ایشان اہل احدرا، وبعد ایشاں اہل بقیہ الرضوان را۔

نیز می باید کہ نگاہ دارد زبان خودرا در ذکر صحابہ مگر بہ بہتری۔ ودر جنگہائے وحضو مائے کہ در اشیاں واقع شدہ نظر نکنید۔ زیرا این کارمورث بغض صحابہ است، وبغض صحابہ سلب ایمان است۔

پس آنانکہ می گوید کہ معاویہ رضی عنہ اللہ باعلی مرتضی کرم اللہ وجہ خصومت داشت وہرکہ باعلی مرتضی کہ امام بحق بود، خصومت دارد فاسق است یا کافر۔

اگر فاسق گویند، فاسق شوند اگر کافر گویند، کافرشوند۔ ومعاویہ رضی اللہ عنہ از اکابر صحابہ است اگر چہ مرتبہ علی مرتضی رضی اللہ عنہ نداشت ومقام علیؓ اور احاصل بنود۔ باوجود آن صحابی بود۔

وصحابہ رضوان اللہ علیہم نزد او سبحانہ معزز ومکرم اند۔ وطاعن ایشان مذموم ومردود۔ وخصوصا تیکہ درمیان ایشان واقع شدہ بہ سبب وخطا کردند اینستان در اجتہادت وخطائے مجتہد مستلزم اجر واحد است۔

محبا روزے در آرکاٹ در مسجد حضرت سید علی محمد المعروف بہ میاں جی شاہ صاحب، فقیر نشستہ بود۔ بزرگے از اکابر مشائخ آنجاسوال کردند کہ رافضی کرامی گویند۔ فقیر گفت رافضی آن است کہ صدیق اکبر را بد گوید یا فاروق را بد گوید یا عثمان تقی را بدگوید، یامعاویہ رضی اللہ عنہ را بد گوید۔

گفتند معاویہ ؟ فقیر گفت۔ معاویہ گوئید۔ معاویہ رضی اللہ عنہ بگوئید۔ زیرا کہ صحابی است، وتکریم صحابہ واجب است۔

اگر کسے بامعاویہؓ کاری ندارد ونہ محبت او دردل دارد، ونہ عداوت او، چگونہ است ؟ فقیر گفت۔ ماخوذ شود، گفتند من نیز موخوذ خواہم ہشد فقیر گفت شمارا نمی گویم کہ ماخوذ شوید۔

اما میگویم کہ ہرکہ برین صفت باشد، ماخوذ شود، خاموش ماندند، و مجلس ہمبرین منقضی شد۔

فقیر بسیارا از مشائخ این وقت رامی بنید علی مرتضی کرم اللہ وجہہ را افضل از صدیق اکبر میدانند۔ واین خلاف قول مجتھدین است۔ وخلاف قول مجتھدین بدعت ست ۔

فقیر دربیان عقائد سنیہ سنیہ درد روافض وخوارج خذلھما اللہ کتاب سلالۃ العقائد۔ ونواقض الروافض تصیف کردہ است۔ اہل سنت وجماعت را مطالعہ آن ضرور است۔

کتاب سلالۃ العقائد اگرچہ کہ مختصر است اما مجموعہ فوائد است۔ وہرچہ در صواعق محرقہ وحقائق الحق، است خلاصہ آن دران درج است۔ وہرچند در تتبع کریما است۔ اما بفضل اللہ الکریم اصل اصول علوم دینیہ است۔

وفقیر شبے کہ آنرا تصنیف کردہ شیخ مصلح الدین سعدی شیرازی علیہ الرحمہ را در خواب دید کہ می فرمایند۔

سخن ماصاف است، وامیر خسرو دہلوی سخنے کہ می گویند وہر بیتاو بسبب درج کردن بدایع حکم

ہزار بیت دارد، فقیر عرض کرد کہ فقیر در تتبع امیری کند۔

چون آن مختصر را بتمام رسانید پیش حضرت قبلہ گاہی برد، پسند فرمودند۔ وفرمودند کہ کریما درابتداکے حال باید وعلیما در انتہائے حال۔ وبعد اتمام آن امیر المؤمنین صدیق اکبر رضی اللہ عنہ را در خواب دید کہ دست برسینہ فقیر می سانید تا درغلبہ عشق، عقل ثابت ماند۔

پیش ازیں شخصے بیتے چند خواند کہ در منقبت علی مرتضی رضی اللہ عنہ بود و در بعض ابیات آن بر کروڑھا اہل سنت وجماعت لعنت کردہ، فقیر از شنیدن آن ناخوش گردیدہ، بیتے چند در منقبت آنحضرت گفت ودربعض ابیات آن برشیعہ شنیعہ لعنت کرد۔

چون از انشائے آن فارغ شدہر بستر آمد و بر پہلو بغلطیہ۔ واثنائے خواب وبیداری علی مرتضی رضی اللہ عنہ رادید کہ پیش فقیر نشستہ اند۔

فقیر درآن وقت می گوید۔ افسوس فلان کار نکردم۔ حضرت مرتضی فرمودند من آن کار کردہ می آیم۔ شماتکلیف میکنید۔ الحمد اللہ رب العلمین۔

الحاصل۔ حاصل ین گروہ خسران ابداست، واز صحبت این گروہ اجتناب باید کرد۔ چناچہ گفتہ اند

منشین صحبتے کہ بد باشد | کہ چہ پاکی ترا پلید کند
آفتابے بدین بلندی را | ذرہائے ابر ناپدید کند

زیادہ توفیق رفیق باد۔ والسلام۔

رقعہ ۳۱
اہل سنت و جماعت کے عقائد کا بیان

محب من!

ایک مسلمان کو چاہیئے کہ وہ حضرات انبیاء کو ساری مخلوق میں سب سے افضل ہونے کا عقیدہ رکھے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام انبیاء کرام میں سب سے افضل ہونے کا عقیدہ رکھے اور آپؐ کی شریعت مطہرہ کو تمام شریعتوں میں کامل اور مکمل ہونے کا اعتقاد رکھے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو ساری امتوں میں سب سے افضل اور بہتر خیال کرے اور آپکی امت میں سب سے افضل اور بہتر آپ کے صحابہ کرام کو خیال کرے۔

اور صحابہ کرام میں خلفائے اربعہ کو سب سے افضل جانے اور ان چار خلفاء میں سب سے افضل حضرت ابوبکرؓ، پھر حضرت عمرؓ، پھر حضرت عثمانؓ، پھر حضرت علیؓ کو تمام صحابہ میں افضل خیال کرے۔

حضرت علیؓ کے بعد باقی عشرہ مبشرہ کو بہترین اصحاب خیال کرے۔ باقی عشرہ مبشرہ یہ ہیں۔ حضرت سعدؓ، حضرت سعیدؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ، حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ، حضرت ابوعبیدہ بن الجراحؓ۔

عشرہ مبشرہ کے بعد اصحاب بدر کے افضل ہونے کا اعتقاد رکھے۔ جو تین سو تیرہ بزرگان کرام ہیں انکے بعد اہل احد اور انکے بعد اہل بیعت الرضوان کے افضل ہونے کا اعتقاد رکھے۔ (اصحاب رضوان کی تعداد چودہ سو تھی)۔

نیز ایک مسلمان کو چاہیئے کہ صحابہ کرام کے بارے میں اپنی زبان پر قابو رکھے اور ان کا ذکر صرف خیر و بھلائی اور عزت و عظمت کے ساتھ کرے اور انکے درمیان جو دشمنیاں اور لڑائیاں واقع ہوئی تھیں۔ انکی جانب التفات نہ کرے کیونکہ ایسی باتوں کو موضوع بحث بنانے سے صحابہ کرام کے بارے میں بغض و عناد پیدا ہوگا اور صحابہ کے ساتھ بغض ایمان کو سلب کردیتا ہے۔

بعض اشخاص یہ جو کہتے ہیں کہ حضرت معاویہؓ نے حضرت علیؓ کے ساتھ خصومت و دشمنی کی۔ اور جو بھی شخص امام برحق علی کے ساتھ خصومت و دشمنی کرے وہ فاسق ہے یا کافر۔

یہ مقدمہ درست نہیں۔ اگر آپ معاویہؓ کو فاسق کہیں گے تو خود فاسق قرار پائیں گے اور اگر کافر کہیں گے تو خود کافر ہوجائیں گے۔ حضرت معاویہؓ اکابر صحابہ میں سے ہیں اگرچہ کہ آپ حضرت علیؓ کا مقام نہیں رکھتے ہیں اور آپ کو وہ عظمت وفضیلت اور بزرگی و برتری حاصل نہیں ہے جو حضرت علیؓ کو حاصل ہے لیکن اسکے باوجود حضرت معاویہؓ رسول کریمؐ کے صحابی ہیں اور جو شخص بھی حضرات صحابہ پر لعن و طعن اور سب و شتم کرے وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مردود اور مذموم ہے کیونکہ یہ حضرات اللہ تعالیٰ کے نزدیک معزز اور مکرم ہیں رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ۔

اور رہ گئے وہ اختلافات اور مشاجرات جو ان بزرگوں کے درمیان رونما ہوئے، وہ تلاش حق اور اجتہاد میں خطا کرنے کا نتیجہ ہے اور یہ خطا بھی ایسی ہے جو اپنے دامن میں اجر وثواب کا پہلو رکھتی ہے۔

محب من!

فقیر ایک روز آرکاٹ کی ایک مسجد میں حضرت سید علی محمد المعروف میاں جی شاہ کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا، اس مجلس میں اکابر مشائخ میں سے ایک بزرگ نے فقیر سے سوال کیا۔ رافضی کس کو کہتے ہیں؟ فقیر نے کہا۔ جو شخص صدیق اکبرؓ یا فاروق اعظمؓ، یا عثمان غنیؓ یا معاویہؓ کا ذکر مذمت اور برائی کے ساتھ کرے۔ حیرت سے کہنے لگے۔ معاویہ؟ فقیر نے عرض کیا۔ آپ صرف معاویہ کہہ رہے ہیں۔ معاویہ رضی اللہ عنہ کہیے! وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں اور تمام صحابہ کی تعظیم وتکریم واجب ہیں یہ سن کر کہنے لگے۔ اگر کوئی شخص معاویہؓ کے ساتھ نہ محبت رکھے اور نہ عداوت؟ تو آپ کیا کہیں گے؟

فقیر نے عرض کیا۔ وہ شخص قابل ماخوذ ہے۔ کہنے لگے۔ کیا میں قابل ماخوذ ہوں۔ میں یہ تو نہیں کہوں گا۔ البتہ یہ ضرور کہوں گا کہ جس شخص میں بھی یہ صفت ہے۔ وہ لائق گرفت اور قابل ماخوذ ہے۔ یہ سنکر خاموش ہوگئے اور مجلس ختم ہوگئی۔

فقیر اس دور کے بہت سارے مشائخ کو دیکھ رہا ہے کہ وہ حضرت علیؓ کو حضرت ابوبکرؓ سے افضل سمجھتے ہیں اور یہ عقیدہ آئمہ مجتہدین کے عقیدہ کے خلاف ہے اور آئمہ مجتہدین کے موقف کے خلاف جو بھی عقیدہ اور عمل ہے۔ وہ بدعت ہے۔

فقیر نے دو کتابیں تصنیف کی ہے۔ (۱) "سلالۃ العقائد" جو اہل سنت و جماعت کے عقائد کی تشریح پر مشتمل ہے۔ (۲) نواقض الروافض، جو شیعی عقائد اور خارجی افکار کی تردید پر مشتمل ہے۔

یہ دونوں کتابیں سنت و جماعت کے لوگوں کو ضرور مطالعہ کرنا چاہئے۔

سلالۃ العقائد اگرچہ کہ مختصر ہے لیکن فوائد کا مجموعہ ہے اور صواعق محرقہ اور حقائق الحق کا خلاصہ ہے۔ یہ کتاب کریما کے نہج پر ہے اور اللہ کے فضل وکرم سے دینی وشرعی علوم کے اصول و مبادیات کا خلاصہ اور عطر ہے۔

جس رات یہ کتاب مکمل ہوئی۔ فقیر نے خواب میں شیخ مصلح الدین شیرازی کو دیکھا۔ فرمارہے ہیں۔

ہماری تحریر صاف اور واضح ہے اور حضرت امیر خسرو جو بھی فرماتے ہیں۔ انکی ہر بیت بدائع کے استعمال کی وجہ سے ہزار بیت کا حکم رکھتی ہے۔

فقیر نے عرض کیا۔ یہ فقیر امیر خسرو کی اتباع و پیروی کرتا ہے۔

سلالۃ العقائد مکمل ہونے کے بعد حضرت قبلہ گاہی والد ماجد کی خدمت میں پیش کیا تو پسند فرمایا اور کہا۔
کریما مبتدی کیلئے ہے اور علیما منتہی کیلئے ہے۔ اس تصنیف سے فارغ ہونے کے بعد امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیقؓ کو خواب میں دیکھا کہ آپ اپنا دست مبارک فقیر کے سینہ پر پھیر رہے ہیں تاکہ غلبہ عشق کے وقت، عقل ثابت رہے۔

چنانچہ اس واقعہ سے پہلے ایک شخص نے علی مرتضی کرم اللہ وجہ کی منقبت میں چند اشعار پڑھا اور ان میں سے بعض اشعار کے اندر اہل سنت وجماعت کے کروڑوں اشخاص پر لعنت بھیجی گئی تھی۔ یہ سن کر فقیر ناخوش ہوا اور آنحضرت کی منقبت میں چند اشعار لکھا اور بعض ابیات میں شیعہ پر لعنت بھیجا۔

جب یہ اشعار لکھ کر فارغ ہوا تو بستر پر آیا اور پہلو پر لیٹ گیا اور نیند وبیداری کی درمیانی حالت میں حضرت علیؓ کو دیکھا کہ فقیر کے سامنے بیٹھے ہوئے ہیں۔ فقیر نے آپ سے عرض کیا۔

افسوس میں نے فلاں کام انجام نہیں دیا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا۔

وہ کام میں خود انجام دے کر ہی آرہا ہوں آپ زحمت نہ کریں۔ الحمد اللہ رب العلمین۔

حاصل کلام ! یہ گروہ ابدی خسران میں گرفتار ہے۔ لہذا اسکی صحبت اور ہم نشینی سے اجتناب کرنا چاہیئے۔ کہا گیا ہے۔
بری صحبت میں نہ بیٹھ کیونکہ تیری پاکیزگی کو بھی گندہ کردے گی۔ آفتاب اس قدر بلندی پر ہونے کے باوجود ابر کے ذرات کو ناپید کردیتا ہے۔

زیادہ اور کیا عرض کروں۔ اللہ آپ کو کسی صالح رفیق کی رفاقت کی توفیق عطا فرمائے۔ والسلام۔

رقعہ ۶۲
در بعض فوائد شتی

ہنر شناس من !

چہار علم در عالم مشہور است۔ اول کیمیا وآن مس را زر نمودن۔ دوم سیمیا، وآن چیزہائے موہوم در نظر مردم پیدا آوردن چون طلسمات وغیرہ۔ سوم حیملیا، وآن روح از قالب خود بر آوردہ در قالب مردہ داخل کردن۔ وحرکت نمودہ باز در قالب خود رفتن۔ چہارم ریمیا وآن مردہ را زندہ کردن۔

درین وقت صاحب این علوم حکم عنقا دارد واگرچہ صاحب این علوم نادر است۔ اما صاحب کشف نادر تر۔
وکشف بردو قسم است (۱) کشف کونی (۲) کشف الہی۔

کشف کونی انست کہ مغیبات را پیدا بیند مثل احوالی قبور، واحوال قلوب، وعالم علوی وسفلی، واحوال قیامت وبہشت ودوزخ وامثال آن۔

وکشف الٰہی انست کہ طالب بمرتبہ تحقیق و مسئلہ وحدت الوجود رسد، ونسبت عنیت وغیریت کہ درمیان عبد ورب است، دریابد۔

واین مرتبہ خاص است و مرتبہ کشف کونی عام۔ زیرا کہ آن کفار را نیز حاصل است بخلاف مرتبہ کشف الٰہی کہ جز انبیاء واولیاء واتباع ایشان را یسر نیست۔

وحصول این موقوف بریاضات شاقہ نیست، موقوف علیہ آن مرشد کامل است، ونتیجہ ریاضات شاقہ حصول کشف کونی است نہ کہ کشف الٰہی۔

دیگر در تحصیل این امر احتیاج مرشد کامل نیفتادی بعد ریاضات شاقہ۔ واین امر بدیہی است چناچہ وجدان ہمہ شاہداست۔ والسلام علی من اتبع الھدی۔

رقعہ ۶۲

علوم نادر ونایاب کے باب میں

ہنر شناس من!

چار علم دنیا میں نادر اور نایاب ہیں۔

ایک علم کیمیا ہے اور یہ مس کو کندن بناتا ہے۔

دوسرا علم سیمیا ہے اور یہ موہوم چیزوں کو لوگوں کی نگاہوں میں ظاہر اور نمایاں کرتا ہے جیسے طلسمات وغیرہ۔

تیسرا علم حلیمیا ہے اور یہ وہ علم ہے جس میں روح کو اپنے جسم سے نکال کر مردہ کے جسم میں داخل کیا جاتا ہے اور مردہ جسم کو حرکت میں لایا جاتا ہے اور پھر دوبارہ روح کو اپنے جسم میں داخل کیا جاتا ہے۔

چوتھا علم ریمیا ہے اور یہ وہ علم ہے جس میں مردہ کو زندہ کیا جاتا ہے۔

اب دنیا کے اندر ان علوم کا ماہر عنقا کا حکم رکھتا ہے۔ اگرچہ کہ ان علوم کا عالم نادر ونایاب ہے۔ لیکن صاحب کشف کا وجود بہت ہی نادر ہے۔

کشف کی دو قسمیں ہیں۔ کشف کونی اور کشف الٰہی۔

کشف کونی یہ ہے کہ مغیبات کو ظاہر دعیاں دیکھے۔ جیسے قبور کے احوال۔ لوگوں کے دلوں کے احوال۔ عالم علوی اور سفلی کے احوال۔ قیامت، جنت و دوزخ کے احوال کا مشاہدہ کرتا۔

کشف الٰہی یہ ہے کہ مسئلہ وحدۃ الوجود کی تحقیق کے مقام و مرتبہ پر طالب پہنچ جائے۔ اور عینیت اور غیریت کی نسبت حاصل کرلے جو عبد اور رب کے درمیان ہے۔ اور یہ خاص مرتبہ ہے اور کشف کونی کا مرتبہ عام ہے اور یہ کفار کو بھی حاصل ہے۔ برخلاف کشف الٰہی کے۔ اور یہ مرتبہ صرف انبیاء صلحاء اور انکے متبعین کو حاصل ہے۔

کشف الٰہی کا حاصل ہونا مشقت بھری ریاضتوں اور تکلیف دہ مجاھدوں پر موقوف نہیں ہے بلکہ یہ نعمت مرشد کامل اور شیخ مربی کے واسطہ سے حاصل ہوتی ہے۔ نفس کشی کے سخت اور دشوار مجاہدوں اور ریاضتوں کے نتیجہ میں کشف کونی کا حاصل ہونا تو ممکن ہے کشف الٰہی کا حاصل ہونا ناممکن ہے اور کشف کونی کا مرتبہ حاصل کرنے میں سخت ترین ریاضتوں کے بعد مرشد کامل کی ضرورت پیش نہیں آتی۔ اور اس امر بدیہی کیلئے دلیل کی چندان ضرورت نہیں۔ اسکے لئے تمام وجدان ہی شاہد ہے۔ والسلام علی من اتبع الھدی۔

رقعہ ۳۰
دربیان اقسام مکتوب

محب من!

مکتوبے کہ اعلی بہ ادنی می نوسید آنرا مرافعہ گویند۔

ومکتوبے کہ مساوی بمساوی می نویسد آنرا مراسلہ گویند۔

ومکتوبے کہ ادنی باعلی می نوسید آنرا عریضہ می گویند۔

والقاب در مکاتیب شرط است، ودعا مستحسن، وحذف آداب جائز است۔

وبسا باشد کہ اعلی بادنی می نویسد۔ وطریق مراسلہ در پیش گیرد، وبسا مساوی بمساوی می نویسد، وطریق عریضہ پیش گیرد۔ اما ادنی راجائز نیست کہ مسلک مراسلہ یا مرافعہ مسلوک دارد۔

می باید کہ این ہمہ قوانین مسطورہ در خاطر دارند۔ واگر زیادہ ازیں توضیح مطلوب است بمطالعہ مناظر الانشاء پردازند۔

رقعہ ۳۰
مکتوب کی قسموں کا بیان

محب من!

مرافعہ اس مکتوب کو کہتے ہیں جو اعلی کی طرف سے ادنی کو لکھا جائے۔ بالفاظ دیگر بزرگوں کا مکتوب۔

اور مراسلہ اس مکتوب کو کہتے ہیں جو اپنے ہم پلہ اور مساوی شخص کو لکھا جائے۔

اور عریضہ اس مکتوب کو کہتے ہیں جو ادنی کی طرف سے اعلی کو لکھا جائے۔

مکتوب نگاری ہیں القاب کا استعمال شرط ہے اور دعائیہ جملوں کا استعمال مستحسن ہے اور آداب کو ترک کرنا جائز ہے۔

بسا اوقات اعلی، ادنی کو مکتوب لکھتا ہے اور مراسلہ کا انداز اور طریقہ اختیار کرتا ہے اور ایک ہم پلہ شخص اپنے مساوی درجہ شخص سے خط و کتابت کرتا ہے اور عریضہ کا انداز اور طریقہ اختیار کرتا ہے۔ لیکن ادنی کیلئے جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے مکتوب میں مراسلہ یا مرافعہ کا انداز اور طریقہ اختیار کرے۔

مکتوب نگار کو مکتوب نویسی کے باب میں ان تمام باتوں کا پاس ولحاظ رکھنا چاہئے اگر آپ اس موضوع پر مزید تفصیلات دیکھنا چاہیں تو میری کتاب مناظر الانشاء کا مطالعہ کریں۔

رقعہ ۲۹
در تحقیق لفظ موضوع واقسام آن

معانی شناس من!

لفظ موضوع اگر جز لفظ او دلالت کند برجز معنی وہ مرکب است مثل عبد اللہ کہ عبد کہ جز عبد اللہ است دلالت می کند بر معنی خود کہ آن جز معنی عبد اللہ است۔

بدانکہ عبد اللہ درحال علمیت مرکب نیست بلکہ مفرد۔ امادر حالت غیر علمیت مرکب است وابنجا درمثال مرکب آوردہ مراد از غیر علم است۔

وہمچناں لفظ اللہ دلالت می کند بر معنی خود کہ جز معنی عبد اللہ است۔ واگر دلالت نکند مفرد است مثل زید کہ جز لفظ او دلالت برجز معنی او نمی کند و لفظ مفرد بالفظ و معنی آن متحد است یا متکثر است۔ اگر متکثر است لفظ و معنی ہردو متکثر است چنانچہ انسان وحیوان کہ ہریکے برائے معنی موضوع است پس ہر لفظے را نسبت بدیگرے متباین می گونید۔

یا لفظ متکثر است و معنی متحد چنانچہ انسان وبشر کہ معنی ہر دو یکے است پس ہر لفظ را نسبت بلفظ دیگر مترادف می گویند۔

واگر لفظ متحد است و معنی متکثر پس لفظ در ابتدا برائے ہر معنی علی السویہ موضوع شدہ است چنانچہ لفظ عین کہ موضوع است برائے چشم وچشمہ اولا۔ وآن لفظ را مشترک گویند۔

یا در ابتداء برائے یک معنی موضوع است وآنرا نقل کردہ بمعنی دیگر بمناسبتے کہ منقول الیہ را است یا منقول عنہ۔

یا بے مناسبت۔ اگر بے مناسبت نقل کردہ باسند آنرا مرتجل گویند۔

اگر بمناسبت نقل کردہ باشند اگر مشہور باشد استعمال لفظ منقول در معنی منقول الیہ۔ آن را منقول خوانند۔

وآن منقول شرعی است اگر ناقل آن شرع باشد۔ اگر ناقل آن عرف عام باشد مثل دابہ کہ موضوع است در ابتدار برائے ہر جنندہ۔ وعرف عام آنرا برا ہے چہار پایہ معنی نقل کردہ۔

ومنقول اصطلاحی است اگر ناقل عرف خاص باشد چنانچہ کلمہ کہ موضوع است برائے ماتیلفظ بہ الانسان۔ وعرف خاص آنرا برائے ہر لفظے کہ موضوع شدہ باشد برائے معنی مفرد نقل کردہ۔

واگر مشہور نباشد استعمال او در منقول الیہ بلکہ گاہی در منقول عنہ استعمال کردہ می شود۔ وگاہی در منقول الیہ۔

پس اگر در منقول عنہ استعمال کردہ شود آنرا حقیقت گویند چنانچہ استعمال اسد در حیوان مفترس۔ واگر در منقول الیہ استعمال کردہ شور آنرا مجاز گویند چنانچہ استعمال اسد در رجل شجاع۔

وآن مناسبتے کہ شرط نقل است آنرا علاقہ گویند۔ اگر علاقہ در مجاز مشابہت نیست آنر مجاز مستعار گویند چنانچہ در مثال مذکور۔ اگر غیر مشابہت مسیت آنرا مجاز مرسل گویند چنانچہ استعمال انملہ کہ موضوع است برائے سر انگشت در اصبع کہ انگشت است۔ اگر لفظ و معنی ہر دو متحد است اگر معنی او بر کثیرین صادق آید آنرا کلی گویند مثل حیوان کہ معنی آن بر کثرین مثل زید وعمر صادق می آید۔ واگر صادق نیا ید آنرا جزئی گویند مثل زید کہ معنی او جز بر ذات واحدہ صادق نمی آید۔ تفصیل این از کتب منطق باید جست۔ زیادہ تحقیق معانی از حد زیادہ باد۔

رقعہ ۲۹
لفظ موضوع کی تحقیق اور اسکی اقسام

معانی شناس من!

لفظ موضوع! اگر اپنے لفظ کے معنی کے جز پر دلالت کرے اور مرکب ہے۔ مثلا عبداللہ، عبد جو عبد اللہ کا جز

ہے۔ اپنے معنی پر دلالت کر رہا ہے جو عبد اللہ کے معنی کا جز ہے۔

یہاں یہ بات جان لینی چاہئے عبد اللہ علمیت کی حالت میں مرکب نہیں ہے بلکہ وہ مفرد ہے۔ لیکن غیر علمیت کی حالت میں مرکب ہے۔ یہاں مثال میں عبد اللہ مرکب لایا گیا ہے اس سے غیر علم مراد ہے۔

اسی طرح اللہ کا لفظ بھی اپنے معنی پر دلالت کرتا ہے جو عبد اللہ کے معنی کا جز ہے۔

اور اگر دلالت نہ کرے تو مفرد ہے مثلاً زید اس لفظ کا جز اسکے معنی کے جز پر دلالت نہیں کرتا ہے۔ اور لفظ مفرد، لفظ اور معنی کے ساتھ متحد ہے یا متکثر ہے۔ اگر متکثر ہے لفظ اور معنی دونوں متکثر ہیں (مثلاً انسان اور حیوان) تو ان دونوں میں سے ہر ایک معنی موضوع کے واسطہ ہے پس ہر ایک لفظ کو دوسری نسبت ہے۔ متباین کہتے ہیں۔

یا لفظ متکثر ہے اور معنی متحد چنانچہ انسان اور بشر۔ ہر دو کا معنی ایک ہی ہے پس ہر لفظ کو دوسرے لفظ کے ساتھ نسبت ہے۔ مترادف کہتے ہیں۔

اگر لفظ متحد ہے اور معنی متکثر۔ پس ابتداء میں لفظ ہر معنی کے واسطے تسویہ کے طور پر موضوع ہوا ہے۔ چنانچہ عین کا لفظ۔ اولاً چشم اور چشمہ کیلئے موضوع ہوا۔ اس لفظ کو مشترک کہیں گے۔

یا ابتداء میں لفظ ایک معنی کے لئے وضع کیا گیا ہے لیکن بعد میں اسے دوسرے معنی میں نقل کئے ہیں۔ اس مناسبت کی وجہ سے جو منقول الیہ یا منقول عنہ کو ہے یا انتقال معنی دیگر، عدم مناسبت کے ساتھ پیش آئے، اگر منقول الیہ یا منقول عنہ بے مناسبت نقل کیا گیا ہے تو اسکو مرتجل کہتے ہیں۔

اگر مناسبت سے نقل کئے ہیں تو منقول الیہ کے معنی میں لفظ منقول کا استعمال مشہور ہو گا تو اسکو منقول کہیں گے۔

اور وہ منقول شرعی ہے اگر اسکا ناقل شریعت ہوگی اور اگر ناقل عرف عام ہو گا۔

مثلاً دابہ جو ابتدا میں ہر پیدا ہونے والے کیلئے موضوع کیا گیا ہے۔ اور عرف عام میں اس کو چارپایہ کے واسطے نقل کیا گیا۔

اور منقول اصطلاحی ہے اگر اسکا ناقل عرف خاص ہو گا چنانچہ کلمہ جو ماتیلفظ بہ الانسان کے واسطے موضوع کیا گیا۔

اور عرف خاص نے ہر اس لفظ کے واسطے نقل کیا جو معنی مفرد کیلئے موضوع شدہ ہو۔

اور اگر اسکا استعمال منقول الیہ میں مشہور نہ ہو گا بلکہ کبھی منقول عنہ میں بھی استعمال ہوتا ہے اور کبھی منقول الیہ میں۔

پس اگر منقول عنہ میں استعمال کیا گیا ہو تو اسکو حقیقت کہیں گے چنانچہ شیر کا استعمال حیوان مفترس کے اندر۔

اور اگر منقول الیہ میں استعمال کیا گیا ہو تو اسکو مجاز کہیں گے۔ چنانچہ اسد کا استعمال بہادر آدمی میں۔

اور وہ مناسبت جو نقل کی شرط ہے اسکو علاقہ کہیں گے۔

اگر علاقہ مجاز میں مشابہت ہے تو اسکو مجاز مستعار کہیں گے جیسا کہ مثال مذکورہ۔
اگر غیر مشابہت ہے۔ اسکو مجاز مرسل کہیں گے چنانچہ انملہ کا استعمال جو انگلی میں سرانگشت کیلئے موضوع ہے جو انگوٹھا ہے۔
اگر لفظ اور معنی ہر دو متحد ہیں اگر اسکا معنی کثیرین پر صادق آئے تو اسکو کلی کہیں گے مثلاً حیوان کہ اسکا معنی کثرین پر صادق آتا ہے۔ زید اور عمر۔
اور اگر صادق نہ آئے تو اسکو جزئی کہیں گے مثلاً زید جسکے معنی ذات واحدہ پر جزوی طور پر صادق نہیں آتے۔
اس موضوع کی مزید تفصیل منطق کی کتابوں میں تلاش کرلیں۔

رقعہ ۵۴

محب من!

در بعض فوائد شتیٰ

دروقت ماہ نو دیدن

درماہ محرم الحرام درطلا باید دید و سورہ فاتحہ باید خواند۔

ودرماہ صفر المظفر آئینہ باید دید و سورہ تبارک باید خواند۔

ودرماہ ربیع الاول در آب روان باید دید و سورہ حدید باید خواند۔

ودرماہ ربیع الثانی غنم بایہ دید سورہ ابراھیم باید خواند۔

ودرماہ جمادی الاول در نقرہ باید دید و سورہ الم نشرح باید خواند۔

ودرماہ جمادی الثانی در پیر باید دید و سورہ جمعہ باید خواند۔

ودرماہ رجب المرجب در مصحف باید دید و سورہ مائدہ باید خواند۔

ودرماہ شعبان المعظم در گیاہ سبز باید دید و سورہ انعام باید خواند۔

ودرماہ رمضان المبارک شمشیر باید دید و سورہ قدر باید خواند۔

ودرماہ شوال المکرم جامہ سبز باید دید و سورہ محمد باید خواند۔

ودرماہ ذی العقدہ در کودک باید دید و سورہ والضحیٰ باید خواند۔

ودرماہ ذی الحجہ در ختر خوب باید دید و سورہ اخلاص باید خواند۔

رقعہ ۵۴
نیا چاند دیکھنے کے آداب

محب من!

نیا چاند دیکھنے کے وقت کے اعمال اور وظائف یہ ہیں۔
محرم الحرام کا چاند دیکھ کر سونا دیکھنا چاہئے اور سورہ فاتحہ کی تلاوت کرنا چاہئے۔
صفر المظفر کا چاند دیکھ کر آئینہ دیکھنا چاہئے اور سورہ تبارک کی تلاوت کرنا چاہئے۔
ربیع الاول کا چاند دیکھ کر آب رواں کا نظارہ کرنا چاہئے اور سورہ حدید کی تلاوت کرنا چاہئے۔
ربیع الثانی کا چاند دیکھ کر بکری دیکھنا چاہئے اور سورہ ابراھیم کی تلاوت کرنا چاہئے۔
جمادی الاول کا چاند دیکھ کر چاندی دیکھنا چاہئے اور سورہ الم نشرح کی تلاوت کرنا چاہئے۔
جمادی الثانی کا چاند دیکھ کر پیر دیکھنا چاہئے اور سورہ جمعہ کی تلاوت کرنا چاہئے۔
رجب المرجب کا چاند دیکھ کر قرآن کا دیدار کرنا چاہئے اور سورہ مائدہ کی تلاوت کرنا چاہئے۔
شعبان المعظم کا چاند دیکھ کر سبز گھانس دیکھنا چاہئے اور سورہ انعام کی تلاوت کرنا چاہئے۔
رمضان المبارک کا چاند دیکھ کر تلوار پر نگاہ ڈالنا چاہئے اور سورہ قدر کی تلاوت کرنا چاہئے۔
شوال المکرم کا چاند دیکھ کر سبز رنگ کا کپڑا دیکھنا چاہئے اور سورہ محمدؐ کی تلاوت کرنا چاہئے۔
ذی قعدہ کا چاند دیکھ کر لڑکے کو دیکھنا چاہئے اور سورہ والضحیٰ کی تلاوت کرنا چاہئے۔
ذی الحجہ کا چاند دیکھ کر لڑکی کو دیکھنا چاہئے اور سورہ اخلاص کی تلاوت کرنا چاہئے۔

رقعہ ۵۵ ـ ا
در بعض فوائد متفرقہ نوشتہ

محب من! سبب عقوق چہار چیز است

اول : بہتر دانستن نفس خود از نفس استاد خود گرچہ در واقع بہتر باشد۔ دوم: غیبت استاد۔
سوم : نظر کردن پوشیدہ بجانب اہل۔ چہارم : ناکردن کارے کہ مامور شدہ است از استاد بدان کار، واستاذ را گریزے نباشد از ان کار در کارہائے دنیا۔ کذافی فتاوی الکبیری۔

رقعہ ۵۵۔ ا
متفرق فوائد کے باب میں

محب من! استاذ کی نافرمانی کے سبب چار ہیں۔

اول : خود کو استاذ سے بہتر خیال کرنا اگرچہ کہ واقع میں بہتر ہو۔

دوم : استاذ کی پیٹھ پیچھے اسکا عیب بیان کرنا۔

سوم : استاذ کی بیوی پر بری نگاہ ڈالنا۔

چہارم : استاذ نے کسی ایسے کام کا حکم دیا ہو جو اسکے لئے انتہائی ضروری ہے۔ اس کام کو انجام نہ دینا۔

جیسا کہ فتاوی کبیر میں مرقوم ہے۔

رقعہ ۵۵۔ ب
اقسام ایمان

محب من! وآنچہ درباب اقسام ایمان نوشتہ بودند محبتا ، ایمان بر پنج قسم است۔

اول : ایمان انبیاء وآن ایمان متبوع است۔

دوم : ایمان ملائکہ وآن ایمان معصوم ست۔

سوم : ایمان مومنان وآن ایمان مقبول ست۔

چہارم : ایمان مبتدعان وآب ایماں موقوف است۔

پنجم : ایمان منافقان وآن ایمان مردوداست، وکافران را ایمان نسیت۔

رقعہ ۵۵۔ ب
ایمان کی قسمیں

محب من! ایمان پانچ طرح کا ہوتا ہے۔

ایک حضرات انبیاء کا ایمان اور وہ ایمان متبوع ہے۔ یعنی قابل اتباع ہے۔

دوسرا : فرشتوں کا ایمان۔ اور وہ ایمان معصوم ہے۔

تیسرا : اہل ایمان کا ایمان، اور یہ مقبول ایمان ہے۔
چوتھا : اہل بدعت کا ایمان، اور یہ ایمان موقوف ہے۔
پانچواں : اہل نفاق کا ایمان، اور یہ مردود اور متروک ایمان ہے اور اہل کفر کو ایمان نہیں ہے۔

رقعہ ۶۶
در بعض فوائد متفرقہ نوشتہ

محبا!
(۱)۔ درنسب عالم

ہمہ عالم از اولاد نوح علیہ السلام است و نوح علیہ السلام راسہ فرزند بودند۔

سام : واو پدر عرب واہل فارس وردم۔

حام : واو پدر ملوک است

یافث : واو پدر اہل ترک وجرز و یاجوج و ماجوج

رقعہ ۶۶
مختلف اور متفرق فوائد کے باب میں
(۱) انسانوں کے نسب کے بارے میں

محب من!

تمام انسان حضرت نوح علیہ السلام کی اولاد ہیں۔ حضرت نوحؑ کے تین فرزند تھے۔

سام سے اہل عرب، اہل فارس اور اہل روم کی نسل چلی۔

حام : پدر ملوک ہیں (ان سے اہل حبش کی نسل چلی)۔

یافث اہل ترک اور جزر اور یاجوج و ماجوج کے باپ ہیں۔

(۲) در کیفیت ارض

در خبر است از آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کہ فرمود گسترده شده است زمین بر آب، و آب بر حوت، و حوت بر صخرہ یعنی سنگ، و سنگ بر شاخ گاو است و گاو بر سر ملک است، ملک یعنی فرشتہ بر جناح پشہ، و پشہ بر دریا است، و دریا بر باد است، و باد بر دوزخ است و دوزخ بر حجاب ظلمت است۔ وازانچہ در تحت ظلمت است، جز خدائے تعالی کسی آگاہ نیست۔

(۲) کیفیت زمین کے بارے میں

حدیث شریف میں ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

زمین، پانی کے اوپر بچھائی گئی ہے اور پانی مچھلی کے اوپر ہے۔ اور مچھلی، پتھر کے اوپر ہے۔ اور پتھر، گائے کی سنگ پر ہے۔ اور گائے، فرشتہ کے سر کے اوپر ہے۔ اور فرشتہ، مچھر کے پر کے اوپر ہے۔ اور مچھر دریا کے اوپر ہے۔ اور دریا، ہوا کے اوپر ہے۔ اور ہوا، دوزخ کے اوپر ہے۔ اور دوزخ، ظلمت و تیرگی کے پردہ میں ہے۔

اور اس ظلمت کے نیچے کیا ہے اسکا علم صرف اللہ تعالی کی ذات کو حاصل ہے۔

---

(۳) در تعبیرات خواب

مروی است از امام جعفر صادق رضہ اللہ کہ فرمود۔

خواب غرہ اعتبار ندارد۔

ودر دوم وسوم بضد تعبیر کند

ودم چہارم و پنجم تاخیر افتد۔ ودر ششم و ہفتم و ہشتم و نہم صحیح است۔ ودر دہم صحیح نیست۔ ودر یازدہم و دوازدہم تاخیر است۔ وسیزدہم وچہارم دہم نہ خیر است ونہ شر۔ وپانزدہم صحیح است۔ ودر شانزدہم وہفدہم تاخیر است۔ وہژدہم ونوزدہم صحیح است۔ وبیستم وبیست ویکم وبیست ودوم تعبیران فرح وسرور است۔ بیست وسوم وبیست وچہارم بضد تعبیر است۔ وبیست وپنجم وبیست وششم تاویل ندارد۔ وبیست وہفتم وبیست وششم راست باشد۔ وبیست ونہم اثر ندارد۔ وسیم صحیح است۔

وبقولے بیستم وبیست ویکم راست نیست۔ وبیست وسوم وبیست وچہارم ازکسے نتیجہ برسد۔ واللہ اعلم بالصواب

(۳) خوابوں کی تعبیر

امام جعفر رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

چاند کی پہلی تاریخ کا خواب ناقابل اعتبار ہے۔

اور دوسری (۲)، تیسری(۳)، تیسویں (۲۳) اور چوبیسویں (۲۴) تاریخ کے خواب کی تعبیر الٹی اور برعکس ظاہر ہوگی۔

اور چوتھی (۴)، پانچویں(۵)، گیارہویں (۱۱)، بارہویں (۱۲)، سولھویں (۱۶) اور سترہویں (۱۷) تاریخ کے خواب شرمندہ تعبیر ہونے میں تاخیر ہوگی۔

اور چھٹی (۶)، ساتویں (۷)، آٹھویں(۸)، نویں(۹)، پندرہویں (۱۵)، اٹھارویں (۱۸)، انیسویں (۱۹)، ستائیسویں(۲۷)، اٹھائیسویں (۲۸) اور تیسویں (۳۰) تاریخ کے خواب سچے اور صحیح ہونگے۔

اور تیرہویں (۱۳) وچودہویں (۱۴) تاریخ کے خواب میں خیر بھی نہیں ہے اور شر بھی نہیں ہے۔

اور بیسویں(۲۰)، اکیسویں (۲۱) اور بائیسویں (۲۲) تاریخ کے خواب فرح وسرور اور انبساط لائیں گے۔

اور پچیسویں (۲۵) و چھبیسویں (۲۶) تاریخ کے خواب کی کوئی تعبیر اور تاویل نہیں ہے۔

انتیسویں (۲۹) تاریخ کے خواب کا کوئی اثر نہیں

ایک قول کے مطابق بیسویں (۲۰) اور اکیسویں (۲۱) تاریخ کے خواب سچے نہیں ہونگے۔ تیئسویں (۲۳) وچوبیسویں (۲۴) تاریخ کے خواب میں کسی آدمی سے خواب دیکھنے والے کو فائدہ پہنچے گا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

رقعہ ۲۲

در بعض الفاظ

بعض الفاظے کہ منشی را بکار آید نوشتہ، محب من !

(۱) اخوان الصفا برادرانیکہ شریک رنج وراحت باشند، دیاران روشن دل۔ (۲) ابن ذکا، پرتوآفتاب۔ (۳) آل تمغا۔ بالمد بزبان ترکی، مہر بادشاہاں (۴) ابوالحیاء، کنیت امیر المؤمنین عثمان رضی اللہ عنہ (۵) ابو تراب، کنیت علی مرتضی کرم اللہ وجہہ (۶) اہل ادب، علماء (۷) ابو مسیلم کذاب، شخصے بود کہ دعوی نبوت می کرد (۸) ام الخبائث، شراب (۹) ابو الملیح، چکاوک (۱۰) آل صخر، قبیلہ اسیت از مہاجرین (۱۱) ابوالخیر،

کنیت علی مرتضی رضی اللہ عنہ (۱۲) ابن عرس، نام جانور یست وآنر راسوگویند (۱۳) ارسلان واکوش، ہر دونام غلامانند، در زبدۃ الفوائد نام سوداگراں نوشتہ کہ بسیار مالدار بودند۔ (۱۴) ابوبراش، لغت تازی است، مرغ است کہ ہرساعت برنگے بنظر آید۔ وآنرا اشوگک نیز گونید۔ (۱۵) ابن مخاض، شتر بچہ یک سالہ نر (۱۶) ام الدماغ، بضم ہمزہ و تشدید میم وکسردال مہملہ وفتح میم ثانی جائے مغز سر۔ (۱۷) ابن لبون، شتر بچہ دو سالہ (۱۸) ام غیلان، درخت مغیلان، خار مغیلان ونیز نام قبیلہ (۱۹) ابوالریحانتین، کنیت حضرت مرتضی علیؓ (۲۰) اصحاب صفہ، نام یاران پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کہ دہ کس بودند، ودر صفہ می بودند، وقت ازہمہ بیشتر می رفتند (۲۱) ابوالایدی۔ صاحب دست، وصاحب بخشش وصاحب نیکوئی (۲۲) بوسینا، نام پدر ابوعلی (۲۳) یوحنا، مرد دانشمند بودہ بفتح اول وسکون دال معجمہ (۲۴) بوغیاث، فریادرس، ونام مسخرہ اسیت (۲۵) بطیخ الهند۔ تربز (۲۶) بوعمر، کنیت عثمان رضی اللہ عنہ (۲۷) بوقبیس، کوہیت نزدیک حرم (۲۸) بوجیش، یکے از صحابہ استؓ (۲۹) باحفص، کنجشک ومرغیے کہ بچکانرا زیر پر نگاہ دارد۔ (۳۰) بوالوحوش، کورخر۔ (۳۱) باخفض، مرد خمیدہ قامت۔ (۳۲) بنات الارض، کیاہائے زمین۔ (۳۳) بنت مخاض، شتر مادہ یک سالہ (۳۴) بواسحاق، مردیکہ فیروزہ را پیدا کردہ۔ (۳۵) بواللیل، صاحب شب (۳۶) نبات اللیل، شب تاریک وحوادث شب (۳۷) بوعلی، نام حکیم، ونام شاعر، وکنیت امام حسنؓ (۳۸) بعد اللتیا والتی، حادثہ بزرگ، وبعد چنین وچنان (۳۹) ترت مرت، تاخت وتاراج (۴۰) نتماج، بضم اول وسکون ثانی وجیم فارسی، قسمے است از آش (۴۱) تیر، بیست ودو معنی دارد۔

اول معروف۔ دوم ماہ چہارم بود از سال شمسی، سوم، نام روز سیزدہم از ہر ماہ شمسی، چہارم بمعنی حصہ وبہرہ، پنجم عطارد، ششم قہر، ہفتم بمعنی تنگ کہ بتازی آنرا ضیق خوانند ہشتم تیرہ وتاریک، ونہم فصل خزان، دہم قدرو مرتبہ، یازدہم، ہرچوب راست را گویند۔ دوازدہم صاعقہ، سیزدہم، شگوفہ خرما کہ آنرا بتازی طلع گویند۔ چہاردہم طاقت۔ ہنزدہم، نام نوعی از مار، شازدہم، نوعے از جنس مرغ ھفدم۔ ہم رشتہ را گویند، ہز مراد از تیر جام باشد۔ نوزدہم موے۔ بیستم کرپاس۔ بیست ویکم نام نرگس۔ بیست ودوم چیز یرا گویند کہ از انواع واجناس خود بہتر باشد۔ بیست وسوم گولہ توپ وتفنگ بود۔ (۴۲) تولاک اللہ۔ حماک اللہ، وحفظک اللہ (۴۳) ثالث ثلاثہ، نام قومے کہ خدا سہ را گویند۔ (۴۴) ثلثہ غسالہ، سہ پیالہ شراب کہ ناہار خورند، تامعدہ را از اخلاط ردیہ بشوید۔ وآنرا بفارسی ستادسہ گویند۔ (۴۵) جوع الکلب، نام علتے کہ از خوردن سیرے حاصل نمی شود (۴۶) جعفر طیار، برادر حضرت امیر المومنین علیؓ (۴۷) جلال، ہریسہ پز، طباخیکہ در پختن ہریسہ در شہر شیراز مشہور بود (۴۸) چرخ انداز، تیر انداز وکمند انداز۔ (۴۹) چیک، چیک بکسر جیم فارسی، مکرر وغیر

فصیح، وسخنے کہ فہمیدہ نشود۔ (۵۰) جوش اللیل، وسط اللیل باشد۔ (۵۱) جوجے، نام مسخرہ است (۵۲) حمیرا، لقب عائشہؓ حارث مرد زیرک وشیر درندہ ابوالحارث کنیت شیر است (۵۳) حیاض الموت یعنی سختیائے مرگ (۵۵) حسب المساح یعنی حسب المقدار، ومساح بالکسر پیمودن زمین (۵۲) حجر البقر، سنگے کہ درمیان زہرہ گاؤ گوسفند باشد (۵۷) حکمت بالغ، دانش تمام وکامل (۵۸) حیض الرجال، بزہ وگناہ ودروغ وافتراء وسخن چینی وغیبت وکلام بے فائدہ ولایعنی (۵۹) حیعلہ، حی علی الصلوۃ، گفتن ۶۰ حوقلہ لاحول ولاقوۃ گفتن ۶۱ حمار الاھلی کنیت ابوصابر است۔ ابو زیاد وحمارہ را ام محمود و ام نونہ وام جحش وام نافع وام وھب می گویند (۶۲) خاک وآب، تن آدمی (۶۳) خیر الحرکات، نماز (۶۴) خیر السکنات، روزہ (۶۵) خواجہ مساح، حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم (۶۶) خسرو صبح، آفتاب، (۶۷) خلیع العذار، اسپ بے لگام وشتر بے مہار۔ (۶۸) خشک آوردہ، خاموش ماند وتغافل کرد (۶۹) خشمناش معروف ونیز مردم کہ باصلاح باشند (۷۰) خفض بہ العیش، خوش عیش وتن آسانی (۷۱) خواب خرگوش، مکر وحیلہ وفریب (۷۲) خوک، معروف، وبلغت ترکی برج حوت راگویند (۷۳) خط اول وخط کل، عرش (۷۴) دختر آفتاب مئے۔ (۷۵) دختر انگور، شراب انگور (۷۶) دہر باز، دراز (۷۷) درع درع، بانگ سگ۔ (۷۸) دار الضیف، مہمان سرا (۷۹) دوازدہ جوسق، دوازدہ برج فلک (۸۰) دبیب النحل، درلغت طب رفتار مورکہ درتن بیماران واقع می شود (۸۱) دحیۃ الکلبی، بالکسر وسکون حا مہملہ، نام یکے از صحابہ (۸۲) دیک، خروس، کنیت ابوحسان، وابوجاد، وابو سلیمان وابوعقبہ وابومدیح وابو المنذر وابویقظان (۸۳) دو الجک، آسمان (۸۴) راح روح، نام نوائے است (۸۵) ریش دردست دیگرے داشتن، یعنی محکوم اوبودن (۸۶) دیدہ کافوری۔ نابینا (۸۷) زیلوی رومی، فرش ایست بس لطیف ومنقش۔

محب من! الفاظے چند در ترقیم آمدہ است، وتطویل درہن معنی نظر باختصار کتابت کتاب مناسب نیفتاد۔

رقعہ ۲۲
بعض کار آمد ومفید الفاظ کے معانی ومطالب

محب من! یہ رقعہ بعض کار آمد ومفید الفاظ کے معانی ومطالب میں تحریر کیا گیا ہے۔

(۱) اخوان الصفا، روشن دل رفقاء۔ برادران خلوص جو رنج وراحت میں شریک رہیں۔ (۲) ابن ذکاء، پرتو

آفتاب (۳) آل تمغا، بادشاہوں کی مہر، یہ ترکی زبان کا لفظ ہے۔ مد کے ساتھ پڑھا جائیگا۔ (۴) ابو الحیاء۔ امیر المؤمنین عثمانؓ کی کنیت ہے (۵) ابو تراب: امیر المؤمنین علی مرتضی کرم اللہ وجہہ کی کنیت ہے۔ (۶) اہل ادب علماء (۷) ابو مسیلم کذاب۔ ایک شخص تھا جس نے نبی ہونے کا دعوی کیا تھا۔ (۸) ام الخبائث، شراب (۹) ابو الملیح، چکاوک (ایک پرند جانور ہے جسکی آواز بڑی مسحور کن ہوتی ہے اور راگ کی ایک آواز ہے۔ (۱۰) آل صخر، مہاجرین کے ایک قبیلہ کا نام (۱۱) ابو الخیر، امیر المومنین علی مرتضی کرم اللہ وجہ کی کنیت (۱۲) ابن عرس، ایک جانور ہے جسکو راسو بھی کہتے ہیں (۱۳) ارسلان واکوش، دوغلاموں کے نام، زبدۃ الفوائد میں لکھا ہے کہ دو سودا گردں کے نام جو بہت ہی مالدار تھے۔ (۱۴) ابو براش، یہ تازی زبان کا لفظ ہے۔ یہ ایک مرغ ہے جو ہر ساعت ایک ایک رنگ میں نظر آتا ہے، اسکو شوگک بھی کہتے ہیں۔ (۱۵) ابن مخاض، اونٹ کا بچہ جسکی عمر ایک سال ہو۔ (۱۶) ام الدماغ، سر میں وہ جگہ جس میں دماغ ہوتا ہے۔ یہ لفظ ہمزہ کو ضمہ اور میم کو تشدید اور دل مہملہ کو کسرہ اور دوسری میم کو فتح کے ساتھ پڑھا جائیگا۔ (۱۷) ابن لبون، اونٹ کا بچہ جسکی عمر دوسال ہو (۱۸) ام غیلان، ایک درخت اور ایک کانٹے کا نام، نیز ایک قبیلہ کا نام ہے۔ (۱۹) ابو الریحانتین، امیر المؤمنین علی مرتضیٰؓ کی کنیت (۲۰) اصحاب صفہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض اصحاب کا نام، جو دس اشخاص تھے اور اکثر اوقات صفہ ہی میں رہا کرتے تھے اور دوسرے صحابہ اکرام کے مقابلہ میں زیادہ تر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہا کرتے تھے اور اپنا پورا وقت علم دین کے حاصل کرنے میں صرف کرتے تھے۔ (۲۱) ابوالایدی، قدرت وطاقت والا، جو دو کرم والا، نیکی اور بھلائی کرنے والا (۲۲) بوسینا، ابو علی کے والد کا نام (۲۳) یوحنا، ایک دانشمند آدمی تھا۔ (۲۴) بوغیاث، فریادرس اور ایک مسخرہ کا نام (۲۵) بطیخ الھند، تربز (۲۶) بوعمر، امیر امؤمنین عثمانؓ کی کنیت (۲۷) بوقبیس، ایک پہاڑ کا نام جو حرم مکی کے قریب واقع تھا۔ (۲۸) بوجبیش ایک صحابی رسولؐ کا نام (۲۹) باحفص، ایک چڑیا اور مرغ کا نام، جو اپنے بچوں کو پروں کے نیچے رکھتا ہے۔ (۳۰) بو الوحوش، کورخر (۳۱) باحقفض، خمیدہ قامت والا آدمی۔ (۳۲) بنات الارض، زمین کی گھانس (۳۳) بنت مخاض۔ ایک سال کی اونٹنی (۳۴) ابو اسحاق، ایک شخص کا نام جس نے فیروز کی دریافت کی۔ (۳۵) بو اللیل، صاحب شب (۳۶) نبات اللیل، شب تاریک، اور شب کے حادثات (۳۷) بوعلی، ایک حکیم کا نام، اور ایک شاعر کا نام اور امام حسنؓ کی کنیت (۳۸) بعد اللتاواللتی، جسکے معنی ہیں، عظیم حادثہ، چنین چنان، قیل وقال کے بعد۔ (۳۹) ترت مرت، تاخت وتاراج، تباہ وتاراج (۴۰) تتماج، ایک قسم کا آٹا، یہ لفظ ضم اول اور سکون ثانی اور جیم فارسی کے ساتھ پڑھا جائیگا۔ (۴۱) تیر تیئس معانی میں مستعمل ہے۔

۱۔ ایک معروف معنی تیر ہی ہے۔ ۲۔ ماہ چہارم بوداز سال شمسی، شمسی سال کا چوتھا مہینہ اپریل۔ ۳۔ نام روز سیزدہم از ہر ماہ شمسی، ہر شمسی مہنیہ کا تیرہوین دن، ۴۔ حصہ و بہرہ ۵۔ عطارد ۶۔ قہر ۷۔ تنگ و کوتاہ اور ضیق ۸۔ تیرہ و تاریک ۹۔ فصل خزان، ۱۰۔ قدر و مرتبہ، مقام و منزلت ۱۱۔ ہر چوب راست راگویند ہر سیدھی لکڑی کو کہتے ہیں۔ ۱۲۔ صاعقہ، بجلی اور گرج ۱۳۔ شگوفہ خرما کہ آنرا تبازی طلع گویند، کھجور کے درخت کا شگوفہ جسکو عربی میں طلع کہتے ہیں۔ ۱۴۔ طاقت و قوت۔ ۱۵۔ نام نوعی از مار، سانپ کی ایک قسم، ۱۶۔ نوعے از جنس مرغ، مرغ کی ایک قسم ۱۷۔ رشتہ راگویند (دھاگا، ایک بیماری کا نام جو پاؤں میں زخم ہوجاتا ہے، اور اس سے سوت کے مانند تار نکلتا ہے، ہندی میں تارو کہتے ہیں) ۱۸۔ مراداز تیر جام باشد، جام مرادی معنی ہے۔ ۱۹۔ مو بال ۲۰۔ کرپاس۔ روئی، مجازا سوتی کپڑا۔ ۲۱۔ نام نرگس، ایک پھول کا نام، مجازا آنکھ ۲۲۔ چیزے راگویند کہ از انواع واجناس خود بہتر باشد، ایسی چیز جو اپنی جنس میں عمدہ اور بہتر ہو۔ ۲۳۔ گولہ توپ و تفنگ بود، گولہ، توپ اور بندوق۔ ۲۴۔ تولاک اللہ، حماک اللہ، و حفظک اللہ، اللہ تعالی آپکی حمایت وحفاظت فرمائے (۴۳) ثالث ثلاثہ، نام قومے کہ خداسہ راگویند، ایک قوم ہے جو تین خدا کی قائل ہے (یسوع، مریم، خدا) (۴۴) ثلاثہ غسالہ، ایک سیال چیز ہے جو نہار منہ استعمال کی جاتی ہے تاکہ معدہ کو اخلاط ردیہ سے صاف کرے، فارسی میں ستادسہ کہتے ہیں (۴۵) جوع الکلب، ایک ایسی علت اور حالت کا نام ہے جو کھانے میں آدمی کو سیرابی حاصل ہی نہیں ہوتی (۴۶) جعفر طیار، امیر المؤمنین علی مرتضی کرم اللہ وجہہ کے برادر گرامی کا نام (۴۷) جلال ہریسہ پز، ایک طباخ کا نام، جو شیراز میں ہریسہ پکانے میں مشہور تھا (۴۸) چرخ انداز، تیر انداز، کمند انداز (۴۹) چیک چیک غیر فصیح، مکرر، ناقابل فہم گفتگو، جیم فارسی کے ساتھ۔ (۵۰) جوش اللیل، درمیانی شب (۵۱) جوجے، ایک مسخرہ کا نام (۵۲) حمیرا، ام المؤمنین عائشہؓ کا لقب (۵۳) حارث، مرد ہوشیار، شیر درندہ، ابو الحارث شیر کی کنیت ہے (۵۴) حیاض الموت، موت کی سختیاں (۵۵) حسب المساح، مساح کسرہ کے ساتھ، زمین کی پیمائش۔ حسب مقدار (۵۶) حجر البقر۔ ایک پتھری جو بکری اور گائے کے پتہ کے اندر ہوتی ہے (۵۷) حکمت بالغ، فہم کامل، دانش تمام (۵۸) حیض الرجال، ظلم وستم، گناہ و معصیت۔ کذب و دروغ، تہمت وافتراء، غیبت و سخن چینی اور بے فائدہ اور لایعنی کلام۔ (۵۹) حیعلہ، حی علی الصلوۃ کہنا (۶۰) حوقلہ، لاحول ولاقوۃ کہنا (۶۱) حمار الاھلی، ابوصابر کی کنیت ہے، ابو زیاد، حمارہ، ام محمود، ام نونہ، ام جحش، ام نافع، اور ام وھب کو بھی کہتے ہیں (۶۲) خاک و آب، آدمی کا جسم (۶۳) خیر الحرکات، یعنی نماز (۶۴) خیر السکنات، یعنی روزہ (۶۵) خواجہ مساح، یعنی حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم (۶۶) خسرو صبح۔

آفتاب (۶۷) خلیع العذار، اسپ بے لگام اور شتر بے مہار (۶۸) خشک آورد، خاموشی اختیار کرنا اور غفلت کا شکار ہونا (۶۹) خشخاش، مشہور دانہ، نیز ان لوگوں کو کہا جاتا ہے جو سلاح کے ساتھ ہوں (۷۰) حفض بہ العیش، خوش عیش اور تن آسانی۔ (۷۱) خواب خرگوش، مکرو حیلہ اور فریب ودھوکہ (۷۲) خوک، مشہور حیوان ہے اور ترکی زبان میں برج حوت کو کہتے ہیں۔ (۷۳) خط اول و خط کل، عرش (۷۴) دختر آفتاب، مئ، شراب (۷۵) دختر انگور، شراب (۷۶) دیر باز زمانہ دراز (۷۷) دع دع، کتے کی آواز (۷۸) دار الضیف، مہمان سرا (۷۹) دوازدہ جوسق، بارہ برج فلک (۸۰) دبیب النحل، طب کی زبان میں چونٹی کی رفتار، جو بیماروں کے جسم میں واقع ہوتی ہے۔ (۸۱) دحیۃ الکلبی ایک صحابی کا نام (۸۲) دیک، ایک مرغ، جسکی کنیت ابوحسان، ابوحماد، ابوسلیمان، ابو عقبہ، ابو مدیح، ابوالمنذر، ابو نبہان، ابو یقظان ہے (۸۳) دو الجگ، آسمان (۸۴) راح روح، ایک آواز اور لحن کا نام ہے۔ (باربدی کے تیس لحنوں میں سے ایک لحن ہے۔ باربد ایک گویا کا نام ہے جو خسرو پرویز کا مقرب خاص تھا اور فن میوسقی میں کمال رکھتا تھا (۸۵) ریش در دست دیگرے داشتن، کسی کے تابع اور محکوم رہنا (۸۶) دیدہ کافوری، نابینا، اندھا (۸۷) زیلوی رومی، لطیف اور منقش فرش۔

محب من! یہ چند الفاظ اور انکے معانی اور مطالب تحریر کیا ہوں، انکی تفصیلات اس مختصر کتاب میں غیر مناسب ہے۔ زیادہ کیا تحریر کریں۔ والسلام۔

رقعہ ۵۱

در تشریح یک صد و سی فرض

صفا کیشا، رقعہ رفیعہ متضمن استفسار معنی این بیت است

ساٹ اور سترا اور سات : تین پنجی تین چوک دو ترک سی بات۔

قولہ ساٹ ای شصت، قولہ سترا بالفتح ای ہفدہ۔ قولہ تیرا۔ بیائے مجھول ای سیزدہ۔ قولہ سات ای ہفت، قولہ تین پنجی، تین بروزن سین۔ ای ۳ سہ پنج، قولہ تین چوک ای ۳ سہ چہار مجموع ۳ سہ پنج، پانزدہ، و مجموع ۳ سہ چہار دوازدہ می شود، قولہ دو ترک بکسر تا و را، و سکون کاف، ای سہ۔ پس مجموع دو سہ ۲ شش می شود۔

قولہ سی بات، سی بر وزن حی بمعنی صحیح، و بات ای قول، یعنی صحیح است این قول کہ گفتہ ایم، و فرائض ہمیں مقدار است وبس۔

تفصیلش اینکہ شصت فرض اشارت است، سی ۳۰ نیت روز ہا۔ دسی ۳۰ روزہا، دہفدہ فرض، ہفدہ رکعات نماز پنجگانہ۔ دو رکعت در فجر و چہار در ظہر، وچہار در عصر، وسہ در مغرب، وچہار در عشا، مجموع آن ہفدہ می شود۔

سیزدہ فرض اشارت باحکام وارکان کہ سیزدہ اند۔ احکام فرضہائے بیرون نماز مثل۔ اندام پاک داشتن، وجائے پاک داشتن، وجامہ پاک داشتن، وستر عورت نمودن، ونیت کردن، ووقت نماز شناختن، وقبلہ راشناختہ متوجہ آن شدن۔ وارکان فرضہائے درون نماز است۔ مثل۔ تکبیر تحریمہ، وقیام، وقرآت، ورکوع و سجود، وقعدہ اخیرہ، چنانکہ گفتہ اند۔

؎ فرائض ندانی شوی در خلق   اجمس نوق تقق رسق

وہفت فرض اشارہ است بہفت صفت ایمان یعنی ایماں بخدا آور دن، وبرفرشتگان او، وبرکتب ہائے او کہ بر ابنیاء از آسمان نازل شدہ، وبررسولان او کہ مبعوث بکافہ خلائق برایت ایشان شدہ۔ وایمان آور دن برانکہ تقدیر خیر وشر از خدائے تعالی است نہ ازغیر۔ لیکن ازخیرراضی است واز شر راضی نہ۔ وایمان آور دن برانکہ زندہ گردیدن وبرانگیختہ شدن بود بعد مردن۔ حق است۔

وپانزدہ فرض کہ مجموع ۳ سہ پنج است۔ اول آن پنج نماز است ودیگر پنج بنائے اسلام، وآن ایمان آور دن بخدا ورسول خدا، ونماز و روزہا وحج وزکوۃ۔ سوم پنج وقت نماز کہ شناختن آن نیز فرض است۔

ودوازدہ فرض کہ مجموع ۳ سہ چہار است۔ اول آن چہار کرسی۔ نسب آں حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ دانستن بایں طریق کہ محمد فرزند عبد اللہ اند۔ وعبد اللہ فرزند عبد المطلب۔ وعبد المطلب فرزند ہاشم وہاشم فرزند عبد المناف۔

دیگر دانستن چہار مذہب بایں طریق کہ مذاہب چہار اند حنفی، شافعی، مالکی و حنبلی۔ وہر چہار حق اند۔

سوم چہار فرض وضو۔ اول رو شستن، دوم ہر دو دست تامرفق شستن سوم مسح سر کردن۔ چہارم، ہر دو پائے تاکعب شستن۔

مراداز دوسہ کہ مجموع آن شش فرض است، اول سہ فرض غسل کہ مضمضہ واستنشاق۔ وہمہ اندام شستن۔ دیگر ۳ سہ فرض تمیم کہ نیت ودوضرب است ضرب اول زدہ بررو مالیدن، وضرب دیگرزدہ بردستہاتا بنددست مالیدن۔ واستیعاب درتیمم واجب است یعنی بتمام گرفتن اعضاء در وقت مالیدن دست، و ذرہ ازان نگذاشتن۔ ؎

چار(۴) کرسی چار (۴) مذہب در وضو فرض است
۳ سہ بغسل و ۳ سہ تیمم و پنج (۵) بنااسلام دار
سیزدہ(۱۳) احکام وارکان ہفت (۷) ایمان راصفت

۳۰ سی روزہا ۳۰ سی نیت اے برادر یاد دار
پنج (۵) وقت و پنج (۵) نیت، ہفدہ (۱۷) رکعت فرض دان
جملگی این یک صد و سی (۱۳۰) فرض آمد در شمار

زیادہ۔ تحقیق مقدمات دینی از حد زیادہ بادہ۔ والسلام۔

رقعہ ۱۵
در تشریح فرائض

یہ رقعہ درج ذیل شعر کی تشریح اور تفصیل پر مشتمل ہے۔

ساٹ اور سترا تیرا اور سات   تین پنجی تین چوک دو تِرک سی بات

سیَ، بروزن حی، جسکا معنی ہے۔ صحیح اور درست بات یعنی قول، مطلب یہ ہے کہ یہ قول صحیح اور درست ہے۔ فرائض کی تعداد بس یہی ہے۔

انکی تفصیل اس طرح ہے۔

(۱) ساٹھ فرض سے تیس روزوں کی نیت اور تیس دنوں کی جانب اشارہ ہے۔

(۲) سترہ فرض سے نماز پنجگانہ کی فرض رکعتوں کی جانب اشارہ ہے۔ فجر کی دو رکعت ظہر کی چار رکعت، عصر کی چار رکعت، مغرب کی تین رکعت، عشاء کی چار رکعت۔

(۳) تیرہ فرض سے نماز کے شرائط اور ارکان کی جانب اشارہ ہے۔

نماز کے شرائط سات ہیں۔ (۱) جسم کا پاک ہونا (۲) جگہ کا پاک ہونا (۳) کپڑوں کا پاک ہونا (۴) ستر عورت (مرد کیلئے ناف سے گھٹنوں تک اور عورت کیلئے سارے بدن کا چھپانا) (۵) جو نماز ادا کی جائے گی، اسکی نیت کرنا (۶) جو نماز ادا کی جائے گی اسکے وقت کا پایا جانا (۷) قبلہ کی جہت پہچانتے ہوئے اسکی جانب رخ کرنا۔

نماز کے ارکان چھ ہیں۔ (۱) تکبیر تحریمہ (۲) قیام (۳) قراءت (۴) رکوع (۵) سجود (۶) قعدہ اخیرہ۔

(۴) سات فرض سے ایمان کی سات صفات کی جانب اشارہ ہے۔
(۱) اللہ تعالی پر ایمان لانا، (۲) اسکے فرشتوں پر ایمان لانا (۳) اسکی کتابوں پر ایمان لانا جو آسمان سے انبیائے کرام پر نازل کی گئی ہیں۔ (۴) اسکے رسولوں پر ایمان لانا جو سارے انسانوں کی ہدایت کیلئے مبعوث ہوئے ہیں۔ (۵) اور اس بات پر ایمان لانا کہ خیر اور شر صرف اللہ تعالی کی طرف سے ہے۔ اسکے غیر سے نہیں۔ تقدیر کے معاملہ میں یہ کیفیت نہیں ہونی چاہئے کہ خیر سے تو راضی و خوشنود رہیں اور شر سے رضا مند نہ رہیں بلکہ شر سے بھی راضی و خوشنود رہیں ہرچہ از دوست رسد نیکواست۔ (۶) دوبارہ زندہ کئے جانے پر ایمان لانا (۷) یوم آخرت پر ایمان لانا۔

(۵) تین پنجی سے مراد یہ فرائض ہیں۔ اول : پانچ نمازیں فجر، ظہر، عصر، مغرب اور عشاء۔

دوم : اسلام کی پانچ بنیادیں۔ اللہ تعالی اور رسول پر ایمان لانا، نماز روزہ، حج اور زکوۃ۔

سوم : پانچ نمازوں کے اوقات کا پہچاننا۔ یہ بھی فرض ہے۔ ان سب کا مجموع پندرہ ہے۔

(۶) تین چوک کا مجموع بارہ ہے۔ جس سے مراد یہ فرائض ہیں۔

اول : چار کرسی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب مبارک کو اسطرح سے جاننا کہ محمدؐ، عبد اللہ کے فرزند ہیں اور عبداللہ عبد المطلب کے فرزند ہیں اور عبد المطلب ہاشم کے فرزند ہیں اور ہاشم عبد مناف کے فرزند ہیں۔

دوم : چار مذہب کو اسطرح جاننا کہ مذاہب چار ہیں۔ حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی اور ان چار مذاہب ہی کے اندر حق دائر اور شامل ہے۔

سوم : وضو کے فرض چار ہیں۔ اول۔ چہرہ کا دھونا، دوم دونوں ہاتھ کہنیوں سمیت دھونا، سوم سر کا مسح کرنا، چہارم دونوں پیر ٹخنوں سمیت دھونا۔

(۷) دو ترک کا مجموع چھ ہے اور اسے مراد یہ فرائض ہیں۔

اول : غسل کے تین فرض۔ (۱) غرغرہ کرنا (۲) ناک میں پانی ڈالنا (۳) سارا بدن دھونا۔

دوم : تیمم کے تین فرض (۱) تیمم کی نیت (۲) پہلی ضرب سے چہرہ کا مسح کرنا (۳) دوسری ضرب سے ہاتھوں کو کہنیوں سمیت مسح کرنا۔

تیمم میں استیعاب واجب ہے۔ لیعنی ہاتھ پھیرتے وقت مسح کے مواضع میں ایک ذرہ بھی چھوٹنے نہ پائے۔

چار کرسی چار مذہب در وضو فرض است۔

سہ بغسل و سہ تیمم پنج بنا اسلام دار۔

سیزدہ احکام و ارکان ہفت ایمان راصفت۔

سی روزہا سی نیت اے برادر یاد دار۔

پنج وقت، پنج نیت، ہفدہ رکعت فرض دان۔

جملگی ایں یک صد و سی فرض آمد درشمار۔

زیادہ کیا عرض کروں۔ اللہ تعالی آپکو دین کے مبادیات اور مقدمات کا علم حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

والسلام۔

رقعہ ۸۰
در بعض قانون طب

حکمت پناہا۔ ہاضم نارجیل برنج خام است، وہاضم مویزدانہ قافلہ بانمک، وہاضم بیضہ مرغ یا گندم عرق پیاز، وہاضم گوشت پودینہ، وہاضم ابنہ زنجبیل یا دوغ ترش، ودافع سمیت افیون انگوزہ، ودافع سمیت پنج ہائے کنیر عرق پنج ہائے سینڈی، و دفع سمیت چونہ زرد چوب، ودفع سمیت شیراگ روغن بیدانجیر۔

وفقیر را ایں ہمہ آزمودہ است، ونیز بدانند کہ از بسیار شیر خوردن برص پیدا می شود، واز بسیار خوردن ترش شہوت کم می شود، وانگور کرد بالحم قدید خوردن برگ مفاجات مبتلا کرداند، وعدس خوردن بسیار زرد ولاغر گرداند۔ بخلاف لوبیا کہ فربہ می کند، واز بسیار خوردن نارنج ضعف جگر پیدا می شود، واز بسیار خوردن شراب بے شرمی پیدا می آید، وآرام بسیار کردن مورث جمع فضلہ ہا است، واز بسیارے فکر کردن مالیخولیا پیدا اید، واگر بے فکری تمام دارد حماقت پیدا آید۔ واز بسیاری خواب روز ذھن تیرہ شود، وبلغم راقوت بود، ورو بجانب ہوا کردہ خوابیدن سعال و نزلہ پیدا کند۔ واز بسیاری بیداری رطوبات غریزی فنا پذیرد، وجماع باپیرزن جوان را پیر گرداند، وتقویت گردہ ودل ودماغ وجگر ضروری تراست، واز برائے دفع سرعت انزال گاہ گاہے استعمال برشعثا مضائقہ ندارد، واسہال درصیف وفصد درشتاء بغایت بد است، و درفصل خزانے از سرد وخشک پرہیز باید کرد، ودر فصل بہار از گرم وتر پرہیزد۔ وہر شہریکہ کوہ از جانب شمال او بوید ودریا از جانب جنوب او سکونت آن باعث ھلاک است، وہر کس کہ معدہ او ضعیف باشد از خوردن غذائے ثقیل پرہیز نماید۔ واز توتیا کشیدن در چشم، چشم از مرضا محفوظ ماند۔ این ہمہ قوانین مسطورہ درخاطر دارند۔ ودرآن عمل کنند تا از انواع رنجوری در امان خوانید بود۔ سرکہ را بابرنج خوردن مورث قولنج است۔

و تخم مرغ باترب وترب باجفرات وخوردن خزیزه باعسل، وخوردن شیر باانجیر، وخوردن بیضہ مرغ باپنیر، وخوردن انار باہریسہ، وخوردن انار باہریسہ، وخوردن پیاز باپودنہ، وخوردن شیر باماہی مضرت کلی دارد، ازاں حذر باید نمود۔

رقعہ ۸۰
صحت وتندرستی کے اصول

حکمت پناہ! یہ چند طبی قانون وہدایت ہیں جنکو فقیر آزمایا ہوا ہے۔

ناریل کو ہضم کرنے والی چیز بغیر پکا ہوا چاول ہے اور خشک بڑا انگور کو ہضم کرنے کیلئے بڑی الاچی نمک کے ساتھ دی جائے۔ گیہوں اور مرغ کے انڈے کو ہضم کرنے والی چیز پیاز کا عرق ہے اور گوشت کو ہضم کرنے والی چیز پودینہ ہے۔ آم کو ہضم کرنے والی چیز سونٹھ یا گھی نکلا ہوا دودھ یعنی مٹھا ہے۔ افیون کے سمی اثرات کو دفع کرنے والی چیز ھنگ ہے اور کنیر کی بیخوں کی سمیت کو سینیدی کی بیخوں کا عرق دفع کرتا ہے۔ چونہ کی سمیت کو پیلی لکڑی ختم کردیتی ہے اور شیر اگ کی سمیت کو ختم کرنے کیلئے روغن بید انجیر مفید ہے۔

دودھ زیادہ استعمال کرنے سے برص (کوڑھ۔ مزاج کے فساد سے بدن بگڑ جاتا ہے اور اس سفید یا سیاہ دھبے پڑجاتے ہیں) کی بیماری پیدا ہوتی ہے اور ترشی وکھٹائی زیادہ استعمال کرنے سے شہوت میں کمی اور قوت باہ میں ضعف پیدا ہوتا ہے۔ دال کا زیادہ استعمال جسم میں لاغری ودبلاپن پیدا کرتا ہے۔ لوبیا کا استعمال بدن کو موٹا اور فربہ کرتا ہے۔ نارنگی کے کثرت استعمال سے ضعف جگر پیدا ہوتا ہے۔ شراب نوشی کی کثرت سے آدمی کے اندر بے حیائی اور بے شرمی پیدا ہوتی ہے۔ عیش وآرام کی زیادتی سے جسم میں فضلات (غـذا کا وہ پھوک جو معدہ اور مثانہ اور مقعد اور دماغ وغیرہ سے خارج ہوتا ہے) جمع ہوجاتے ہیں۔ رنج وغم اور فکر وپریشانی کی کثرت سے مالیخولیا (ایک قسم کا جنون ہے اور یہ سوداوی مرض ہے) پیدا ہوتا ہے اور مکمل بے فکری اور تن آسانی سے حماقت اور بے وقوفی پیدا ہوتی ہے۔ دن میں زیادہ سوجانے سے ذھن تیرگی اور دل کدورت کا شکار ہوجاتا ہے۔ اور بلغمی خلط (چار خلط کا توازن جسم کو توانا اور صحت مند رکھتا ہے۔ خون، صفراء، بلغم، سودا) بڑھ جاتی ہے۔ چہرہ ہوا کے رخ کی طرف رکھتے ہوئے سوجانے سے سعال اور نزلہ کی شکایت پیدا ہوتی ہے۔ زیادہ جاگنے اور بیدار رہنے سے رطوبات غریزی (پیدائشی تری اور خلقی رطوبت جو اعضاء کے اندر ہوتی ہے) ختم ہوجاتے ہیں۔ نوجوان شخص عمر رسیدہ عورت کے ساتھ جماع کرے تو جلد بوڑھا اور کمزور ہوجاتا ہے۔ اچھی صحت اور تندرستی کیلئے ضروری ہے کہ گردہ، دل، دماغ اور

جگر کو تقویت دی جائے۔ برشعشا استعمال کرنے سے سرعت انزال کی شکایت دور ہوجاتی ہے۔ موسم گرما میں اسہال (جلاب دہ دوا جسکے کھانے اور پینے سے دست آئیں) اور موسم سرما میں فصد (رگ سے خون نکالنا) انتہائی نقصان دہ ہے۔ موسم خزاں میں سرد اور خشک اشیاء کے استعمال سے پرہیز کرنا چاہئے اور موسم بہار میں گرم اور ترچیزوں کے استعمال سے اجتناب کرنا چاہئے اور وہ شہر جسکے شمالی حصہ میں پہاڑ واقع ہو اور اسکے جنوبی حصہ میں دریا واقع ہو تو اس میں رہائش پذیر ہونا صحت کیلئے نقصان دہ ثابت ہوتا ہے اور جس شخص کا معدہ کمزور اور ضعیف ہو، وہ ثقیل اور دیر ہضم غذائیں استعمال کرنے سے احتراز کرے۔ آنکھوں میں سرمہ لگانے سے آنکھیں ہر قسم کی بیماریوں سے محفوظ رہتی ہیں۔

سرکہ کو چاول کے ساتھ استعمال کرنے سے درد قولنج (وہ شدید درد سے جو قولوں انتڑی میں پیدا ہوتا ہے) لاحق ہوتا ہے۔ تخم مرغ، مولی کے ساتھ کھانا، اور مولی، دھی کے ساتھ کھانا اور خربوزہ، شہد کے ساتھ کھانا، اور دودھ ۱۰ انجیر کے ساتھ استعمال کرنا اور مرغ کا انڈا، پنیر (دودھ کو پھاڑ کر بنایا ہوا نمکین مادہ) کے ساتھ کھانا اور انار، ہریسہ (کوفتہ شدہ اور ایک قسم کی آش جسکو کٹے ہوئے گیہوں اور گوشت اور گھی اور نمک اور مصالح وغیرہ سے تیار کرتے ہیں) کے ساتھ کھانا اور باقلہ (مٹر، لوبیا، ایسی پھلیاں جو پکا کر کھائی جاتی ہیں) دھی کے ساتھ کھانا اور کتوبر بچہ، پیاز کے ساتھ کھانا اور پیاز، پودینہ کے ساتھ کھانا اور دودھ، مچھلی کے ساتھ استعمال کرنا نقصان اور ضرر کا باعث ہوگا۔

لہذا مذکورہ چیزوں کو باہم ملاکر استعمال کرنے سے پرہیز کرنا چاہئے یہ تمام قوانین طب وصحت جو تحریر کئے گئے ہیں۔ اگر آپ انہیں یاد رکھیں گے اور ان پر عمل پیرا رہیں گے تو انواع واقسام کی بیماریوں اور تکلیفوں سے محفوظ رہیں گے۔

رقعہ ۶۸
در تحقیق اعمار بزرگان دین نوشتہ

محب من!

عمر شریف حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم وعمر صدیق اکبر وفاروق اعظم وعلی مرتضی رضی اللہ عنہم بہ قول اصح شست وسہ سال۔ وعمر ذو النورین رضی اللہ عنہ ہشتاد سال۔ وعمر فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا بیست وہشت سال۔ وعمر امام حسن چہل وہفت سال۔ وعمر امام حسین، پنجاہ وشش سال۔ وبقولے پنجاہ وہفت سال۔ وعمر امام زین العابدین پنجاہ وہفت سال وعمر امام محمد باقر پنجاہ وپنج سال۔ وعمر امام جعفر صادق شصت وہشت سال وبقولے ہفتاد وپنج سال۔ وعمر امام موسی کاظم پنجاہ وپنج سال۔ وبقولے شصت وپنج سال۔ وعمر امام علی موسی رضا پنجاہ وپنج سال۔ وبقولے پنجاہ ویک سال۔ وعمر امام محمد تقی

بست وپنج سال۔ وعمر امام علی نقی بست وہشت سال، وعمر امام حسن عسکری چہل سال۔

وعمر امام محی الدین سید عبد القادر نود ویک سال۔ وعمر امام اعظم ابو حنیفہ کوفی ہفتاد سال۔ وعمر امام مالک نود سال و بقولے ہشتاد وپنج سال۔ وعمر امام شافعی پنجاہ وچہار سال وعمر امام احمد بن حنبل ہفتاد وہفت سال رضوان اللہ علیہم اجمعین

رقعہ ۴۹
بزرگان دین کی عمروں کے باب میں

محب من!

حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی عمر صحیح ترین قول کے مطابق ترسٹھ ۶۳ سال تھی۔ اور حضرت ذوالنورین عثمان غنی رضی اللہ کی عمر ۸۰ سال تھی۔ اور حضرت فاطمہ الزہرا کی عمر ۲۸ سال تھی۔ امام حسن کی عمر ۴۷ سال تھی۔ امام حسین کی عمر ۵۶ سال تھی اور ایک قول کے مطابق ۵۷ سال تھی، امام زین العابدین کی عمر ۵۷ سال تھی، امام محمد باقر کی عمر ۵۵ سال تھی۔ امام جعفر صادق کی عمر ۸۷ سال تھی اور ایک روایت کے مطابق ۷۵ سال تھی۔ امام موسی کاظم کی عمر ۵۵ سال تھی اور ایک قول کے مطابق ۵۶ سال تھی۔ امام علی موسی رضا کی عمر ۵۵ سال تھی اور ایک روایت کے مطابق ۵۱ سال تھی۔ امام محمد تقی کی عمر ۲۵ سال تھی۔ اما علی نقی کی عمر ۲۸ سال تھی، امام حسن عسکری کی عمر ۴۰ سال تھی۔

امام محی الدین شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی عمر ۹۱ سال تھی۔ امام ابوحنیفہ النعمان کی عمر ۸۰ سال تھی۔ امام مالک کی عمر ۹۰ سال تھی اور ایک قول کے مطابق ۸۵ سال تھی۔ امام شافعی کی عمر ۵۴ سال تھی، امام احمد بن حنبل کی عمر ۷۷ سال تھی رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین۔

رقعہ ۵۰
دربیان روزہ ہائے ہزاری ونیت عقیقہ

محب من! در تفسیر مدارک مسطور است کہ در ہر سال پنج روزہ ہزاری اند۔ یعنی ہر روزہ حکم ہزار روزہا دارد۔ اول روزہ بیست وہفتم ماہ رجب۔ دوم روزہ ہژدہم ماہ ذی العقدہ سوم روزہ بیست وپنجم ماہ ذی الحجہ، چہارم روزہ بست ودوم ماہ

محرم الحرام، پنجم روزہ دواز دہم ربیع الاول۔

ونیت عقیقہ این است۔ ھذہ عقیقۃ ابنی فلان بن فلان او فلانۃ بنت فلافۃ دمھا بدمہ او دمھا بدمھا اگر دختر باشد۔ وہم چنین در جمیع ضمایر لحمھا بلحمہ وعظمھا بعظمہ وجلدھا بجلدہ وشعرھا بشعرہ وشحمھا بشحمہ۔ اللھم اجعل ھذا فداء لابنی اولا بنتی من النار۔

ودر عقیقہ برائے فرزند دو گوسفند وبرائے دختر یکے۔ زیادہ تحقیق مقدمات دینی از حد زیادہ باد۔ والسلام۔

رقعہ ۵۰

ہزاری روزوں اور عقیقہ کا بیان

محب من! تفسیر مدارک التنزیل میں مرقوم ہے کہ سال میں پانچ روزے ایسے ہیں جن میں سے ہر روزہ ہزار روزوں کا حکم رکھتا ہے۔ (۱) ماہ رجب کی ستائیسویں تاریخ کا روزہ (۲) ماہ ذی قعدہ کی اٹھارویں تاریخ کا روزہ (۳) ماہ ذی الحجہ کی پچیسویں تاریخ کا روزہ۔ (۴) ماہ محرم الحرام کی بائیسویں تاریخ کا روزہ (۵) ماہ ربیع الاول کی بارہویں تاریخ کا روزہ۔

عقیقہ میں لڑکے کے لئے دو بکری اور لڑکی کیلئے ایک بکری ذبح کریں عقیقہ کا جانور بچہ کا باپ خود ذبح کرے تو بہتر ہے۔ ورنہ دوسرا شخص بھی ذبح کرسکتا ہے۔ ذبح کے وقت یہ دعا پڑھے۔

اللھم ھذہ عقیقۃ ابنی فلان بن فلان / بنتی فلانۃ بنت فلانۃ۔ دمھا بدمہ ولحمھا بلحمہ۔ وعظمھا بعظمہ وجلدھا بجلدہ وشعرھا شعرہ وشحمھا بشحمہ۔ اللھم اجعل ھذا فداء لابنی / لابنتی من النار۔

پھر بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر ذبح کرے۔ اگر لڑکے کا باپ خود ذبح کرے تو لفظا یہ دعا پڑھے۔ البتہ فلان بن فلان کی جگہ لڑکے کا نام لے اور اگر لڑکی ہو تو فلانۃ بنت فلانۃ کی جگہ لڑکی کا نام لے۔ اور مذکر ضمیر کی جگہ مونث ضمیروں کا استعمال کرے۔

اور اگر باپ کے بجائے دوسرا شخص ذبح کرے تو بچہ کا نام اور بچہ کے باپ کا نام لے۔ اور تقبلھا منی کی جگہ تقبلھا منہ۔ اور فداء لابنی کے بجائے فداء لابنہ اور لڑکی کیلئے بنتی کے بجائے بنت فلان کہے اور مونث ضمیر استعمال کرے)۔

رقعہ ۸۹
در تحقیق مہر ازواج اطہار حضرت رسالت پناہ و بنت او سیدۃ النساء فاطمہ رضی اللہ عنھن و عنھا

محب من! مہر فاطمہؓ زہرا چہار صد درہم۔ و مہر عائشہؓ پانصد درہم، و مہر ام حبیبہؓ چہار صد دنیار سرخ، و بروایتے چہار ہزار درم نقرہ، و مہر خدیجہؓ بست شتر مایہ۔ و بروایتے چہار صد مشقال طلاء۔ و بروایتے پانصد درہم۔ و مہر سودہ نبت زمعہ چہار صد درہم۔ مہر ام سلمہؓ متاعے کہ بدہ درہم می ارزید۔ و مہر اسماء بنت نعمان دوازدہ نیم اوقیہ نقرہ۔ والسلام۔

رقعہ ۸۹
ازواج مطہرات اور حضرت فاطمہؓ کے مہر کا بیان

محب من! ام المؤمنین حضرت خدیجہؓ کے مہر سے متعلق تین قول ہیں۔ قول اول۔ سامان سے لدے ہوئے بیس اونٹ۔ قول دوم: چار سو مشقال سونا (مشقال ساڑھے چار ماشہ کا وزن، ماشہ آٹھ رتی کا وزن) اور قول سوم: پانچ سو درہم نقد۔ (درہم اسکا وزن ساڑھے تین ماشہ کا ہوتا ہے)۔ ام المؤمنین حضرت عائشہؓ کا مہر پانچ سو درہم تھا۔ ام المؤمنین ام حبیبہ کا مہر چار سو دینار سرخ تھا (سونے کا سکہ) اور ایک قول کے مطابق چار ہزار درہم چاندی۔ ام المؤمنین حضرت سودہ بنت زمعہ کا مہر چار سو درہم تھا۔ ام المؤمنین حضرت ام سلمہ کے مہر میں اتنا سازوسامان مقرر کیا گیا تھا جسکی مالیت دس درہم تھی۔ ام المؤمنین حضرت اسماء بنت نعمان کے مہر میں بارہ نیم اوقیہ چاندی مقرر تھی۔ (اوقیہ، چالیس درہم کے وزن کا نام) حضرت فاطمہ الزہرا کا مہر چار سو درہم تھا)۔

رقعہ ۹۸
در ادب استاذ نوشتہ

محب من! امام زندویسی در روضہ خود آوردہ کہ حق عالم بر جاھل و استاد بر شاگرد دیکے است و آن ایسنت کہ پیش ازد کلام شروع نکند۔ و بر جائے او نہ نشیند اگر حاضر بناشد۔ ورد نکند کلام اورا، و مقدم نشود برو در مشی، و آواز بلند نکند پیش او۔
پس شاگرد و جاہل را ادب استاد و عالم ضرور است۔ ہر کہ ادب نگاہ ندار در خسران ابد گرفتار گردد۔ خسر الدنیا والاخرہ ذلک ھو الخسران المبین۔ مولوی معنوی فرمودہ :

از خدا خواہیم توفیق ادب　　بے ادب محروم ماند از فضل رب
بے ادب خود را نہ تنہا داشت بد　　بلکہ آتش در ہمہ آفاق زد

والسلام علی من اتبع الھدیٰ۔

رقعہ ۹۸
استاد وعالم کے ادب کا بیان

محب من! امام زندویسی اپنی کتاب "روضہ" میں فرماتے ہیں۔

جاھل کے اوپر عالم کا حق اور شاگرد کے اوپر استاد کا حق ایک ہی ہے اور وہ یہ ہے کہ جاھل، عالم کے سامنے بات چیت میں پہل نہ کرے اور عالم کی غیر موجودگی میں اسکی جگہ پر نہ بیٹھے اور اسکے کلام کو رد نہ کرے اور راہ چلتے وقت اس سے آگے نہ بڑھے اور اسکے سامنے چیخ چیخ کر ہاتھ ہلا ہلا کر بات نہ کرے۔

اسی طرح شاگرد استاذ سے بات چیت میں سبقت نہ کرے اور استاذ کی غیر موجودگی میں اسکی جگہ پر نہ بیٹھے اور اسکے کلام کو رد نہ کرے اور راہ چلتے وقت اس سے سبقت نہ لے جائے اور اسکے سامنے زور زور سے بات چیت نہ کرے۔

جاھل کیلئے عالم کا ادب اور شاگرد کیلئے استاد کا ادب لازم ہے اور جو بھی ادب کو ملحوظ نہ رکھے گا وہ دائمی نقصان اور ابدی خسران میں گرفتار ہو جائیگا۔ خسرالدنیا والاخرہ ذلک ھو الخسران المبین۔ مولوی معنوی فرماتے ہیں۔

از خدا خواہیم توفیق ادب　　بے ادب محروم ماند از فضل رب
بے ادب خود را نہ تنہا داشت بد　　بلکہ آتش در ہمہ آفاق زد

والسلام علی من اتبع الھدیٰ۔

رقعہ ۱۲
دربیان خوابیکہ خفتگان را بیدار کند

محب صادق من! روزے فقیر حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم را در خواب دید کہ کاغذے بدست فقیر مرحمت فرمودند۔ و در آن مرقوم بود کہ پدر شمار بر مقام حضرت غوث الاعظم اند؂ وظاہر است کہ مقام حضرت غوث جمع است درمیان شریعت و حقیقت و حضرت ماجامع درمیان شریعت و حقیقت بودند اقتداء بشیخہ؂۔ والسلام۔

رقعہ ۱۲
ایک ایسے خواب کے بیان میں جس نے سوئے ہوؤں کو جگا دیا

محب صادق من! ایک روز فقیر نے خواب میں حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپؐ ایک کاغذ فقیر کے ہاتھ مرحمت فرمارہے ہیں۔ اور اس میں لکھا ہوا ہے۔ آپ کے والد (حضرت قربیؒ) حضرت غوث اعظمؒ کے مقام پر ہیں۔ حضرت غوث اعظم جامع شریعت اور حقیقت ہیں۔ یہ ایک روشن حقیقت ہے۔ اس خواب سے یہ اشارہ ملا کہ ہمارے والد و شیخ (حضرت قربیؒ) بھی جامع شریعت و حقیقت ہیں۔ اور حضرت قربیؒ کیلئے اس مقام کا حصول اپنے شیخ حضرت غوث الاعظم کی اقتداء و پیروی کی برکت اور فیضان ہے۔

رقعہ ۴۱
درذکر دیدن خواجہ حافظ خواجہ حافظ شیرازی باوصف بے مثالی بدیدہ مثالی

محب من! پیش ازیں در کتب خانہ ما دیوان حافظ نبود۔ روزے فقیر خواجہ حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ رادید کہ برطور مجذوبان ایستادہ اند۔ چون بیدار رشد۔ دیوان حافظ بدست خود نوشت۔ وحالا نزد فقیر ہماں کتاب است وبس۔ والحمد للہ رب العلمین۔ والسلام۔

رقعہ ۴۱
حافظ شیرازی کو خواب میں دیکھنا

محب من! اس سے قبل ہمارے کتب خانہ میں کتاب دیوان حافظ نہ تھی۔ ایک روز فقیر حافظ شیرازی کو دیکھا۔ مجذوبوں کی شکل وصورت میں کھڑے ہوئے ہیں۔ جب بیدار ہوا تو اپنے ہاتھوں سے دیوان حافظ مکمل نقل کیا۔ اب فقیر کے نزدیک صرف یہی ایک نسخہ موجود ہے۔ والحمد للہ رب العلمین۔ والسلام۔

رقعہ ۴۱
در دعائے کہ بخواب آموختہ

محب من! روزے فقیر در خواب دید کہ بزرگے بافقیر می گویند، شما این دعای خواندہ باشید، ہیچ مضرتے بشما نخواہد رسید۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم بحق جریحوا سترکوا سرسریحوا۔ وبحق وجعلنا من بین اید یہم سدا ومن خلفھم سدا فاغشینا ہم فہم لا یبصرون۔ وصلی اللّٰہ علی خیر خلقہ محمد والہ وصحبہ اجمعین برحمتک یاارحم الراحمین۔

وفقیر دربسا مہمات این دعارا مجرب یافتہ ۔ والسلام۔

رقعہ ۱۲۴

خواب میں ایک بزرگ سے ایک مخصوص دعا کا حاصل ہونا۔

محب من! ایک روز فقیر نے خواب دیکھا۔ ایک بزرگ فقیر سے فرمارہے ہیں۔ آپ اس دعا کو پڑھتے رہئے۔ انشاء اللہ اپ کو کوئی ضرر اور تکلیف نہیں پہنچے گی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم بحق جریحوا سترکوا سرسریحوا۔ وبحق وجعلنا من بین اید یہم سدا ومن خلفھم سدا فاغشینا ہم فہم لا یبصرون۔ وصلی اللّٰہ علی خیر خلقہ محمد والہ وصحبہ اجمعین برحمتک یاارحم الراحمین۔

فقیر نے اس دعا کو بہت سی مشکلات اور مہمات میں آزمایا اور بہرہ ور ہوا۔

رقعہ ۱۲۵

در دعائیکہ جامع فواید جزئی ۔ کلی است

محب من! نوشتہ بودند کہ دعائے کہ مشتمل برفواید دینی و دنیوی باشد۔ مرقوم فرمائید۔ حسب الترقیم در ترتیم می آید۔ می باید کہ این دعا صبح وشام وظیفہ دارند۔ فوائد آں از گفتن ونوشتن بیرون است۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ الھی سیدی ومولائی ضاقت المذاھب الا الیک وخابت الامال الا لدیک وبطل التوکل الاعلیک وانقطع الرجاء الاعنک لاملجاء ولا منجاء ولا مفرمنک الا الیک تحصنت بالذی لہ الملک والملکوت واعتصمت بالذی لہ العزۃ والجبروت و توکلت علی الحی الذی لایموت۔ وصلی اللّٰہ علی خیر خلقہ محمد وآلہ وصحبہ اجمعین۔

رقعہ ۱۲۵
ایک جامع دعا

محب من! آپ کے حسب تحریر ایک دعا تحریر کررہاہوں جو دینی اور دنیاوی فوائد وبرکات پر مشتمل ہے اور اسکے فوائد وبرکات حیطہ تحریر وتقریر سے باہر ہیں۔ آپ کو چاہئے کہ یہ دعا صبح اور شام پڑھتے رہیں۔

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم
الھی سیدی ومولائی ضاقت المذاھب الا الیک
وخابت الآمال الا لدیک وبطل التوکل الا علیک وانقطع الرجاء
الا عنک لاملجاء ولا منجاء ولا مفر منک الا الیک تحصنت بالذی
لہ الملک والملکوت واعتصمت بالذی لہ العزۃ والجبروت
و توکلت علی الحی الذی لایموت وصلی اللّٰہ علی خیر
خلقہ محمد وآلہ وصحبہ اجمعین۔

اے میرے الہ ومعبود! اے میرے آقا وسردار، اے میرے مالک ومولا۔
تیرے راستہ کے سوا تمام راستے تنگ اور مسدود ہوچکے ہیں۔ تیری ذات کے سوا ہر کسی سے امیدیں ناکام ہوچکی ہیں۔ تیری ذات کے سوا سب کے اوپر سے اعتماد ختم ہوچکا ہے۔ تیری ذات کے سوا کسی سے امید باقی نہ رہی۔
اے اللہ۔ اب تیرے سوا کوئی ماذٰی اور ملجا نہیں اور تیرے سوا کوئی نجات دینے والا نہیں اور تیرے سوا جائے فرار نہیں اور کوئی جائے پناہ نہیں۔
میں نے ایسی ذات کا سہارا لیا ہے جو صاحب ملک اور ملکوت ہے اور ایسی ذات کی پناہ لی ہے جو صاحب عزت اور جبروت ہے اور ایسی ذات پر اعتماد اور توکل کیا ہے جو ہمیشہ زندہ رہنے والی ہے اور موت وفنا سے پاک وصاف ہے۔ خیر الخلائق محمد اور آل محمد اور اصحاب محمد پر صلوۃ وسلام ہو۔

رقعہ ۴

بہ پسر خود وبصر خود نوشتہ

برخوردار سعادت اطوار، مد عمرہ　　　بعد دعوات، مزید حیات، وترقی درجات

معلوم باد کہ درین ولا شنیدہ میشوہ کہ آں برخور دار غالبا صحبت اوباش می باشند و تخم بودوباش خودرا در زمین بے حاصلے می پاشند" وکتاب ہائیکہ خواندہ بودندہمہ فراموش کردہ۔ از شنیدن ایں کیفیت عیش فقیر منغض گردیدہ۔می باہد کہ صحبت اوباش ترک دہند، وبہ تحصیل علم کوشش بلیغ نمایند کہ سعادت دارین درین است وبس۔ نظم

علم کو پرضیا چو مصباح است　　ہمہ دانی مراح ارواح است
کسب انوار راصباح ورواح　　باش چون دھن ہمدم مصباح
فصل منطق بہ بحث علم ترا　　اگرچہ صغرا بود کند کبرا
شمہ کرترا رسدزیں طیب　　آید ازوے منطقت تذہیب

زیادہ توفیق رفیق باد۔

رقعہ ۴

حصول علم کی ترغیب و تحریص اور علم کی عظمت و فضیلت

برخوردار سعادت اطوار! درازئی عمر اور ترقی درجات کی دعاؤں کے بعد واضح خاطر ہو کہ ان دنوں یہ بات سنی گئی ہے کہ آپ اوباش لڑکوں کی صحبت میں رہنے لگے ہو اور اپنی تخم بود و باش کو بے حاصل زمین میں بکھیر رہے ہو اور جو کتابیں پڑھ چکے ہو۔ وہ بھول چکے ہوں یہ خبر سنکر فقیر کا عیش وآرام ختم ہو چکا ہے۔ آپ کو چاہیئے کہ بداخلاق لڑکوں کی صحبت ترک کردو اور ہر وقت حصول علم میں کوشاں رہو اور اچھی طرح جان لو کہ دنیا اور آخرت کی فلاح و بہودی اور سعادت صرف اور صرف علم میں ہے۔

علم کی مثال، روشنی بکھیرنے والے چراغ کی سی ہے اور علم ارواح کی جائے آسائش ہے۔ صبح اور شام علم کے انوار وبرکات سمیٹنے میں مصروف اور کوشاں رہو اور علم کے ساتھ ایسے پیوست اور منسلک رہو جیسے روغن، چراغ کے ساتھ۔

اور علم کی تلاش و جستجو تمہیں پستی سے بلندی پر پہنچادے گی اگر علم کی بوباس بھی تمہیں لگ جائے تو اسکی برکت اور فیضان سے تمہارا قلب اور قالب روشن اور تابناک ہوجائیگا۔

رقعہ ۴۴
دربیان آسامی والقاب نفس ناطقہ بحسب مراتب او

حکمت دستگاہ۔ نفس ناطقہ در ابتدائے فطرت خالی باشد از ہمہ علوم لیکن قابلیت علم داردہ اگر نہ اتصاف او بعلم ممنوع بود۔ ودرین وقت آنرا عقل ہیولانی می گویند۔ پس ہرگاہ کہ آلات خود راکہ مراد از حواس ظاہر و باطن است۔ استعمال می کند حاصل شود اور اعلوم اولیہ ومستعد برائے کسب نظریات۔ ودرین وقت اور اعقل بالملکہ می گویند۔ پس ہرگاہ کہ ترتیب کند علوم اولیہ را۔ ودر باید نظریات را برطور مشاہدہ دریں وقت اور عقل مستفاد می گویند۔ وہرگاہ کہ مخزون می شود ہمہ علوم نزداو حاصل شود اور ملکہ استحضار ہرگاہ کہ بخواہد بغیر محنت جدید۔ درین وقت اورا عقل بالفعل می گویند۔
تفصیل این از کتب حکمت باید جست۔ والسلام۔

رقعہ ۴۴
نفس ناطقہ کے مراتب کے لحاظ سے اسماء اور القاب کا بیان

محب من! نفس ناطقہ (روح) ابتدائے فطرت میں تمام علوم سے خالی اور عاری ہوتی ہے لیکن اسکے اندر علم کی قابلیت واستعداد موجود رہتی ہے۔ اگر اس میں یہ استعداد نہ ہوتو اسکا علم سے متصف ہونا ممنوع ہوجائیگا۔ اس منزل میں نفس ناطقہ کو عقل ہولانی کہتے ہیں۔

نفس ناطقہ جب اپنے حواس ظاہر (حس ظاہر یعنی ذائقہ، باصرہ، شامہ، لامسہ، سامعہ) اور حواس باطن (حس باطن، حس مشترک، خیال، متصرفہ، واہمہ، حافظہ) کو استعمال کرتی ہے تو اسکو علوم اولیہ حاصل ہوتے ہیں اور وہ اس وقت نظریات کے کسب کیلئے مستعد ہوجاتی ہے اور اسکے اندر علم کی قوت حاصل ہوتی ہے۔ اس منزل میں نفس ناطقہ کو عقل بالملکہ کہتے ہیں۔

نفس ناطقہ جب علوم اولیہ کو ترتیب دے اور نظریات کو مشاہدہ کے طور پر پالے تو اس منزل میں نفس ناطقہ کو عقل مستفاد کہتے ہیں۔

نفس ناطقہ کے نزدیک جب سارے علوم، مخزون اور مجموع ہوجائیں اور اسکو علوم کی قوت حاصل ہوجائے اور وہ محنت جدید کے بغیر ہی جوچاہے معلومات فراہم کرلے تو اسکو اس منزل میں عقل بالفعل کہتے ہیں۔

اس موضوع پر مزید تفصیلات حکمت کی کتابوں میں تلاش کریجئے۔

رقعہ ۵۹
در حیض زنان

محب من ! حیض اگر زن را اول بار روز شنبہ آید، آن زن فاحشہ گردد، واگر بروز یکشنبہ آید۔ آن زن زود بمیرد، واگر بروز دوشنبہ آید فرزندان بسیار زاید۔ واگر بروز سہ شنبہ آید۔ سفر بسیار کند۔ واگر بروز چہار شنبہ آید دختران بسیار زاید۔ واگر بروز پنجشنبہ آید فرزندان نرینہ بزاید اور اگر بروز جمعہ آید فرزندان ودختران نیکو بزاید۔ **واللہ اعلم بالصواب کذا سمعنا من اصحاب التجربۃ ووجدھا مجربا۔**

رقعہ ۵۹
عورتوں کے حیض کے بارے میں

محب من! حیض اگر پہلی مرتبہ عورت کو ہفتہ کے روز آئے تو وہ عورت فاحشہ ہوگی اور اگر اتوار کے روز آئے تو وہ جلد مرجائے گی اور اگر پیر کے روز آئے تو اسکو بکثرت لڑکے پیدا ہونگے۔ اور اگر منگل کے روز آئے تو وہ سفر زیادہ کرے گی اور اگر چہار شنبہ کے روز آئے تو اسکو بکثرت لڑکیاں تولد ہونگی اور اگر جمعرات کے روز آئے تو وہ بہادر بیٹوں کو جنم دے گی اور اگر جمعہ کے روز آئے تو نیک اور صالح بیٹوں اور بیٹیوں کو جنم دے گی۔

صحیح اور درست علم تو صرف اللہ تعالی کو حاصل ہے۔ یہ باتیں تو ہم نے اصحاب تجربہ سے سنا ہے جن کو یہاں نقل کیا گیا۔

رقعہ ۴۹
در تقلیم ظفر نوشتہ

درباب تقلیم ظفر ایں قطعہ رابر یاد دارند، درآں عمل کنند کہ موافق قول شافعی علیہ الرحمہ است۔

قطعہ تراپیوستہ از تقلیم ناخن — بروز چہار شنبہ دولت آید
بہ پنجشنبہ بیفزاید تراعمر — بجمعہ صد سعادت رونماید
جزایں ایام کا نراذکر کردیم — غم از تقلیم ناخن میفزاید

ودر شنبہ ویکشنبہ وسہ شنبہ تراشیدن سر مضرت کلی دارد ونامبارک است۔ ودر باقی روزہا خوب است۔
وبروایتے تراشیدن سر روز پنجشنبہ فقر آرد، واللہ اعلم بالصواب۔

رقعہ ۴۹
ناخن اور سر تراشنے کے باب میں

محب من! ناخن تراشنے کے باب میں یہ قطعہ ذھن نشین کرلیجئے اور اس پر عمل کیجئے اور یہ امام شافعیؒ کے قول کے موافق اور مطابق ہے۔

تراپیوستہ از تقلیم ناخن ۔ بروز چہار شنبہ دولت آید
بہ پنجشنبہ بیفزاید تراعمر ۔ بجمعہ صد سعادت رونماید
جزاین ایام کانرا ذکر کردیم ۔ غم از تقلیم ناخن میفزاید

یعنی روز چہار شنبہ ناخن تراشنے سے دولت حاصل ہوگی اور جمعرات کے دن ناخن نکالنے سے عمر میں اضافہ ہوگا اور جمعہ کے روز تراشنے سے سعادت مندی اور فیروز مندی حاصل ہوگی۔ باقی ایام ہفتہ، اتوار، پیر اور منگل ناخن تراشنے سے رنج اور غم حاصل ہوگا۔ (ناخن پہلے سیدھے ہاتھ کے نکالیں اور پھر بائیں ہاتھ کے نکالیں۔ پیروں کے ناخن تراشنے میں کوئی طریقہ منقول نہیں ہے سیدھے ہاتھ کے ناخن تراشنے کی ترتیب یہ ہونی چاہئے۔ (۱) پہلی انگلی، ہاتھ کے انگوٹھے کے پاس والی (۲) چھوٹی انگلی کے بازو کی انگلی (۳) انگوٹھا (۴) بیچ کی انگلی (۵) چھوٹی انگلی۔

بائیں ہاتھ کے ناخن نکالنے کی ترتیب اسطرح ہونی چاہئے۔ (۱) انگوٹھا (۲) بیچ کی انگلی (۳) چھوٹی انگلی۔ (۴) پہلی انگلی، ہاتھ کے انگوٹھے کے پاس والی (۵) چھوٹی انگلی کے بازو کی انگلی۔

ہفتہ، اتوار اور منگل کے دن سر کی حجامت بنانا نقصان دہ ہے۔ باقی ایام میں حجامت بنانا اچھا ہے اور ایک قول کے مطابق جمعرات کے دن حجامت بنانے سے فقیری اور مفلسی آتی ہے۔ ان تمام باتوں کا علم اللہ تعالی ہی کی ذات کو زیادہ ہے۔

رقعہ ۷۵ در بعض فوائد متفرقہ کہ در سفر و حضر بکار آید

محب من سعید الدین بانی مبانی فتوت و مروت معلوم نمایند

شبنہ و دو شنبہ بجانب مشرق نباید رفت۔ یکشنبہ و جمعہ بجانب مغرب نباید رفت۔ سہ شنبہ و چہار شنبہ بجانب شمال نرود۔ پنجشنبہ بجانب جنوب نرود۔

و نیز می باید کہ چوں ماہ در بروج ثابت باشد بسفر نکند کہ تا دیری در سفر ماند۔ نیز بداند کہ در ہر ماہ این تاریخہا نحس اند سیوم ۳ و پنجم ۵ و سیز دہم ۱۳ و شانزدہم ۱۶ و بیست و یکم ۲۱، و بیست و چہارم ۲۴ و بیست و پنجم ۲۵ و بقولے سیم ۳۰ و ہشتم ۸ و سیز دہم ۱۳ و ہجدہم ۱۸ و بیست و سیوم ۲۳ و بیست و ہشتم ۲۸ نیز بدانند کہ دوازدہم ۱۲ محرم الحرام نحس است ۔دہم ۱۰ صفر و چہاردہم ۱۴ ربیع الاول و دوازدہم ۱۲ ربیع الآخر، و بیست و ہفتم (۲۷) جمادی الاول ۔ و بیست و دوم (۲۲) جمادی الآخر و بیس و دوم (۲۲) رجب المرجب ۔ و بیست و سوم (۲۳) شعبان المعظم و چہارم (۴) رمضان و ہفتم (۷) شوال۔ و بیست و ہفتم (۲۷) ذی قعدہ و ہشتم (۸) ذی الحجہ

و نیز بدانند کہ بقولے سیز دہم (۱۳) و چہاردہم (۱۴) رجب نحس است۔ و سوم (۳) و چہارم (۴) شعبان نحس است ۔ و سوم (۳) و بیستم (۲۰) رمضان ۔ ششم ۶ و ہفتم ۷ شوال ۔ دوم (۲) و پنجم (۵) ذی قعدہ ۔ ششم (۶) و ہفتم (۷) ذی الحجہ و یازدہم (۱۱) محرم و یکم (۱) و سوم (۳) صفر ۔ و دہم (۱۰) و بیستم (۲۰) ربیع الاول و یکم (۱) و ہژدہم (۱۸) ربیع الآخر، و یکم و دوازدہم (۱۲) جمادی الاول، و دوم (۲) و چہارم (۴) جمادی الآخر۔ واللہ اعلم بالصواب

رقعہ ۷۵ سفر اور تاریخوں کے سعد و نحس کے باب میں

محب من!

ہفتہ اور پیر کے دن مشرق کی جانب سفر نہیں کرنا چاہئے۔ اتوار اور جمعہ کے روز مغرب کی طرف سفر نہیں کرنا چاہئے۔ منگل اور چہار شنبہ کے روز شمال کی سمت سفر نہیں کرنا چاہئے جمعرات کے دن جنوب کی طرف سفر نہیں کرنا چاہئے۔ نیز یہ جان لیجئے کہ چاند جب بروج میں ہوتا ہے تو اس وقت بھی سفر نہیں کرنا چاہئے کیونکہ سفر میں دیری واقع ہوگی۔

نیز جان لیجئے کہ ہر مہینہ کی یہ تاریخیں نحس ہیں ۳، ۵، ۱۳، ۱۶، ۲۱، ۲۴، ۲۵، اور ایک قول کے مطابق یہ تاریخیں نحس ہیں ۳۰، ۸، ۱۳، ۱۸، ۲۳، ۲۸،

نیز جان لیجئے یہ تاریخیں بھی نحس ہوتی ہیں۔ ۱۲/ محرم۔ ۱۰/ صفر، ۴/ ربیع الاول، ۱۲/ ربیع الآخر، ۷، ۲/ جمادی الاول ،۲۲/ جمادی الآخر، ۲۲/ رجب، ۲۳/ شعبان، ۴/ رمضان، ۷/ شوال، ۷، ۲/ ذیقعدہ، ۸/ ذی الحجہ

ایک دوسرے قول کے مطابق یہ تاریخیں نحس ہیں ۱۳، ۱۴/ رجب، ۳، ۴/ شعبان ۳، ۳۰/ رمضان، ۶، ۷ شوال، ۲، ۵ ذی قعدہ، ۶، ۷/ ذی الحجہ، ۱۱/ محرم ۱، ۳ صفر، ۱۰، ۲۰ ربیع الاول، ۱، ۱۸/ ربیع الآخر، ۱، ۱۲ جمادی الاول ۲، ۴/ جمادی الآخر

سعد اور نحس کا صحیح علم اللہ تعالیٰ ہی سب سے زیادہ بہتر جاننے والا ہے۔

رقعہ ۱۰۱ در قوانین ضروریہ

آنچہ درباب بنائے خانہ ہامر قوم بود، معلوم شد۔ آنچہ معلوم است مر قوم می گردد محبا۔ اگر خانہ بدرازی ہفت قدم باشد، فقر آرد، واگر ہشت قدم باشد غنا آرد بلکہ اگر لائق سلطنت بود سلطنت یابد۔ واگر نہ قدم باشد دران خانہ بدی وخرابی بود۔ واگر دہ قدم باشد خوشی دونعمت پیدا آید۔ واگر یازدہ قدم باشد خویشان وفرزندان روزی شوند۔ واگر دوازدہ قدم باشد نیز خوب است۔ واگر سیزدہ قدم باشد دشمنان زیادہ شوند۔ واگر چہاردہ قدم باشد فرزندان صاحب خانہ ملول شوند۔ واگر پانژدہ قدم باشد صاحب خانہ بمیرد۔ واگر شانزدہ قدم باشد حرمت وعزت پیدا آید۔ واگر ہفدہ قدم باشد خیر وخوبی پیدا شود واگر ہژدہ قدم باشد ملول شود۔ واگر نوزدہ قدم باشد از خانہ بگریزد۔ وباز نیاید۔ واگر بست قدم باشد نیکو بود واگر بیست ویک قدم باشد در فتنہ گرفتار شود۔ واگر بیست ودو قدم باشد حصول نصرت صورت بندد۔ واگر بیست وسوم قدم باشد سازواری بود۔ واگر بیست وچہارم قدم باشد نیز سازوار بود۔ واگر بیست وپنج قدم باشد بر زن او گران بود ۔ واگر بیست وشش قدم باشد دایم در آں خانہ ماتم بود۔ واگر بیست وہفت قدم باشد مالِ ودولت زیادہ شود واگر بیست وہشت قدم باشد بسیار نیکو بود۔ واگر بیست ونہ قدم باشد نیکوئی وخوبی پدید آمد۔ واگر سی قدم باشد اورا فرزند شود

رقعہ ۱۰۱ تعمیر مکانات سے متعلق ضروری قوانیں

گھروں کی تعمیر سے متعلق جو باتیں لکھی گئی ہیں۔ وہ معروف اور مشہور ہیں۔ تاہم یہاں انکا کچھ حصہ نقل کیا جارہا ہے محب من! اگر گھر، لمبائی اور درازی میں سات قدم ہو تو اسکے اندر فقیری اور مفلسی رہیگی اور اگر آٹھ قدم ہو تو اسکے

اندر امیری اور خوشحالی آجائے گی. بلکہ صاحب مکان سلطنت کے لائق ہو تو حکومت مل جائے گی اور اگر نو قدم ہو تو اسکے اندر خرابی اور بدی رہے گی. اور اگر دس قدم ہو تو اسکے اندر خوشی و مسرت اور راحت و نعمت کا دور دورہ ہو گا. اور اگر گیارہ قدم ہو تو رشتہ داروں اور فرزندوں کو روزی کی فراوانی حاصل ہو گی۔ اور اگر بارہ قدم ہو تو مبارک و مسعود ہو گا اور اگر تیرہ قدم ہو تو دشمنوں کی کثرت ہو گی۔ اور اگر چودہ قدم ہو تو صاحب خانہ کی اولاد حزن و ملال میں مبتلا رہے گی۔ اور اگر پندرہ قدم ہو تو صاحب خانہ کی موت جلد واقع ہو گی۔ اور اگر سولہ قدم ہو تو عزت و حرمت اور قدر و منزلت حاصل ہو گی اور اگر سترہ قدم ہو تو اس گھر کے اندر خیر و خوبی اور برکت کی زیادتی ہو گی۔ اور اگر اٹھارہ قدم ہو تو اسکے اندر حزن و ملول اور رنج و غم رہیگا۔ اگر انیس قدم ہو تو صاحب خانہ گھر سے چلا جائیگا۔ اور پھر لوٹ کر نہیں آئیگا۔ اور اگر بیس قدم ہو تو اسکے اندر نیکی رہیگی۔ اور اگر اکیس قدم ہو تو اسکے اندر فتنے رہیں گے۔ اور اگر بائیس قدم ہو تو فتح و نصرت اور کامیابی و کامرانی کے حصول کی صورت پیدا ہو گی۔ اور اگر تئیس اور چوبیس قدم ہو تو اس کے اندر خوشگوار اور سازگار زندگی رہیگی۔ اور اگر پچیس قدم ہو تو صاحب خانہ کی بیوی کے لئے مصیبت رہیگی اور اگر چھبیس قدم ہو تو اسکے اندر ہمیشہ ماتم رہیگا یعنی اہل خانہ حوادث کے شکار ہوتے رہیں گے اور اور اگر ستائیس قدم ہو تو اسکے اندر مال و دولت اور اسباب کی فروانی رہے گی۔ اور اگر اٹھائیس قدم ہو تو بہت ہی مبارک و مسعود ثابت ہو گا۔ اور اگر انتیس قدم ہو تو اس گھر سے نیکی اور خوبی پھیلے گی۔ اور اگر تیس قدم ہو تو صاحب خانہ کو فرزند ہو گا۔

در تفصیلِ صحن خانہ

نیز بدانند کہ صحن خانہ شش قدم، یا ہفت قدم باشد نیکو است۔ و ہشت قدم میانہ است و اگر نہ یا دہ قدم بود خوشی و خورمی روزی شود۔ اگر یازدہ قدم بود فرزندان روزی شوند۔ و دوازدہ قدم بد است۔ و سیزدہ قدم خوب است۔ چہاردہ قدم فرزندان او ملول شوند ۔ و پانژدہ قدم وشانزدہ قدم خوب است۔ واللہ اعلم

در تفصیل صحن خانہ

نیز جاننا چاہئے کہ اگر گھر کا صحن چھ ۶، سات ۷، تیرہ ۱۳، پندرہ ۱۵، سولہ ۱۶، قدم رہے تو یہ مبارک ہے اور اگر ۸ آٹھ قدم ہے تو سعد اور نحس کے درمیان ہے۔ اور اگر نو ۹ اور دس ۱۰ قدم ہے تو خوشی و خورمی کی زیادتی ہو گی اور اگر گیارہ ۱۱ قدم رہے تو فرزندون کی کثرت ہو گی اور اگر بارہ ۱۲ قدم ہے تو یہ نحس ہے اور اگر چودہ ۱۴ قدم رہے تو

صاحب خانہ کے فرزندان حزن و ملال میں گرفتار رہیں گے۔

در پہنائی خانہ

نیز بدانند کہ اگر پہنائی خانہ شش قدم باشد نیکو است۔ اگر ہفت قدم باشد دولت روید ہد۔ اگر ہشت قدم باشد میانہ است۔ و نہ قدم و دہ قدم خوب است۔ اگر یازدہ قدم باشد فرزندان و خویشان روزی شوند۔ اگر دوازدہ قدم باشد بہر کار خوب است و اگر سیزدہ قدم باشد پیغمبر علیہ السلام را در خواب بیند و اگر چہادہ قدم باشد خوبی روزی شود۔ واللہ اعلم بالصواب۔

گھر کی پہنائی اور چوڑائی کے باب میں

نیز جان لینا چاہئے کہ اگر مکان کی چوڑائی چھ ۶ نو ۹ اور دس ۱۰ قدم ہو تو یہ گھر مبارک ثابت ہوگا اگر سات ۷ قدم ہو تو اس میں دولت کی کثرت اور فراوانی رہے گی۔ اور اگر آٹھ قدم ہو تو متوسط اور درمیانی حالت رہے گی۔ نہ افلاس اور نہ ہی خوشحالی۔ اور اگر گیارہ ۱۱ قدم ہو تو فرزندوں اور رشتہ داروں کی کثرت ہو گی۔ اور اگر بارہ ۱۲ قدم رہی تو ہر کام کے اندر خیر اور برکت ظاہر ہو گی اور تیرہ قدم ہو تو اس گھر کے اندر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت خواب میں نصیب ہو گی اور اگر چودہ ۱۴ قدم ہو تو رزق اور روزی میں وسعت و کشادگی اور برکت رہے گی۔

ان تمام باتوں کو اللہ تعالیٰ ہی سب سے زیادہ اور بہتر جاننے والا ہے۔

در بنائے خانۂ نو

نیز بدانند کہ ہر کہ در ماہ محرم خانۂ نو بنا کند فقیر شود و اگر در ماہ صفر بنا کند چہارپایہ زیادہ شوند۔ و اگر در ماہ ربیع الاول بنا کند فرزندان و بندگان زیادہ شوند و اگر در ماہ ربیع الثانی بنا کند ضعیفی و بیماری در آں خانہ زیادہ شود و اگر در ماہ جمادی الاول بنا کند از جنگ و خصومت خالی نباشد۔ و اگر در ماہ جمادی الآخر بنا کند زر و نقرہ حاصل آید۔ و اگر در ماہ رجب بنا کند مال بسیار جمع شود و اگر در ماہ شعبان بنا کند اکثر آں خانہ بکرایہ افتد یا افتادہ باشد۔ و اگر در ماہ رمضان بنا کند آں خانہ سوختہ شود و اگر در ماہ شوال بنا کند غنی و مالدار گردد و اگر در ماہ ذی قعدہ بنا کند از شومیت قرار نگیرد۔ و اگر در ماہ ذی الحجہ بنا کند راحت و خوش حالی پیدا آید۔

می باید کہ ایں ہمہ مقدمات مسطورہ در خاطر دارند کہ از مجربات است۔ والسلام۔

نیامکان تعمیر کرنے کے باب میں

نیز یہ جاننا چاہئے کہ اگر کوئی شخص ماہِ محرم میں گھر کی تعمیر کرے تو وہ فقر وافلاس میں مبتلا رہے گا۔اور اگر صفر میں تعمیر کرے تو اس گھر کے اندر جانوروں اور چوپائیوں کی کثرت ہوگی۔ اور اگر ربیع الاول میں تعمیر کرے گا تو اس گھر میں فرزندوں اور نوکروں کی زیادتی رہے گی۔ اور اگر ربیع الثانی میں تعمیر کرے گا تو اس گھر کے اندر امراض کی کثرت رہے گی۔اور اگر جمادی الاول میں تعمیر کرے گا تو اس گھر کے اندر لڑائیاں اور جھگڑے ہوتے رہیں گے اور اگر جمادی الثانی میں تعمیر کرے گا تو اس گھر میں سونے اور چاندی کی کثرت رہے گی۔اور اگر رجب میں تعمیر کرے گا تو اس گھر میں مال اور اسباب جمع ہونگے اور اگر شعبان میں تعمیر کرے گا تو وہ گھر کرایہ میں رہے گا۔اور اگر رمضان میں تعمیر کرے گا تو وہ گھر جل جائے گا۔اور اگر شوال میں تعمیر کرے گا تو اس گھر کے اندر دولت وثروت کی کثرت ہوگی اور اگر ذی قعدہ میں تعمیر کرے گا تو اس گھر کے اندر شومیت اور نحوست کا گزر نہ ہوگا اور اگر ذی الحجہ میں تعمیر کرے گا تو اس گھر کے اندر راحت وعافیت اور خوش حالی پیدا ہوگی۔

یہ سارے قوانین اور مقدمات جو بیان کئے گئے ہیں ان کا دارومدار تجربات اور مشاہدات پر ہے۔آپ بھی ان باتوں کو ذھن میں رکھیں تو فائدہ سے خالی۔

رقعہ نمبر ۷ در بعض احوال سابقہ نوشتہ

محبّ ہمہ حب من۔ فقیر ازیں پیش کہ اہل خانہ پیشینہ او در قید حیات بود، از حضرت قبلہ گاہی مرخص شدہ از ویلور بارکاٹ رفت، ہمراہ او درین سفر استاذی محمد عظیم الدین سلمہ اللہ تعالیٰ وخلف مرحوم ایشان محمد میران وشاہ سیف اللہ بودند ۔ مدتے در آں جا اقامت کردیم۔ مریدان حضرت امثل خان شہامت نشان عبد الحی خان وامثالِ ایشان می آوردند، ومی رفتند بموافق مقدور نذری آوردند، وفقیر آں راخرچ مایحتاج خود ورفقائے خود می کرد وہمدر آن ایام اہل خانہ سابق فقیر وفات یافت، وپیش از وقوع ایں حادثہ بدوروز در دل فقیر می آمد کہ کاشکے دریں وقت حضرت قبلہ گاہی از ویلور تشریف آوردند، وباستمالت آن حضرت بسیارے از قلق واضطراب رفع گردید، بعدہ روز از وقوع ایں حادثہ حضرت قبلہ گاہی در شکم پیدا شد فرمودند، قطب انجا از بودن ما راضی نیستند ۔ ما را ایلور ببرید، آزار ما دفع خواہد شد پس ما آنحضرت را گرفتہ بویلور آوردیم ۔ ہمیں کہ قریب دروازہ ویلور رسیدیم آزار آنحضرت قدرے تخفیف پذیر رفت

چون در خانہ آمدیم ، روز دویم آن مرض بکلیہ مندفع گردید۔ فقیر مدتے در تحت ظلال افضال آنحضرت آسودہ باز آرکاٹ آمدو بمواسات خسر خود و عم خود سید کریم محمد قادری چناں کہ باید وشاید بکوشید شاید کہ فرزند ایشاں نیز ایں چنیں موافقت نکردہ باشد دریں اثناء برادر خرد فقیر سید علی محمد بمرض تب دق رنجور شد ومادرم نیز بخورتب مریض گردید حضرت قبلہ گاہی ہر دو را گرفتہ بارکاٹ تشریف آوردند ہر چند بمعالجت ایشاں اہتمام نمودند مرض بصحت نہ بنجامید بلکہ روز بروز زیادہ می شد از آنجا باز بویلور مراجعت فرمودند روزے چند تشریف دانستہ باز آن ہر دو مریض را گرفتہ بارکاٹ تشریف آوردہ در حویلی کہ قریب مسجد غلام رسول خان است آمدند۔ ودر آن ایام بر آن حضرت کہ دقت دل مبارک ایشان بمرتبہ کمال بود ملاحظہ آں ہر دو دشوار نمود قریب بود کہ تاب استقامت طاق شد حضرت رسالت پناہ ﷺ را دیدند کہ دو پیالہ پُر گلاب بخود مرحمت فرمودند یکے بتمام بنوشیدند۔ ودیگر می نوشیدند۔ وقدرے باقی بود کہ بیدار شدند چوں بیدار شدند در بدن خود تاب وطاقت وافر دیدند۔ وقوت استقامت کلی یافتند روز جمعہ وقت نماز پانزدہم شعبان المعظم برادر خرد فقیر وفات یافت حضرت قبلہ گاہی دراں وقت در مسجد مذکور خطبہ می خواندند۔ مردمان گریان میرودند ودر پیش آنحضرت در صحن مسجد ایستادند بجانب ایشان نظر کردند وبفراست دریافتند اما در دل آنحضرت اصلاً اضطراب راہ نیافت ودر قرأت خطبہ ذرہ تفاوت وتجاوز واقعہ نگردید بعد تمام خطبہ نماز باجماعت ادا فرمودہ واز دعا فراغت حاصل کردہ از مسجد بیروں آمدند فقیر گریاں پیش آں حضرت رفت فرمودند چرا می گرئید خدائے تعالیٰ بندۂ خود را در حضرت خود طلبید پس آزردن ما چہ محل دارد ایں گفتند ونزد برادر مرحوم آمدند ودرود خواندند، بر رواو بدمیدند۔ وفرمودند کہ ما را در خاطر بود کہ شما کار ما خواہید بود ما در کار شما شدیم بعد از تجہیز وتکفین ساختہ جنازۂ برادر مرحوم گرفتہ بویلور تشریف آوردند ودر صحن مسجد دفن کردند در غرۂ رمضان فقیر از آرکاٹ بجانب آنحضرت آمد وتقبیل اقدام شریف مشرف شد ووالدۂ فقیر روز دوم از آرکاٹ آمد وہماں روز وفات یافت وجان مبارک او در وقت افطار قریب بقبض رسیدہ بود۔ حضرت قبلہ گاہی فرمودند اگر شما دریں وقت انتقال کنید ہمہ مردم از تاب روزہ ایشان بمحنت گذاشتہ انداز ناخوردن وناآشامیدن در رنج شدید خواہند افتاد بمجرد فرمودن آنحضرت جائے کہ بلب رسیدہ بود باز ہمہ اعضا رجوع کرد۔ پس آنحضرت امر کرد کہ ہمہ روزہ داران افطار کنند وطعام بخورند۔ چون از طعام خوردند وآب نوشیدن فراغت یافتند باز حالت پیشہ پیش آمد وروح مبارک او بخطاب یا ایتھا النفس المطمئنہ ارجعی الی ربک مخاطب گشت وبروفق مضمون لطافت مشحون فادخلوھا بسلام داخل دار السلام گردید ۔ من بعد حضرت قبلہ

گاہی بہمانجا تشریف داشتند وفقیر را فرمودند کہ شما بار آکاٹ پیش خسر خود وخوش دامن خود بروید کہ مشتاق دید شما اند۔ وفقیر در چہارم صفر از حضرت قبلہ گاہی اجازت گرفتہ بآرکاٹ آمدو نہ ماہ در آنجا بافقیر قریب دہ دوازدہ کس بودند۔ وبا آنکہ در آن وقت گرانی غلہ از حد درگذشتہ بود وجہانے بریزہ نانے محتاج گشت کاروائی ایشان می کرد تا نزد فقیر چیزے بود ہیچ تکلیفے عارض حال ایشان نشد چون ہیچ نماند از رسانیدن روز مرہ ایشان عاجز ماند وبر ہمہ مردم فاقہ ایک روزہ گذشتہ۔ فقیر از ناخوردن مردم از بسکہ غم نخورد ہیچ نخورد۔ علی الصباح کہ سعد النجوم بزیارت آسمان آمد خواجہ سعد اللہ خان نزد فقیر آمدہ گفتند مہمے سخت دارم فکر قضائے آن باید کرد فقیر گفت فقیر را در عملہائے قضائے حاجات راہ نیست۔ گفتند اگر فکر ان نخواہید کرد فردائے قیامت پیش جد شما خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم دامن گیر شما خواہم شد فقیر گفت عمل دیگر نمی دانم۔ تعویذ دارم یکے از ملازمان خود تعین کنید تا ہر صبح آن تعویذ گرفتہ در آبِ روان انداز وہر گاہ کہ آں تعویذ بر خلاف عادت بجانب قبلہ خواہد دوید۔ بدانید کہ مہم شما بکفایت رسید۔ قبول کردند ورفتند یکے را از ملازمان خود متعین نمودند۔ وبصحابت او یکدستہ کاغذ دولت آبادی و مبلغ چہل روپیہ مہدا داشتند۔ فقیر ان مبلغ گرفتہ تقسیم رفقاء نمود۔ وعلی الصباح شروع عمل کرد ہفد ہم روز تعویذ مذکور بسمت قبلہ دوید از مشرق رو بمغرب نہاد۔ ومہم ایشان بکفایت رسید۔ مبلغ چہار صد روپیہ نذر فرستادند۔ ودفعہ دیگر صد روپیہ فرستاد۔ فی الجملہ از ایشانِ قریب مبلغ شش صد روپیہ رسیدہ، فقیر بعد نو ماہ خواست کہ از آرکاٹ باویلور آید مانع شدند وگفتند۔ ہر روز برائے خرچ خادمانِ مبلغ دو روپیہ ابلاغ می دارم از فقیر جدا مشوید۔ قبول نکردہ بجانب حضرت قبلہ گاہی آمد وبآستان بوس مشرف شد وحضرت قبلہ گاہی ہمدران ایام امر ازدواج فقیر را انصرام دادند فقیر تاحال در سایۂ کرامت آں حضرت پرورش می یابد

اندر پناہ تو زغم و درد فار غم
شکر خدا کہ از ہمہ غم کرد فار غم

والسلام

رقعہ ۷ ۷ بعض احوال سر گزشت

محبت من! فقیر کی پہلی رفیق حیات جب کہ وہ بقید حیات تھی اس وقت حضرت قبلہ (والد حضرت قربیؒ) سے اجازت ورخصت لے کر ویلور سے آرکاٹ چلا گیا اس سفر میں میرے ہمراہ میرے استاد مولانا محمد عظیم الدین اور آپ کے

خلف رشید مرحوم محمد میران اور شاہ سیف اللہ بھی تھے۔ یہ سب حضرات ایک مدت تک آرکاٹ ہی میں مقیم رہے۔
ہمارے حضرت کے مریدین مثلاً شہامت خان، عبدالحی خان وغیرہ آرکاٹ آیا جایا کرتے تھے۔ اور اپنی طاقت کے مطابق نذر پیش کرتے تھے جس سے فقیر اپنی اور اپنے رفقاء کی ضروریات پورے کیا کرتے تھے۔
اسی زمانے میں فقیر کی پہلی بیوی داغ مفارقت دے گئی۔ اس الم انگیز حادثہ کے وقوع سے دو روز قبل فقیر کے دل میں یہ خیال گزرا کہ کاش ان دنوں میں حضرت قبلہ فقیر کے پاس رہتے تو کس قدر ہمت اور سکون حاصل رہتا۔ اسی سوچ میں غرق تھا کہ اچانک حضرت قبلہ ویلور سے آرکاٹ آپہنچے۔ آپ کے ورود مسعود سے فقیر کا قلق واضطراب ختم ہو گیا۔
اہلیہ کی رحلت کے دس دن بعد حضرت قبلہ کو درد شکم لائق ہوا تو آپ نے فرمایا۔ اس علاقہ کے قطب ہمارے قیام سے راضی نہیں ہیں۔ ہمیں ویلور چلنا چاہئے۔ پس ہم لوگ حضرت قبلہ کو لئے ہوئے ویلور پہنچ گئے شہر پناہ کے دروازے پر پہنچے ہی تھے کہ حضرت قبلہ کے درد میں خفت ہوئی اور گھر پہنچنے کے دوسرے دن یہ مرض پوری طرح ختم ہو گیا۔
اس واقعہ کے بعد فقیر کچھ دنوں تک حضرت قبلہ کے پاس ہی رہا۔ پھر آرکاٹ لوٹ آیا اور اپنے عم محترم اور خسر مکرم سید کریم محمد قادری کی خدمت مالی اور جسمانی طور پر انجام دیتے رہا۔
اسکے بعد فقیر کے چھوٹے بھائی سید علی محمد قادری تپ دق کے مریض ہو گئے اور والدہ ماجدہ بھی بخار میں مبتلا ہو گئیں تو حضرت قبلہ دونوں کو لئے ہوئے آرکاٹ چلے آئے اور یہاں ان دونوں کا علاج پورے اہتمام اور خاص توجہ کے ساتھ ہوتا رہا لیکن مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی۔ بالآخر چند روزہ قیام اور علاج کے بعد حضرت قبلہ ویلور تشریف لے گئے پھر کچھ دن گذرنے کے بعد آرکاٹ دوبارہ واپس آئے اور مسجد غلام رسول خان کے قریب ایک حویلی میں فروکش ہوئے۔
برادر عزیز اور والدہ ماجدہ کی علالت اور دیگر مسائل کے باعث حضرت قبلہ کے قلب پر بڑا گہرا اثر ہوا اور آپکے لئے ان دونوں کی حالت زار کا ملاحظہ اور مشاہدہ جان لیوا بن چکا تھا اور قریب تھا کہ آپ کی قوت استقامت جواب دے دیتی ایک روز خواب میں آپ نے حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ گلاب سے بھرے ہوئے دو پیالے پیش فرما رہے ہیں جن میں سے ایک کو آپ نے مکمل نوش فرمایا دوسرا ابھی کچھ باقی تھا کہ آپ بیدار ہو گئے۔
اس واقعہ کے بعد حضرت قبلہ کے اندر ایک غیر معمولی قوت پیدا ہو گئی اور آپ سراپا استقامت دکھائی دینے لگے۔

روز جمعہ پندرہ شعبان المعظم عین نماز جمعہ کے وقت فقیر کے چھوٹے بھائی سید علی محمد قادری فوت ہو گئے۔اس وقت حضرت قبلہ مسجد غلام رسول میں جمعہ کا خطبہ دے رہے تھے۔لوگ روتے ہوئے دوڑتے ہوئے مسجد پہنچے اور صحن میں حضرت کے روبرو کھڑے ہو کر بے چینی اور کرب کے عالم میں آپ کی طرف دیکھنے لگے۔ حضرت قبلہ نے اپنی فراست سے اس حادثہ کو جان لیا۔لیکن آپ کے قلب میں مطلقاً اضطراب پیدا نہیں ہوا اور خطبہ پڑھنے میں ذرہ بھی تفاوت اور تجاوز نہیں کیا۔ خطبہ مکمل ہونے کے بعد نماز پڑھائی اور دعا سے فارغ ہونے کے بعد صحن میں تشریف لائے تو فقیر روتے ہوئے تیزی کے ساتھ آپ کے سامنے آ پہنچا تو فرمانے لگے چرامی گرئید خدا تعالیٰ بندہ خود را در حضرت خود طلبید پس آزردن ما چہ محل دارد۔

کیوں رو رہے ہو۔ اللہ نے اپنے بندہ کو اپنے حضور طلب کر لیا ہے۔اس میں رنجیدہ اور آزردہ ہونے کی بات کیا ہے۔ صبر و ضبط سے کام لو۔

اسکے بعد برادر مرحوم کی نعش کے پاس تشریف لائے اور درود پڑھ کر بھائی کے چہرے پر پھونکا اور پیشانی چوما۔ اور فرمانے لگے ہمارے دل میں تھا کہ تم ہماری تجہیز و تکفین کرو گے لیکن مشیت الٰہی ہم تمہاری تجہیز و تکفین کر رہے ہیں۔اسکے بعد بھائی کا جنازہ ویلور لے آئے اور صحن مسجد (حضرت مکان) میں تدفین عمل میں آئی۔

یکم رمضان کو فقیر آرکاٹ سے ویلور والد ماجد کے پاس چلا آیا اور قدم بوسی سے مشرف ہوا۔دوسرے دن فقیر کی والدہ ماجدہ آرکاٹ سے ویلور پہنچیں اور اسی دن دنیا سے کوچ کر گئیں۔افطار کا وقت بالکل قریب تھا والدہ ماجدہ کی روح مبارک قبض کے قریب تھی۔ یہ منظر دیکھکر حضرت قبلہ کی زبان سے نکلا۔ اگر آپ ایسے وقت میں رحلت کر گئیں تو سارے لوگوں کو سخت تکلیف پیش آئے گی۔ تمام لوگ روزہ کی مشقت سہے ہوئے ہیں نہ کھا سکیں گے نہ پی سکیں گے حضرت قبلہ کا صرف اتنا کہنا ہی تھا کہ جان جو لب پر پہنچ چکی تھی پھر تمام اعضاء میں لوٹ آئی۔ اتنے میں افطار کا وقت آ پہنچا تو حضرت قبلہ نے حکم دیا تمام روزہ داروں کو افطار کراؤ اور کھانے پینے کا انتظام کرو۔ چنانچہ سارے لوگ کھانے پینے سے فارغ ہو کر چلے گئے اسکے بعد پھر والدہ ماجدہ پر سکرات کی کیفیت لوٹ آگئی اور کچھ ہی دیر میں روح مبارک قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔

اس واقعہ کے چند دنوں بعد حضرت قبلہ نے مجھ سے فرمایا اپنے خسر اور خوش دامن کے پاس چلے جاؤ وہ تمہیں دیکھنے کے مشتاق ہیں۔ چنانچہ حضرت قبلہ سے اجازت لے کر ۴ صفر کو آرکاٹ چلا گیا اور وہاں نو مہینوں تک مقیم رہا۔

فقیر کے ساتھ دس بارہ افراد مثلاً محمد یاسین، شاہ سیف اللہ، عبد الکریم، محمد علی، یعقوب شاہ، میر حبیب اللہ وغیرہ تھے۔ جن کے مصارف فقیر کے ذمہ تھے۔ یہ وہ زمانہ تھا جس میں غلہ کی گرانی آسمان سے باتیں کر رہی تھی اور لوگ روٹی کے ایک ایک ٹکڑے کے محتاج ہو گئے تھے ان حالات میں فقیر تمام لوگوں کی ضروریات پوری کر رہا تھا جب تک اسکے پاس کچھ سرمایہ موجود رہا پیش آمدہ صورت حال سے کسی کو کسی تکلیف کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔ جب میرے نزدیک کچھ نہ رہا تو ان کے روزانہ کھانے کا سامان مہیا کرنے سے عاجز آ گیا اور ان تمام لوگوں پر ایک روز ایسا بھی گزرا کہ ان کے حلق میں کوئی چیز نہیں پہنچ سکی۔ فقیر حد درج ملول خاطر ہو گیا اور کچھ نہیں کھایا پیا۔ دوسرے روز علی الصباح نواب سعد اللہ خان فقیر کے پاس آ پہنچے اور فرمایا کہ ایک سخت مہم در پیش ہے آپ پورا کیجئے۔ فقیر نے کہا۔ فقیر حاجتوں کو پورا کرنے کی قدرت نہیں رکھتا ہے۔ نواب موصوف فرمایا اگر آپ اس مہم کی کامیابی کے لئے فکر نہیں کریں گے تو کل قیامت کے روز آپ کے جد خاتم النبین صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آپ کا دامن پکڑ لوں گا۔ فقیر نے کہا کوئی عمل تو نہیں ہے۔ البتہ ایک تعویذ ہے۔ آپ اپنے ملازمیں میں سے ایک ملازم کو اس کام پر متعین فرمایئے کہ وہ ہر روز اس تعویذ کو بہتے ہوئے پانی میں ڈالتا رہے جس دن وہ مخالف سمت میں بہنے لگے تو آپ جنگ میں فتح یاب ہوں گے۔ نواب صاحب نے یہ بات پسند کی اور واپس تشریف لے گئے اور اپنے خادم کے ہمراہ دولت آباد کے کاغذ کا ایک بنڈل اور چالیس روپیہ ہدیہ روانہ فرمایا۔ فقیر اس مبلغ کو حاصل کر لیا اور اپنے رفقاء و متعلقین میں تقسیم کر دیا۔ آبِ روان میں تعویذ ڈالنے کا عمل شروع کیا گیا اور ستر ہویں روز تعویذ مذکورہ قبلہ کی سمت مشرق سے مغرب کی جانب بہنے لگی اسی روز نواب موصوف نے دشمن پر حملہ کیا اور ان کی مہم پایہ تکمیل کو پہنچی۔

نواب موصوف نے تقریباً چھ سو روپیہ مبلغ نذرانہ روانہ کیا۔ فقیر نو مہینے آرکاٹ میں رہنے کے بعد ویلور کا رخ کرنا چاہا تو نواب موصوف مانع ہوئے اور فرمایا کہ رفقا اور خدام کے خرچ کے لئے ہر روز دو روپیہ روانہ کرتا رہوں گا۔ آپ آرکاٹ سے نہ جایئے۔ لیکن فقیر نے یہ بات منظور نہیں کی اور حضرت قبلہ کے پاس ویلور چلا آیا۔ تاحال حضرت قبلہ کے سایہ کرامت میں پرورش پا رہا ہے۔ ان دنوں حضرت قبلہ فقیر کے عقد کے انتظام اور انصرام میں مصروف اور مشغول ہیں۔

شکر خدا کہ از ہمہ غم کرد فارغم　　اندر پناہ تو ز غم و درد فارغم

تیرے سایہ میں رہ کر ہر غم اور درد سے بے نیاز ہو چکا ہوں۔ خدا کا شکر کہ اس نے تمام غم اور رنج سے فارغ

کردیا ہے۔ رقعہ ۶۵۶۴ در بعض مشبرات کہ بشارت طالبان حق رامی دہد محب من! روزے یا شبے فقیر در خواب دید کہ حضرت رسالت پناہ علیہ السلام بر زہ دیوان خانہ کاہی نشستہ اند و بر شکل حضرت ماانند۔ و ہیچ غیر یتے در میان آنحضرت و حضرت ما در آن وقت متصور نیست و فقیر بر قدم راست آنحضرت است۔ و تراب شاہ کہ یکے از خلفاء حضرت ماانند۔ بر قدم چپ آنحضرت، و پس پشت ماشاہ سیف اللہ دلاور محمد کہ از مریدان حضرت ماانند ایستادہ اند۔ فقیر در دل خود گفت کہ شاہ سیف اللہ دلاور محمد ہر دو مرید حضرت رسالت مآب علیہ السلام اند۔ و آنحضرت فرمودہ اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم یعنی اصحاب من چون ستارگاں اند بہر فردیکہ از ایشان متابعت کنید۔ ہدایت بیابد۔ پس ایں ہر دو کس نیز نجوم خواہند بود

وشبے فقیر در میان دو ستون دیوان خانہ کاہی غلطیدہ بود در اثنائے خواب وبیداری دید کہ حضرت ماآمدہ بطرف بالین فقیر ایستادہ اند۔ فقیر دعامی کند کہ اے بارخدایا حضرت مارا مرتبۂ قطبیت عطا کن حضرت ماازیں معنی رو در ہم کشیدند و فرمودند مارا ایں مقام از اول حاصل است ازیں مقامِ بالاتر گذشتہ ایم فقیر عرض کرد تا حال مقامِ حضرت محبت است یا مقامِ محبوبیت رسیدہ اید۔ فرمودند ہنوز مقامِ محبتیت ایم واللہ اعلم ماسرارہ

وپیش ازین بچند سال فقیر را بشوقِ تحریر نسایم پیدا شد بہ شغلِ آں مشغول گشت در اثنائے تحریر شبے در خواب دید کہ حضرت غوث الثقلین شیخ الکل بطرفِ می روند حضرتِ ماو فقیر ہر دو باآں حضرت می رویم چوں مقدار از مسافت طے شد رخصت گرفتہ بخانۂ خود تراجعت کردیم وآن حضرت در صحرا می روند و ہنوز از نظر ما غائب نشدہ پس فقیر با حضرت ما گفت۔ حضرت شیخ الکل تنہا می روند وکسے ہمراہ او نیست۔ در این صحرا کہ گذر آدمی متعسر است بل متعذر۔ مبادا کہ قطاع طریق باآں حضرت ایذائے برساند۔ حضرت ماگفتند شما چہ می گوئید حضرت شیخ الکل در مہالک و مخاوف مردم را از قطاع طریق نگاہ می دارند از قطاع طریق آں حضرت را چہ اندیشہ خواہد بود و در آن وقت لباس حضرت شیخ الکل قمیص سفید بود و شکل آن حضرت مشابہہ تمام بود با شکل حضرت بسا اوقات حضرت رسالت پناہ علیہ السلام را وحضرت شیخ الکل غوث الثقلین رضی اللہ عنہ ربر ابشکل حضرت ما دیدہ مگر یکبار حضرت غوث را بر شکل دیگر دیدہ است۔ واللہ علی ذلک شہید۔

ابو قاسم بزاز رحمۃ اللہ علیہ روایت می کند از حضرت شیخ محی الدین عبد القادر رضی اللہ عنہ می فرمود بلغ: ید حسین حلاج، ونبود در زمان او کسے کہ دستگیری کند اگر من در آن زمان می بودم ہر آئینہ دستگری می کروم و ہر کہ از یاران ومحبان

ومریدان مرا مرکوب بالغزد تا قیام قیامت دستگیری کنم۔

بر مقام حضرت شیخ نظر باید کرد کہ حال انکہ در وقت بر دار کشیدن حسین حلاج، جنید و شبلی حاضر بودند وی فرماید کہ نبود، ہیچ کسے کہ دستگیری کند۔ و شبلی اگرچہ بمقام اعلی وارفع بودند امام مقام حضرت شیخ از مقام ایشان ارفع است ومؤید ایں معنی است آنچہ خود فرمودہ است۔ فاعطانی المولی اجل ولایۃ. ولم یعطیھا غیری لیوم القیامۃ

منقول است کہ در شبِ معراج دو مرغ سبز دوش بدوش آنحضرت تا عرش رفتند، وچون آنحضرت بالاتر شناخت باز ماندند۔ مرغیکہ بدست راست بود اصلا از مقام خود تجاوز وتفاوت نمی کرد۔ دوش بدوش آنحضرت می رفت، مرغیکہ بطرف چپ بود گاہے از دوش مبارک آنحضرت بالاتر شدی وگاہے فروتر آمدی۔ آنحضرت از حال آں دو مرغ عجب کرد واز حضرت جبرئیل علیہ السلام پرسید۔ گفت یا رسول اللہ ایں مرغ کہ بطرف راست بود۔ روح شیخ عبدالقادر گیلانی است۔ وایں مرغ کہ بطرف چپ بود۔ روحِ خواجہ بایزید بسطامی۔ اما اینکہ آن دوش بدوش آمد واز مقام خود تجاوز وتفاوت نہ کرد برائے آنست کہ ہیچ کلمہ از شیخ عبدالقادر جیلانی خلاف شرع صدور نخواہد یافت۔ واینکہ گاہے بالاتر گرفت وگاہی فروتر می آید۔ برائے آنست کہ از خواجہ بایزید بسطامی بعضے کلمات خلاف شرع صادر خواہد شد چنانچہ سبحانی ما اعظم شانی

ولذلک حضرت شیخ الکل فرمودہ است من واخی بایزید در میدان حقیقت برابر دوید مگر آنکہ دو قدم اسپ من از اسپ او پیشتر شتافت۔ قدم اول اینکہ اوبا جذبہ عشق سنت تزویج ادا کردن نتوانست۔ ومن کردم۔ وقدم دوم اینکہ او در مستی بعض کلمہ خلاف شرع گفت۔ ومن گفتم

آرے قوت تحمل کہ حضرت شیخ را بود خواجہ بایزید را نبودہ زیرا کہ تحمل عشق وعدم اظہار سر خواجہ صورت نیست۔ ہم چنیں از خواجہ جنید بغدادی کہ در حالت غلبہ لیس فی جبتی سوی اللہ گفت۔ پس تحمل کہ شیخ را بود، ایشان را نبودہ۔ ومتحمل افضل است از غیر متحمل۔ پس حضرت شیخ افضل است از خواجہ بایزید وخواجہ جنید بغدادی وسائر اولیاء

بعضے اولیاء اللہ گفتہ کہ باللہ العظیم ہیچ ولی پیدا نشدہ ونخواہد شد مثل شیخ محی الدین عبد القادر ولھذا ہرگاہ کہ آنحضرت فرمود قدمی ہذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ ہمہ اولیاء اللہ کہ مقیم بغداد بودند یا غیر مقیمے۔ جہت اطاعت گردنہا پست کردند۔ مگر یکے از اولیاء کہ در اصفہان گردن خود پست نہ کرد ولایت او مسلوب شد ومنصب او عزل گردید۔

رقعہ ۶۴، ۶۵ بعض مبشرات اور شانِ غوثیت

محبّ من! ایک روز دن میں یارات میں فقیر نے خواب میں حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کو دیوان خانے میں ایک تخت پر بیٹھے ہوئے دیکھا اور اس وقت آپؐ ہمارے حضرت (قربلی رحمۃ اللہ علیہ) کی شکل وصورت میں دکھائی دے رہے تھے۔ اور ہمارے حضرت اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان کسی قسم کی غیریت دکھائی نہیں دے رہی تھی۔ فقیر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سیدھے جانب ہے اور شاہ تراب جو ہمارے حضرت کے خلفاء میں سے ہیں۔ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بائیں جانب ہیں اور شاہ سیف اللہ دلاور جو ہمارے حضرت کے مریدوں میں سے ہیں۔ وہ ہماری پشت کی جانب کھڑے ہوئے ہیں۔ اس وقت فقیر کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ شاہ تراب اور شاہ سیف اللہ یہ دونوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مرید ہیں۔ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ اصحابی کا نجوم با یھم اقتدیم اھتدیم. میرے تمام صحابہ ستاروں کے مانند ہیں۔ ان میں سے جس صحابی کی پیروی کروگے ہدایت پاؤگے۔ لہذا یہ دونوں حضرت شاہ تراب اور شاہ سیف اللہ نجوم ثابت ہونگے یعنی ان سے علم وفضل اور ہدایت کی روشنی پھیلے گی۔

ایک شب فقیر دیوان خانے کے دوستوں کے درمیان تخت پر لیٹا ہوا تھا اور اس وقت خواب اور بیداری کی درمیانی حالت تھی کہ ہمارے حضرت تشریف لائے ہوئے ہیں اور فقیر کے سرہانے کھڑے ہوئے ہیں۔ اور فقیر یہ دعا کر رہا ہے، یا اللہ! ہمارے حضرت کو مقام قطبیت عطا فرما (قطب یعنی قوم کا سردار۔ اس ولی کا لقب جس کے قبضہ قدرت میں انتظام کسی ملک کا عالم معنوی میں خدا کی جانب سے سپرد ہو۔ مترجم)۔ حضرت نے بات سنی تو فرمایا الحمد للہ یہ مقام تو ہمیں پہلے ہی سے حاصل ہے۔ اس سے بھی بلند عطا ہوا ہے۔ فقیر نے عرض کیا اس وقت آپ مقام محبت میں جلوہ فروز ہیں یا مقام محبوبیت میں؟ فرمایا ہنوز مقام محبت میں ہیں، اللہ تعالیٰ ہی اسکے اسرار کو سب سے زیادہ جاننے والا ہے۔

چند سال قبل کی بات ہے کہ فقیر نے ایک شب خواب میں حضرت غوث پاک کو دیکھا۔ ایک جانب سے گزر رہے ہیں۔ اور یہ فقیر اور ہمارے حضرت دونوں بھی غوث پاک کے ساتھ چل رہے ہیں۔ جب تھوڑی دور چلنے کے بعد ہم حضرت غوث پاک سے اجازت لیتے ہوئے اپنے گھر کی طرف لوٹ گئے اور حضرت غوث پاک صحرا کی طرف نکل پڑے اور ہماری نظروں سے ابھی اوجھل نہیں ہوئے تھے۔ اچانک فقیر کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ حضرت غوث پاک

تنہا جارہے ہیں اور آپ کے ہمراہ کوئی نہیں ہے مباداکہ اس خطرناک صحرا میں کوئی ڈاکو آپ کو تکلیف نہ پہنچائے۔
میں نے اس خدشہ کو ہمارے حضرت کے سامنے پیش کیا تو فرمایا، تم یہ کیا کہہ رہے ہو۔ حضرت غوث پاک تو ہلاکت اور خوف کی جگہوں میں ڈاکوؤں سے لوگوں کی حفاظت فرمایا کرتے ہیں۔ آپ کو ڈاکوؤں سے کیا خوف اور اندیشہ ہو سکتا ہے۔
اس وقت حضرت غوث پاک سفید قمیص میں ملبوس تھے اور ہمارے حضرت کی صورت سے مشابہہ تھے۔ اکثر اوقات فقیر نے حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت غوث پاک کو دوسری صورت میں بھی دیکھا ہے۔ واللہ علی ذلك شهيد.
شیخ ابوالقاسم بزاز علیہ الرحمہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت غوث پاک نے فرمایا۔ حسین حلاج سے لغزش ہو گئی اور اس وقت ایک شخص بھی ایسا نہیں تھا جو ان کی دستگیری کرتا۔ اگر اس وقت میں رہتا تو ضرور ان کی دستیگری کرتا۔ میرے مریدین، میرے محبین جادۂ شریعت سے ہٹ جائیں تو قیامت تک میں ان کی دستگیری کروں گا۔
اس قول کی روشنی میں حضرت غوث پاک کے مقام و مرتبہ کا تجزیہ کیا جائے تو یہ حقیقت آشکار ہو جائے گی کہ حسین حلاج کو سولی چڑھاتے وقت حضرت جنید بغدادی اور حضرت شبلی موجود تھے اور یہ ولایت کے مقام پر فائز تھے لیکن غوث پاک کا مقام ان کے مقام سے اعلیٰ اور ارفع ہے اور یہ حضرات غوث پاک کی طرح منصب ارشاد، قوت تصرف اور مقام رفعت کے مالک نہ تھے اس لئے حضرت غوث پاک نے فرمایا ایک شخص بھی نہیں تھا جو حسین حلاج کو جادہ شریعت سے ہٹ جانے پر بروقت بچالیتا۔
حضرت غوث پاک کا یہ ارشاد بھی آپ کے مرتبہ اعلیٰ کی نشاندہی کرتا ہے۔ فاعطاني المولیٰ اجل ولايه : ولم يعطها غيرى ليوم القيامة قیامت تک اللہ نے مجھے عظیم ترین ولایت بخشی ہے۔ اس جیسی نعمت میرے سوا کسی کو عطا نہیں کرے گا۔
منقول ہے کہ شب معراج میں حضرت رسالت مآب صلی اللله علیہ وسلم کے دوش بدوش دو سبز پرندے عرش تک پہنچے اور جب حضور اکرمؐ کی پرواز مزید بلندیوں اور رفعتوں کی جانب ہوئی تو یہ دونوں آپؐ کے ساتھ آگے نہیں بڑھے۔ اور وہیں رک گئے۔

ایک پرندہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سیدھے جانب تھااور وہ آپؐ کے دوش بدوش پرواز کررہاتھااور اپنی پرواز میں آپؐ سے تجاوز و تفاوت نہیں کررہاتھا۔ دوسرا پرندہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بائیں جانب تھااور وہ آپ کے دوش بدوش پرواز نہیں کررہاتھابلکہ آپؐ سے آگے اور پیچھے ہورہاتھا۔ یہ منظر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بڑا تعجب خیز معلوم ہوا تو آپ نے ان کے بارے میں جبرئیل علیہ السلام سے دریافت کیا۔ روح الامین نے عرض کیا۔ یارسول اللہ! آپ کے سیدھے طرف جو پرندہ ہے وہ شیخ عبدالقادر گیلانی کی روح ہے اور آپ کے بائیں طرف جو پرندہ ہے وہ خواجہ بایزید سطامی کی روح ہے۔ اور آپؐ کے دوش بدوش پرواز کرنے اور اپنی پرواز میں آپؐ سے تجاوز و تفاوت اور تقدم وتأخر نہ کرنے سے یہ اشارہ ہے کہ شیخ عبدالقادر جیلانی کی زبان سے ایک کلمہ بھی شریعت کے خلاف صادر نہیں ہوگا یعنی شیخ جیلانی کا قول اور عمل سنت نبویؐ کے موافق اور مطابق رہیگا۔ اور آپ کے دوش بدوش پرواز نہ کرنے اور اپنی پرواز میں آپ سے تجاوز و تفادت اور تقدیم و تاخیر سے یہ اشارہ ہے کہ بایزید بسطامی سے بعض کلمات، شریعت کے خلاف صادر ہوں گے۔ جیسا کہ یہ جملہ ان کی زبان سے نکلا۔ سبحانی ما اعظم شانی۔

حضرت غوث پاک فرماتے ہیں علم حقیقت کے اندر میں اور میرے بھائی خواجہ بایزید بسطامی ہم پلہ اور مساوی ہیں لیکن میں ان سے دو چیزوں میں سبقت رکھتا ہوں۔ ایک یہ ہے کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت (نکاح) نہیں چھوڑی۔ لیکن خواجہ بایزید جذبات عشق سے سرشار ہونے کے باوجود انہوں نکاح کی سنت ادا نہیں کی۔ دوسرا یہ ہے کہ خواجہ بسطامی نے غلبۂ حال کی وجہ سے شرع شریف کے خلاف بات کہہ ڈالی۔ لیکن میں نے اپنی زبان سے کبھی خلاف شرع کوئی بات نہیں کہی۔

حاصل کلام! حضرت غوث پاک کے اندر تحمل کی جو قوت اور طاقت تھی وہ خواجہ بسطامی کے اندر نہ تھی۔ اسی طرح خواجہ جنید بغدادی نے بھی ایسی ہی بات کہہ ڈالی۔ لیس فی جبتي سوی اللہ۔ حضرت شیخ جیلانی کے اندر اسرار کو فاش نہ کرنے کی جو غیر معمولی قوت اور تحمل کی طاقت تھی وہ حضرت بایزید اور حضرت جنید اور دیگر اولیاء اللہ کے اندر مفقود تھی اور ظاہر ہے کہ متحمل، غیر متحمل سے افضل ہے لہذا شیخ جیلانی، بایزید بسطامی۔ جنید بغدادی اور دیگر اولیائے کرام سے افضل ہیں۔ اسی لئے بعض اولیاء اللہ نے فرمایا، شیخ عبدالقادر جیلانی جیسا ولی کامل پیدا نہیں ہوا اور نہ ہوگا (یہاں اولیاء سے مراد اولیائے غیر صحابہ ہیں ورنہ عمومیت کی صورت میں صحابہ کرام پر بھی افضلیت ثابت ہوگی۔ کیونکہ حضرات صحابہ بھی اولیاء اللہ ہیں مترجم)

جواھــر السلوك

مصنف

قدوۃ السالکین حضرت مولینا مولوی حافظ حاجی

سید شاہ عبد اللطیف المعروف قطب ویلور قدس سرہ العزیز

فائدہ اکیس ۲۱

یہ جواہر السلوک کے اکیسویں فائدہ کا ترجمہ ہے، ترجمہ لفظی نہیں ہے۔ کیونکہ لفظی ترجمہ بے سود ہی ہوگا۔ لفظی ترجمہ سے کچھ بھی سمجھنا ممکن نہ ہوگا۔ اس لئے مترجم نے ترجمہ کے مفہوم کو پیش کرنے کی کوشش کی ہے تاکہ بات کسی حد تک فہم میں آسکے، ترجمہ کا تعلق محض عربی دانی سے نہیں ہے بلکہ جب تصوف کا ذوق نہ ہو اور اس کے مسائل اور غوامض سے واقفیت نہ ہو عبادت کا سمجھنا محال ہی رہے گا۔ مترجم کی جو فہم ناقص میں آیا اسے بیان کر دیا اس میں لغزش مترجم سے بھی ہو سکتی ہے کیونکہ اکیسویں فائدہ میں سلوک یعنی طریقت کی آخری منزل کا بیان ہے، یہ کوائف اتنے لطیف ہوتے ہیں کہ انھیں عبارت میں لانا ہی بڑا دقیق مسئلہ ہے۔ اسے ہر کوئی بھی نہیں بیان کر سکتا۔ حضرت قطب ویلور علیہ الرحمہ کو جو معرفت حاصل تھی اور تصوف کا جو علم تھا انھوں نے اعلیٰ ترین لطائف و کوائف کی حیطۂ تحریر میں لانے کی کوشش کی ہے اور ان جیسے عارف کامل ہی کو یہ بیان کرنے کا حق ہے۔ اسکی شرعی حیثیت کے بارے میں اللطیف کے گزشتہ شمارے میں ہماری بحث طریقت یا سلوک کے عنوان کے تحت آچکی ہے۔

حضرت قطب ویلور کا انداز بیان بڑا دقیق ہے لیکن جسکو تصوف کا ذوق ہے وہ اس سے حسب فہم بہرہ مند ہو سکتا ہے۔ ترجمہ کے درمیان میں، کہیں قوسین میں وضاحتی الفاظ یا جملے ہیں وہ مترجم کی طرف سے ہیں۔ اس فائدہ کی شرح لکھی جائے تو ایک کتاب تیار ہو سکتی ہے۔ اسکا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ مترجم کو یہ دعویٰ ہے کہ اس نے اس عبارت کے سارے غامض کو سمجھ لیا ہے۔ بلکہ ایک بار پھر یہ اعلان کرتا چلوں کہ ترجمہ میں غلطی کا امکان ہو سکتا ہے اور جو واقعی اسکے سمجھنے کا اہل ہے وہ اسے بنظر اصلاح پڑھے اور مترجم کو دعائے خیر سے یاد کرنے کی استدعا ہے،

فقط سید وحید ر اشرف عفی عنہ

فائدہ ۲۱

صاحب انسان کامل نے پندرہویں باب میں تجلّیِ ذات کا بیان کیا ہے۔ اس باب کا خلاصہ یہ ہے کہ جان لو کہ ذات وجود مطلق سے عبارت ہے بغیر کسی اعتبار، اضافت، نسبت یا وجہ کے۔ یہ اس سبب سے نہیں ہے کہ یہ اعتبارات، اضافات، وجوحات اور ساری نسبتیں وجود مطلق سے خارج میں وجود رکھتی ہیں بلکہ اس طرح کے تمام اعتبارات اپنی

تمام نسبتوں کے وجود مطلق ہی میں داخل ہیں لیکن وجود مطلق میں نہ کوئی اور ذات ہے نہ اعتبار بلکہ یہ عین وجود مطلق ہے اور یہ وجود مطلق وہ ذات ساذج ہے جس میں نہ کوئی ظہور ہے، نہ اسم ہے، نہ صفت ہے، نہ نسبت ہے اور اس طرح کی کوئی چیز نہیں ہے (یہاں ذات مطلق کا تصور بغیر صفت کے کیا گیا ہے جسے ذاتِ صرف یا ذات بحت کہتے ہیں اس کو ذات ساذج بھی کہا ہے یعنی ابھی جس سے صفات کا ظہور نہیں ہوا ہے) تو جب اس سے کوئی چیز ظاہر ہوئی جس سے کسی نسبت کا بیان کیا جائے (مثلاً خالق، قادر، رازق، وغیرہ اسماء حسنیٰ جو مختلف نسبتوں کو ظاہر کرتے ہیں) تو وہ مظہر ہوئے ہیں ان کا جو اس میں ظاہر کیا گیا۔ (مثلاً صفت تخلیق کا مظہر مخلوق، اور رزاق کا مظہر مرزوق وغیرہ) یہ الگ الگ نسبتیں اسم کے ساتھ قائم ہوتی ہیں۔ انھیں ذات صرف کے ساتھ اس طرح نسبت نہیں دیتے جس طرح اسم کے ساتھ۔ اور جب صرف ذات کا حکم لگاتے ہیں تو اس میں تمام کلیات، جزئیات، نسبت، اعتبارات مضمحل ہو جاتے ہیں اور کوئی چیز باقی نہیں رہتی سلطان احدیت کے تحت۔ (اسے آسان طریقے سے یوں سمجھ سکتے ہیں کہ لفظ اللہ تمام صفات حسنہ کا جامع ہے اس لئے اس سے تمام اسماء حسنیٰ اور صفات الٰہیہ مراد ہوتے ہیں، الگ الگ صفت کا ذکر نہیں کیا جاتا۔ اور جب کسی ایک صفت کا ذکر کیا جائے تو اس سے صرف ایک نسبت قائم ہوتی ہے جیسے خالق سے مخلوق کی نسبت صفت تخلیق کے ساتھ) اور جب اس میں کسی وصف یا اسم کا اعتبار کیا تو اسی اعتبار سے کسی مشہد یا مظہر کا بھی حکم لگے گا جسکی نسبت فی نفسہ ذات کے ساتھ نہ ہو گی۔ اسی لئے ہم نے کہا کہ ذات وجود مطلق ہے اور ہم نے اس کو وجود قدیم نہیں کہا اور نہ اسے وجود واجب کہا تاکہ اس سے تقئید لازم نہ آئے ورنہ یہ تو معلوم ہی ہے کہ ذات سے مراد ذات واجب الوجود ہی ہے جو قدیم ہے اور ہمارے قول وجود مطلق سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ بالا طلاق مقئید ہے۔ مطلق کا مفہوم یہ ہے کہ اس میں تقئید کا مفہوم کسی وجہ سے بھی نہ ہو۔ اسی لئے اب سمجھو یہ بہت باریک نکتہ ہے۔

اور جان لو کہ جب ذات صرف ساذج نے اپنی سنداجب اور صرافت سے نزول کیا تو اس سنداجب و صرافت کے لحاظ تین طرح کے ہو سکتے ہیں۔ پہلی تجلی احدیت ہے بغیر کسی اعتبار، اسم وصفت وغیرہ کے۔ یہ ذات صرف ہے، لیکن چونکہ اسے احدیت سے نسبت دی گئی ہے اس لئے یہاں سنداجت کے حکم سے نزول ہو گیا۔ دوسری تجلی ھویت ہے۔ اس میں مزکورہ نسبتوں اور اضافتوں لے کوئی چیز نہیں ہے سوائے احدیت کے۔ اس لئے یہ سنداجت سے ملحق تو ہے لیکن یہ احدیت خارج ہے کیونکہ یہاں ذات احدیت کی طرف ھویت سے اشارہ کرتے ہیں جو غائب پر دلیل کرتا ہے یعنی ھویت سے غیبوبت کی طرف اشارہ ہے، تیسری تجلی آنیت ہے اور یہ بھی ھویت کے بغیر ہے۔ یہ

سزاجت سے ملحق ہے لیکن ھویت سے خارج ہے۔ انیت میں تحدی اور حضور ہے اور متحدی وہ غائب کے مقابلہ میں ہم سے زیادہ قریب ہے اگر اس کے بطون کو سمجھ لیا جائے

قال الله تعالى انا الله فانه اشارة الى الاحدية نها ابتات محض لا تقيد فيها وكذلك الاحدية ذات محض مطلق لا نفيد فيها بى دون غيره وهو فى قوله انى اشارة الهوتة المقة بالاحدية ولهذا ابرزت مركبة مع ان وانا اشارة الى الانية المحققة بالاحدية ولهذاكانت المبتدء اوالمعول عليها فى الاخبار بانه الله فاستند الخبروهوالله الى انانتزيلا للا نية منزلة الهوية والاحدية والجمع فعبارة عن الذات السارج اتصرف ليس بعد هذه التلاث المجالى الامجلى الواحد ية المعبر عن مربتها بالا لوهية التى استحقها الا بسم الله وقد ولت الاية بالترنيت على ذلك فليتا مل واذافهمت اقلناه

فاعلمان تجلی الزات، یہ لطیفہ الٰہیہ سے عبارت ہے۔ اور یہ پہلے بیان میں آچکا ہے جس میں ہم نے کہا ہے کہ جب حق کی تجلی بندہ پر ہوئی اور اس کو اپنے نفس سے فنا کر دیا تو اس جگہ لطیفہ الٰہیہ قائم ہو گیا (یعنی فنا فی اللہ ہونے کے بعد بقاباللہ حاصل ہوا) یہ لطیفہ ذاتی بھی ہو سکتا ہے اور صفاتی بھی۔ اگر یہ لطیفہ ذاتی ہو تو انسانی ہیکل ہو گا اور یہ فرد کامل ہو گا اور یہی غوث جامع ہے جسکے حکم سے وجود گردش کرتا ہے اور اسی پر وجود کا انحصار ہے جسکی وجہ سے رکوع و سجود قائم ہیں۔ اس کے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ عالم کی حفاظت فرماتا ہے اور اس کو مہدی اور خاتم سے تعبیر کرتے ہیں اور وہ خلیفہ ہے اور ولی سے اس کی طرف اشارہ کرتے ہیں جب ارادہ کیا گیا کہ حقایق موجودات آدم کے حکم کے امثال کے لئے اس طرح آمادہ ہو جائیں جیسا کہ لوہے کو مقناطیس جذب کرتا ہے اور موجودات پر اس کی عظمت کا ؟ ہوتا ہے اور اپنی قدرت سے وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے اور اس سے کوئی چیز حجاب میں نہیں ہوتی تو جب اس ولی میں لطیفہ الٰہیہ کی تجلی ذاتِ ساذج کے ؟ پر غیر مقید ہوتی ہے جو لاحق ہوتی ہے رتبہ الٰہیہ سے نہ کہ بندہ کی خلقت سے تو مرتبہ موجودات کے تمام مراتب اس کو عطا کر دیے جاتے ہیں۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ بعض چیزوں کے حقایق سے پردہ نہ اٹھایا جائے کیونکہ یہ ذات کا حق ہے اور کیونکہ اس کا ظہور صرف تقیید کے ساتھ ہے۔ اشیاء کے رتبہ، اسم اور خصوصیت کے مطابق خواہ یہ خصوصیت حق کی طرف سے خاص ہو یا اس کی خلقت میں ہو۔ اور کبھی رکاوٹیں بھی اس سے دور کر دی جاتی ہیں کیونکہ وہ تو ذات ساذج ہے۔ اس کے نزدیک ساری اشیاء بالفعل (نہ کہ بالقوہ) معدوم ہیں اور جب اشیاء ذوات میں بالقوہ اور بالفعل دونوں طرح سے ساری ہو جاتی ہیں تو وہ رکاوٹیں دور ہو جاتی ہیں سوا اس کے کہ جہاں موانع مقتضی ہوں خواہ وہ ذات پر

(یعنی شخص پر وارد ہوں یا ذات (یعنی شخص) سے صادر ہوں۔ اور موانع کا مائل ہونا وقتی طور پر ہوتا ہے یا حال کے طور پر ہوتا ہے یا کسی صفت کے طور پر ہوتا ہے یا کسی اور طریقہ سے جن کا ذکر ہو چکا ہے اور ذات تو تمام موانعات سے منزہ ہے تو یہ تجلی ہر شخص کو اس کے مرتبہ اور استحقاق کے مطابق سب کچھ عطا کر دیتی ہے اور اسے ہدایت یافتہ بنا دیتی ہے (یعنی اس کو کمال تک پہنچا دیتی ہے) اور اگر ایسا نہ ہوتا تو اہل اللہ احدیت کی تجلی سے محروم رہتے اور ذات کی تجلی کے فضل سے عاری رہے جن کا ہم نے ذکر کر کیا ہے جو غرائب تجلیات اور عجائب تدلیات الیہ ذاتیہ محفہ سے ہیں جن کا نہ کوئی نام ہے نہ وصف ہے اور نہ اس میں اس کے غیر کی مجال یا دخل ہے اور یہ پوشیدہ خزانوں میں سے ایک منزل ہے جو غیب سے ظاہر ہو کر شہادت میں نہایت لطیف عبارت اور اشارت سے آتی ہیں پھر ان کنجیوں سے وہ گرہیں کھلتی ہیں جنھیں عقل نہیں سمجھ سکتی۔ پس یلج الجمل فی سم الخیاط کے مفہوم کی طرح وہ پوشیدہ ذات کو محفوظ صفات کے حجابات سے مشاہدہ کرتا ہے اور انوار و ظلمات کو پہچانتا ہے اور اللہ تعالیٰ بیان کرتا ہے کہ وہ اپنے نور سے جسکو چاہے ہدایت دے اور وہ ہر چیز کا جاننے والا ہے ۔ پس اس سے جاننا چاہے کہ علامہ مبدی صاحب ؟ کے فواتح کے فاتحہ ثانیہ سے نقل کرتے ہیں کہ مبدا یعنی ذات احدیت کو وحدت سے تعبیر کرنا لفظ وجود سے تعبیر کرنے سے بہتر ہے کیونکہ وحدت میں وجود شامل ہے اور حضرت سید علی ہمدانی علیہ الرحمہ نے احدیت کو ایک نقطہ سے تعبیر کیا ہے اور شیخ فخر الدین عراقی ؟ علیہ الرحمہ نے عشق سے اور عوام الناس ان کی پیروی کرتے ہیں جن سے وہ زیادہ محبت کرتے ہیں۔

● اقطاب ویلور کی غرباپروری

☆عالیجناب مولانا سید عثمان قادری عرف فصیح پاشاہ صاحب ایم۔اے ،ناظم دارالعلوم لطیفیہ

اللہ کے فضل وکرم سے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ کرم سے دنیامیں جتنے بھی اولیاء اللہ آئے سب میں رحم دلی اور غرباپروری کاوصف موجودرہاہے گویاولی ہونے کے لئے ایک لازمی چیز ہے یہ وصف اقطاب ویلور میں بھی بدرجہ اتم تھا۔انوار اقطاب ویلور کے مصنف مولوی محمد طیب الدین اشرفی ہیں اللہ تعالی نے ان حضرات کواتنی قدرت عطافرمائی ہے کہ وہ کسی مصیبت زدہ کی فریاد کو پہنچے اور اس کی مدد فرمائیں اس کے ثبوت میں سینکڑوں تاریخی شواہد ہیں جس کے لئے تاریخ اور سیر کی جانب رجوع فرمائیں۔

اقطاب ویلور کے سب سے پہلے بزرگ حضرت سید شاہ عبداللطیف قادری جب بیجاپور سے ویلور آئے تواپنے ساتھ کچھ بھی نہیں لائے وہ صرف اپنے ساتھ کتبہ وآثار حضرت رسول ودامادرسول ونواسۂ رسولؐ وغیرہ لیکر آئے۔

جب تک بیجاپور میں رہے وہاں کے غرباء ضرورت مندوں کی مدد کرتے رہے اور جب ویلور پہنچے تو یہاں یہ سلسلہ جاری رہا۔

غرباء پروری یا غربانوازی سے مراد محتاجوں اور بھوکوں کو کھانا کھلانا ہی نہیں ہے بلکہ ہروہ شخص جس کو جس چیز کی ضرورت ہووہ دیدینا غریب نوازی ہے۔مثلاً شہنشاہ اکبر نے اولاد کے خاطر حضرت سلیم چشتیؒ کی بارگاہ میں حاضری دی اور اپنی حاجت پیش کی یہ بھی غریب کہلائیگا۔ایسے ہی کسی کو کاروبار میں برکت، صحت، علم وغیرہ کی ضرورت ہو اور وہ کسی بزرگ کا وسیلہ ڈھونڈے اور وہ بزرگ اپنی دعاؤں سے نوازے یہ بھی غرباء پروری ہے۔

اے خالق ہربلندوپستی ﴿۞﴾ شش چیز عطا بکن زہستی
علم وعمل وفراغ دستی ﴿۞﴾ ایمان و امان و تندرستی

غربانوازی وبندہ نوازی کے عمل کا یہ سلسلہ حضرت مکان ویلور میں زمانہ دراز سے جاری ہے یہاں پر شاہ وگدامقامی ومسافر مذہب وملت کا کوئی امتیاز نہیں جس نے بھی جومراد مانگی وہ اسے حاصل ہوئی کبھی کبھی ایسا بھی ہواہے

کہ سائل نے صرف حاضری دی اور کچھ کہا بھی نہیں اور اسکی جھولی بھر دی گئی۔

اقطاب ویلور کے سب سے پہلے بزرگ جو ویلور دارالسرور تشریف لائے وہ حضرت سید شاہ عبد اللطیف قادری بیجاپوری ہیں آپ کا زمانہ ویلور میں بہت کم گزرا اور زیادہ بیجاپور میں۔ آپکی خدمات خلق میں یہ بھی کیا کم ہے کہ آپ نے وہ چشمے کا آغاز کیا جو آج تک جاری و ساری ہے ویلور آنے کے بعد گیارہ سال تک آپ بقید حیات رہے اور اہل علم کو فیوض و برکات سے نوازتے رہے اور اسی میں آپ کی زندگی میں وہ آخری وقت آگیا جو ہر نفس کو آنے والا ہے اور غریبوں کی خدمت کرنے والے یہ بزرگ اپنے محبوب و معبود حقیقی سے جا ملے۔

سید العارفین حضرت مولانا رکن الدین محمد سید شاہ ابو الحسن قربی ویلوری قدس اللہ سرہ العزیز پسر نمونۂ پدر ست کے مانند آپ نے بھی غریبوں کی خدمت کا بیڑا اٹھایا اور آپ کی خدمات و دعا و نگاہ کرم حاصل کرنے والوں میں شاہ و گدا سب ہی شامل ہیں شان ولایت کی ایک نشانی یہ بھی ہے کہ وہ کسی بادشاہ یا کسی نواب کی جاگیر و پروانوں یا زر و زمین کی پروہ خود نادشاہ نہیں کرتے ؟ کوشش میں رہتے کہ ان کے تحفہ کو بزرگان اقطاب ویلور قبول فرمائیں۔

جب ایک مرتبہ نواب آف والا جاہ نے حضرت کی دعا و نگاہ کرم سے اپنی مراد حاصل کی تو آپ کی خدمت میں جاگیر کا پروانہ پیش کیا اور قبول کرنے کے لئے بہت کوشش کی لیکن آپ نے یہ کہتے ہوئے پروانہ رد فرمایا :

شاہی و ملک شاہی قربی جوئے نگنجد

در ملک فقیر دستے مالاست پوریارا

اسی طرح ایک مرتبہ نواب حیدر جنگ نے ایک ہزار روپیہ بھیجکر حیدر آباد آنے کی درخواست کی لیکن آپ نے وہاں جانا گوارا نہ فرمایا آپ کی بخشش و عطا کا یہ عالم کہ آپ کے گھر سے کوئی سائل محروم نہ گیا حالانکہ آپ کے پاس کوئی جائیداد تھی اور آمدنی کا کوئی ذریعہ نہ تھا اس کے باوجود آپ کے جود و سخا میں کبھی فرق نہ آیا۔

آپ نے کبھی بھی اپنی خانقاہ پر آتے ہو سائل پر اظہار غضب نہ فرمایا آپ کے اندر تواضع و انکساری اس بدرجۂ اتم پایا جاتا تھا آپ سائلوں کی ہر ممکن دل جوئی فرماتے ہمیشہ اس طرح کلام فرماتے جس سے سائل خوش ہوتا کبھی آپ نے کسی کے عیوب کا خلوت میں ہو یا جلوت میں اظہار نہیں فرمایا بلکہ کسی کے عیوب سامنے آگئے تو ہمیشہ آپ نے چشم پوشی سے کام لیا اپنے معتقدین کو آمر بالمعروف اور عن المنکر پر عامل رہنے کی نصیحت فرماتے علاوہ ازیں پند و نصائح جوان

کے حق میں مفید ترین ہوتے فرماتے رہتے ہمیشہ آپ کی مجلسوں میں علم معرفت کی گہر افشانیاں ہوتی رہیں۔

حضرت ذوقیؒ کی غرباء پروری اقطاب ویلور میں غرباء پروری کے لحاظ سے حضرت ذوقی بھی ایک الگ مقام رکھتے ہیں آپ نے اپنے ہاتھوں سے اپنی زندگی میں دولاکھ سے زائد روپیہ غریبوں سائلوں میں فرمایا اور ہر روز لنگر خانے میں ایک سوبیس ۱۲۰ اسیر چاول تقسیم فرماتے (انوار اقطاب ویلور)

ہمہ وقت آپ کے پیش نظر حقوق اللہ اور حقوق العباد رہے اس کے علاوہ آپ نے اس لڑکی کی بھی مدد فرمائی جس پر جن سوار ہو گیا تھا آپ کی بدولت وہ جن معافی مانگ کر لڑکی کو چھوڑ کر چلا گیا۔

حضرت محویؒ کی غرباء پروری آپ بہت ہی خلیق اور کریم النفس تھے آپ کی غرباء پروری کا بھی وہی عالم تھا جو حضرت ذوقی اور حضرت قربی کا تھا ہمیشہ آپ کا دستر خوان وسیع رہا کوئی بھی آپ کی بارگاہ سے کبھی کسی حال میں محروم واپس نہ ہوا جو جس نسبت کے ساتھ آیا اس نے وہی پایا کبھی آپ نے کسی خلق خدا کو کسی قسم کی تکلیف دینا گوارہ نہیں فرمایا اغنیاء سے ہمیشہ بے نیاز رہے امراء ورؤساء وقت نے بارہا اپنے یہاں بلانے کی کوشش کی لیکن کبھی آپ کسی کے در پہ نہیں تشریف لیگئے آپ کی جود سخا اور بے نیازی وغیرہ کے بارے میں ضمیمہ جواہر السلوک میں مذکورہ ہے۔

(بر درِ امراء نمی رفتم رجع عالم وحاکم وقت بود یہفت مد اسب کہ قیمتش کم از پنجاہ روپیہ وزید از ہزار نبود رو۔ زیادہ از یک لک نقد یہ مسائلاں داد و شہرۃ اقاسی بود) آپ کے اس جود ونوال کو دیکھ کر شہر اور اطراف واکناف شہر کے بڑے بڑے رؤساء وقت دنگ تھے کہ کہاں سے اتنے لوگوں کو عطا فرماتے ہیں اور رفی سبیل اللہ اتنا صرف کرتے ہیں لیکن اس میں متحیر ہونے کی کوئی بات نہیں اس لئے کہ جب خدا ان کا ہو چکا تھا اور وہ خدا کے تو خدا کا خزانہ بھی انھیں کا تھا؟ حضرت

حضرت قطبؒ ویلور کی غرباء پروری حضرت سید شاہ عبد اللطیف صاحب کی بارگاہ سے کوئی خالی نہ گیا آپ کے جود وسخا کا یہ عالم کہ جو بھی آپ کی بارگاہِ پروقار میں کوئی حاجت لیکر آیا کبھی آپ نے رد نہیں فرمایا آپ کے عطا کو دیکھ کر بڑے بڑے نواب ورؤساء وقت متحیر تھے کبھی امراء آپ سے عطا میں سبقت نہیں لیجا سکے ہمیشہ آپ نے سائل کو اسکے سوال سے زائد دیا علماء ومشائخ کو ہمیشہ ہدیہ وتحفہ اور نقد وجنس نہایت احترام سے پیش فرماتے تسخیر قلوب کی غرض سے غیر مسلموں کو بھی ضرورت سے زائد عطا فرماتے تاکہ ایمان لائیں مہمانوں کی بہت ہی خاطر تواضع فرماتے اور جب تک مہمان رہتے ان کی ہر حاجت پوری کرتے تھے۔ آپ کے دربار سے نہ صرف مسلمان بلکہ غیر مسلم بھی

مقفیض ہوتا تھا ہر امیر آپکی خدمت میں آتا تو اسکی حسب حوصلہ ضیافت کرتے۔

حضرت قطب ویلور کے بعد انکے فرزند حضرت رکن الدین سید شاہ محمد قادری اور انکے فرزند سید شاہ عبد اللطیف قادری اور انکے فرزند سید شاہ عبد القادر قادری و دیگران کے بھائیوں میں یہ سلسلہ غرباء پروری قائم رہا غریبوں اور مسکینوں کے ساتھ حد درجہ حسن سلوک سے پیش آتے بزرگوں کی عزت کرتے اور چھوٹوں پر ہمیشہ شفقت کی نظر رکھتے وہمنشین احبا کا خاص خیال رکھتے اور جو کوئی بھی آتا تو بعد سلام و مصافحہ مزاج پرسی کرتے اور اہل وعیال کی خیریت دریافت فرماتے خوش خلقی آپ کے اندر کیفیت راسخہ بن چکی تھی جس حال میں بھی رہتے کریمانہ اخلاق سے پیش آتے یہی وجہ تھی کہ آپ کو مقبولیت عامہ اور ہر دل عزیزی بہت حاصل تھی بلا تفریق قوم وملت پر فرد آپ پر اپنی جان نچھاور کرنے کو تیار رہتا ہر ایک آپ کی بارگاہ میں آتا اور حسب استعداد اور کسب فیض کر کے جاتا ہر وقت مستفیدین کے آنے کا سلسلہ جاری رہتا۔

آخر میں دعا ہے کہ حضرت مکان سے جاری وساری فیوص وبرکات کا سلسلہ قائم رہے آمین۔

دیوانِ شاہِ خاموش

شکلِ انساں میں خدا تھا مجھے معلوم نہ تھا
حق سے ناحق میں جدا تھا مجھے معلوم نہ تھا

باوجودیکہ ترا مژدہ نحنُ اَقرَب ہے
گرچہ قرآن میں لکھا تھا مجھے معلوم نہ تھا

ہو کے سلطانِ حقیقت اسی آب وگل میں!
دربدر مثلِ گدا پھرتا تھا مجھے معلوم نہ تھا

مطلعِ دل پہ مرے چھایا تھا زنگارِ خودی
چاند بدلی میں چھپا تھا مجھے معلوم نہ تھا

ایک مدت حرم و دیر میں ڈھونڈا ناحق
سیمبر بر میں چھپا تھا مجھے معلوم نہ تھا

ہو کے خاموش عجب سیر وتماشا دیکھا
رنگ بیرنگ ہوا تھا مجھے معلوم نہ تھا

ع ان اللہ خلق ادم علی صورتہٖ

پیشکش: سید امجد قادری لطیفی تاڑپتری

خطبۂ جمعہ اور زبان

☆ پروفیسر ڈاکٹر مولانا مولوی سید قدرت اللہ باقوی
"دار قدرت" ادے گری، میسور۔

اسلامی اصول در حقیقت حیات انسانی کے تمام زاویوں پر ضوفشاں ہیں۔ ان میں ذکر بھی ہے اور تذکیر بھی، عقیدہ بھی ہے اور عمل بھی، دنیا کی صلاح بھی ہے اور آخرت کی بہبودی بھی۔ انفرادی تذکیۃ النفس بھی ہے اور اجتماعی شیرازہ بندی بھی۔ یہ سب معتدل اور متوازن ہی نہیں بلکہ انتہائی درجہ معقول اور حکمت و مصلحت سے معمور ہیں۔ جنکی علمی، عقلی اور نفسیاتی بنیادیں بے حد محکم اور استوار ہیں جس پر انسانی عقل مندی کی حاشیہ سازی کی گنجائش نہیں ہے۔ اسمیں تبدیل محال ہے۔ اس میں باہمی مخالفانہ یا معاندانہ تعصب یا طبقاتی اور موقفی عصبیت کی کوئی گنجائش نہیں۔ اس پر فرقہ سازی کا سایہ تک پڑنہیں سکتا۔ یہاں اپنی محبت و عقیدت کا نذرانہ ہو یا رشد و ہدایت کا خزانہ، کسی چیز کی بھی ذرہ برابر ترمیم یا اضافہ بے محل ہے۔

فلسفہ خدا، جمعہ مسلمانوں کے اجتماع خاص کا دوسرا اہم ترین متعین دن ہے۔ اسمیں مسلمان پاک صاف معطر اور ہشاش بشاش کسی اشتہار کے بغیر اللہ کے گھر میں جمع ہوتے ہیں۔ تسبیح و تہلیل، حمد و صلوۃ، عبادت و مناجات اور ذکر و تذکیر میں منہمک ہوجاتے ہیں۔ اس ہفتہ وار اجتماعی عبادت میں راہ حیات کے تمام جادہ پیما، عالم و جاہل، آقا و غلام، امیر و غریب معمر اور نو عمر شریک ہوتے ہیں۔ سب سے پہلے امام خطبہ دیتا ہے جس میں عام مسلمان اور بالخصوص اپنے مقتدیوں کے پچھلے ہفتہ کی مصروفیات کا جائزہ لیتا ہے۔ قرآن و حدیث کی روشنی میں ان کا تجزیہ کرتا ہے۔ ضروری تحسین و تنقیص کے بعد آئندہ ہفتہ کے لائحہ عمل کی طرف نشاندہی کرتا ہے۔

اس خطبۂ رشد و ہدایت میں سامعین کو ہمہ تن گوش بنے رہنے کا حکم ہے جو عہد رسالت سے جاری ہے۔ خلفائے راشدین نے بھی اپنی فتوحات کے دوران گورنروں اور فوجی افسروں کو حکم دیا تھا کہ وہی جمعہ کے

فرائض انجام دیتے رہیں اور زندگی کے مسائل، اسلام کی روشنی میں اجاگر کریں اس حکم کی تعمیل میں چودہ صدیاں بیت گئیں بلکہ اس سے بھی زیادہ عرصہ گذر گیا (شہر کی ایک ہی مسجد میں جمعہ ادا کی جاتی تھی۔ اس طریقہ پر جو مسلمان کار بند تھے وہ ہر شہر میں ایک ہی مسجد کو جمعہ مسجد یا جامع مسجد کے نام سے مخصوص کرتے تھے۔ بعض شہروں میں آج بھی ایک ہی جامع مسجد دکھائی دیتی ہے) علامہ ابن القیم" فرماتے ہیں "بلاشبہ جمعہ اکثر شہروں میں لوگوں کے جمع ہونے اور انہیں مبدا ومعاد کو یاد دکرانے کا دن ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہرامت کیلئے ہفتہ میں ایک دن متعین کیا ہے جو اسکی عبادت کیلئے مخصوص ہے۔ لوگ اس دن جمع ہوکر اپنے اپنے مبداو معاد اور ثواب و عتاب کو یاد کر کے عمل صالح کی طرف مائل ہوا کرتے ہیں۔ اس ہفتہ وار اجتماع سے اس بڑے اجتماع کی یاد تازہ کرتے ہیں جو پروردگار عالم کے روبرو ہوگا اور یہ مسلم ہے کہ اس مقصد کیلئے وہی دن مناسب تھا۔ جس میں ساری مخلوق جمع کی جائے اور وہ جمعہ کا دن ہے۔ اللہ رب العزت نے اس دن کی شرافت و فضلیت کے پیش نظر اس امت کو یہ فخر عطا کیا اور اپنی بندگی کیلئے وہی دن مشروع قرار دیا جو اسے پسند ہے۔

تعدد جمعہ : عہد رسالت سے تقریبا تیسری صدی تک ہر شہر میں ایک ہی جمعہ مسجد ہوا کرتی تھی۔ جہاں جمعہ کی نماز میں تمام شہری جمع ہوتے تھے۔ ایک ہی شہر میں مختلف مساجد میں جمعہ ادا کرنے کا رواج نہیں تھا۔ فقہی آئمہ کرام کے پاس بھی ایک ہی شہر میں تعدد جمعہ مستحسن نہیں تھا۔ شہر کی وسعت، مسلمانوں کی کثرت، مسلم نوآبادی کی دوری مشاغل حیات اور وقت کی کمی کے علاوہ ایک ہی شہر کے تمام مسلمانوں کو نماز جمعہ ادا کرنے کیلئے بنائے مسجد کی تنگی، مختلف موسموں میں ایک جگہ جمع ہونے کی عدم سہولت کی وجہ سے ہر شہر میں تعدد جمعہ کی ضرورت محسوس ہوئی۔ حالانکہ ایک ہی شہر کی مختلف مساجد میں جمعہ کا قیام در حقیقت اقامت جمعہ کی بنیادی روح کے خلاف ہے۔ چنانچہ علامہ بحرالعلوم فرماتے ہیں، نماز جمعہ شہر کی مختلف جماعتوں کو یکجا کرنے والی ہے، مگر عصر حاضر میں تعدد کے بغیر کوئی چارہ نہیں ہے۔ اسی لئے شہر میں مختلف مساجد میں نماز جمعہ ادا کی جانے لگی۔

اسلام میں تعدد جمعہ کی بدعت کا موجد خلافت عباسیہ کا خلیفہ معتقد تھا۔ اسی کے زمانے میں پہلے پہل قدیم جامع مسجد کے علاوہ دار الخلافت میں ایک دوسری جگہ نماز قائم کی گئی۔ مگر یہ نماز جمعہ بنائے مسجد میں نہ تھی۔ یہ واقعہ ۲۸۰ھ کا ہے۔ تعدد جمعہ کیلئے باضابطہ مسجد مکتفی کے زمانے میں بنی۔ علامہ سبکی شافعی کا بیان ہے کہ تعدد جمعہ کی بدعت مصر و شام میں بہت بعد میں آتی ہے۔ قاہرہ میں دوسرا جمعہ ملک ظاہر کے زمانے میں قائم ہوا تھا جسکی مخالفت اس وقت کے قاضی تاج الدین نے کی تھی۔ اس سے پہلے ایک ہی جگہ جمعہ کی نماز ہوتی تھی اور شہر

دمشق میں فتح عمرؓ سے لے کر رمضان ۵۶، تک ایک ہی جمعہ ہوتا رہا ہے۔ یہ ایک الگ موضوع ہے جس پر خام فرمائی کی یہاں گنجائش نہیں ہے انشاء اللہ مستقبل قریب اس پر قلم کاری کی جائے گی۔

یہ حقیقت روز روشن کی طرح آشکار ہے کہ جمعہ کی نماز میں ایک جم غفیر جمع ہوتی ہے۔ اجتماع کی اہمیت اور اس کے مقصد اعلی کے پیش نظر ظہر کی چار رکعت فرض نماز کے بجائے جمعہ کے دن صرف دو رکعت فرض نماز مقرر کی گئی اور نماز جمعہ سے پہلے خطبہ جمعہ فرض قرار دیا گیا۔ نماز جمعہ سے پہلے امام ایک فصیح و بلیغ خطبہ دیتا ہے جس میں حمد و صلوۃ کے بعد قرآن و حدیث کی روشنی میں وقت بوقت مسلمانوں کو فرائض و ذمہ داریوں سے آگاہ کرتا ہے۔ امام باوقار انداز میں دینی سماجی اور سیاسی رہنمائی کرتا ہے۔ امام مسلمانوں کی راہ حیات میں آئے ہوئے نشیب و فراز کی گرہ کشائی کرتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کا تذکرہ کرتا ہے اور خیر القرون کی یاد تازہ کرتا ہے پھر دنیا و آخرت کی فلاح و بہودی کی راہ دکھاتا ہے۔ قرآن و حدیث پر عمل کرنے کی تاکید کرتا ہے۔ پچھلے ہفتہ صادر شدہ لغزشوں اور غلطیوں کا تجزیہ کرتا ہے۔ اسی لئے خطبہ جمعہ واجب قرار دیا گیا۔ امام جب خطبہ دینے کی نیت سے نکلے، مقتدیوں کی پوری توجہ امام کی طرف مبذول کرنی لازم ہوجاتی ہے۔ دنیا کے تمام امور باعث گناہ بن جاتے ہیں جن امور کی اجازت تھی انکا بھی شرعی جواز باقی نہیں رہتا کسی اور کو کچھ کہنے کا حق نہیں ہوتا۔ مسجد میں تمام حاضرین پر واجب ہوجاتا ہے کہ ہمہ تن گوش بنے خطبہ جمعہ سنیں تاکہ امام کے خطبہ کی کوئی بات ذہن سے اوجھل نہ ہو۔ خطبہ کا مقصد یہی ہے کہ خطیب یا امام خطبہ میں جو کچھ کہتا ہے لوگ سنیں اور سمجھیں، پچھلی غلطیوں کا اعتراف کریں گذشتہ کوتاہیوں سے توبہ کریں سیہ کاریوں سے بچنے کا ارادہ کریں پھر عملی میدان میں سوچ سمجھ کر قدم آگے بڑھائیں۔ خطبہ کا اصل مقصد ہی رشد و ہدایت اور اصلاح و تبلیغ ہے جب حلقہ اسلام میں غیر عربی لوگ داخل ہونے لگے، مسلمانوں کی اکثریت میں روز بروز اضافہ ہی ہوتا رہا تو آئمہ فقہ نے شہر میں ایک ہی مسجد کے بجائے مختلف مساجد میں جمعہ کی اجازت دیدی۔ عربی خطبہ سمجھنے سے غیر عربی مسلمان قاصر و عاجز ہوگئے تو فقہائے کرام نے غیر عربی ملکوں میں دیسی زبان کے ذریعہ خطبہ دینا جائز قرار دے دیا۔ سب سے پہلے امام اعظم حضرت ابو حنیفہؒ نے غیر عربی میں خطبہ جمعہ کی اجازت دے دی۔ جو مسلمان عربی زبان نہیں سمجھتے وہاں اگر فارسی ہے تو فارسی میں خطبہ رائج کردیا گیا۔ اسی طرح ملیشیا میں ملائی زبان میں خطبہ جمعہ رائج ہے۔ سیلون، چین اور جاپان میں حمد و صلوۃ آیت، وصیت اور دعا عربی میں رکھ کر باقی رشد وہدایت اور تشریح آیات واحادیث دیسی زبان میں کردیا گیا۔ یہاں ہندوستان میں ریاست کیرلا میں ملیالم مادری زبان ہے وہاں شرائط خطبہ کے ساتھ ملیالم میں اور جہاں تامل مادری زبان ہے

وہاں تامل زبان میں خطبہ رائج ہے۔ سنت رسول وصحابہ کی روشنی میں تیسرا وعظ یا بیان متواتر اور ہمیشہ خلاف سنت ہے۔

یہ حقیقت کسی صاحب فہم و ذکا سے پوشیدہ نہیں ہے کہ جو قوم عربی زبان سے بالکل بے خبر ہو اور اسکے سامنے رشد و ہدایت کے دفتر عربی زبان میں کھول کر رکھ دنیا بیکار محض ہے۔ جو لوگ عربی زبان بالکل نہیں سمجھتے انکے سامنے خطبہ بزبان عربی پیش کرنا اور عربی زبان میں فصاحت و بلاغت کے دریا بہا دینا بے سود ہے۔ اس لئے کہ اس عربی خطبہ سے انکے کان پر جوں تک نہیں رینگتی۔ اس سے خطبہ جمعہ کی مشروعیت کا مقصد فوت ہوجاتا ہے سامعین سوجاتے ہیں اور اونگھنے لگتے ہیں۔ اس لئے علماء کرام و فقہائے عظام نے مخلوط خطبہ رواج دیا۔ تاکہ خطبہ کا مقصد باقی رہے بعض شرائط خطبہ مثلاً حمد و صلواۃ آیت و وصیت دعا و استغفار عربی میں بحال رکھ کر آیات و احادیث کی افہام و تفہیم دیسی زبان میں جائز قرار دے دیا، جس کی تصدیق و توثیق رابطہ عالم اسلامی کے پیغامِ مساجد والی کانفرنس میں شریک ہونے والے دنیا کے اکثر مسلم ممالک ممتاز علماء نے مخلوط خطبہ کی اجازت بلا کراہت جائز قرار دی ہے جسکی تفصیل آگے آئے گی۔

جمعہ میں صرف دو ہی خطاب مشروع ہیں : جمعہ کے اس ہفتہ وار عظیم اجتماع میں شریعت نے دو ہی خطبہ مقرر کئے ہیں۔ **ومن شرائط الجمعة الخطبة قبل الصلواة يخطب الامام خطبتين بفصل بينهما بقعدة** فقہ کی جامع ترین اور معتبر کتاب قدوری میں مرقوم ہے کہ جمعہ کے شرائط میں نماز سے پہلے خطبہ بھی ہے۔ امام صرف دو خطبہ دیتا ہے بیچ میں کچھ بیٹھتا ہے، یعنی دو خطبوں کے سوا کسی تیسرے خطاب یا خطبہ کی امام کو بھی اجازت نہیں ہے۔ ایک اور سند ملاحظہ ہو۔

نزد صاحبین فرض ان است کہ ذکر طویل باشد و دو خطبہ خواندن مشتملبر حمد و صلاۃ تلاوۃ قران و وصیت پر مسلمانان را و استغفار برائے نفس خود و برائے مسلمانان نزد اکثر ائمہ فرض است و ترک آں مکروہ۔ یعنی امام محمد و امام یوسف کے نزدیک فرض یہ ہے کہ نصیحت (خطبہ) طویل ہو اور صرف دو خطبے ہی پڑھے جائیں جسمیں حمد و صلاۃ، تلاوت قران، مسلمان کو وصیت، خود اپنے لئے اور تمام مسلمانوں کیلئے استغفار ہونا اکثر آئمہ کے پاس فرض ہے اس کا ترک کرنا مکروہ ہے۔ اگر امام مسلمانوں کے سامنے نصیحت کرے اور مسلمان کچھ نہ سمجھے تو یہ وصیت و استغفار لایعنی ہوجائیگی اور مخاطب جو زبان سمجھتا ہے اسی زبان میں سمجھ بوجھ کے مطابق نصیحت لازم ہے۔

فقہی کتابوں کی عربی و فارسی مختصر عبارتیں اس امر کی واضح دلیل ہیں کہ جمعہ میں حمد و صلواۃ تلاوت و نصیحت، استغفار اور وصیت کیلئے صرف دو ہی خطبہ مشروع ہیں، تیسرے خطبہ کے اضافہ کی کہیں گنجائش نہیں اور

نہ ہی تیسرے بیان یا وعظ کی طرف کوئی اشارہ ہے۔ جمعہ کی دوسری اذان سے پہلے تیسرے خطبہ یا خطاب، بیان یا وعظ یا تقریر کا کسی فقہی کتاب میں اشارہ نہیں ملتا۔ یہ نوزائیدہ خطبہ یا بیان نہ سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے نہ سنت صحابہ کرامؓ، نہ تابعین کے عہد میں اسکا پتہ چلتا ہے اور نہ ہی تبع تابعین کے زمانہ میں اسکی پرچھائیں ملتی ہیں۔ جمعہ کی اذان کے ساتھ جو شرعی دستور مقرر ہے وہ حسب ذیل ہے جس میں اضافہ یا ترمیم کی کسی طرح گنجائش باقی نہیں ہے چنانچہ امام اجل حضرت العلامہ ابو الحسنین بن جعفر البغدادی اپنی کتاب قدوری میں فرماتے ہیں واذا اذن المؤذنون یوم الجمعۃ الاذان الاول ترک الناس البیع والشراء وتوجھوا الی الجمعۃ فاذا صعد الامام علی المنبر جلس و اذان المؤمنون بین یدی المنبر ثم یخطب الامام واذا فرغ من خطبتہ اقاموا الصلوٰۃ قدوری اس عبارت سے سارے اختلافی مسائل ختم ہوجاتے ہیں۔ منبر کے سامنے اذان دینا، دو خطبوں سے پہلے تقریر نہ کرنا اذان اول کے بعد مسلمانوں کا مسجد کی طرف متوجہ ہونا سب واضح ہوجاتا ہے۔ یعنی جمعہ کی پہلی اذان سے نماز تک جو باتیں ہیں اس سے متعلق مذکور عبارت بالکل واضح ہے چنانچہ فرماتے ہیں کہ جب مؤذن جمعہ کی پہلی اذان دیتے ہیں تو لوگ خرید و فروخت چھوڑ کر جمعہ کیلئے مسجد کی طرف متوجہ ہوجاتے ہیں۔ (اپنے اپنے انفرادی اعمال مثلاً تحیۃ المسجد تلاوت قران تسبیح و ذکر الٰہی میں مشغول ہوجاتے ہیں۔ ان پر کوئی پابندی نہیں ہوتی) البتہ جب امام ممبر پر چڑھتا ہے اور بیٹھتا ہے اور مؤذن ممبر کے سامنے (دوسری) اذان دیتا ہے۔ پھر امام خطبہ دیتا ہے اور خطبہ سے فراغت کے بعد نماز ادا کی جاتی ہے۔ نماز جمعہ کے بعد تقریر و وعظ کرنے میں کوئی اشکال پیدا نہیں ہوتا مگر نماز جمعہ سے پہلے ممبر کے نیچے یا اوپر کسی اور خطبہ کا اضافہ کرنا بدعت محض ہے جو آج فیشن کے طور پر عام ہورہا ہے۔

جمعہ کا وقت اور اذان : نماز جمعہ ایک عظیم الشان اجتماع ہے۔ اتنا عظیم الشان کہ عرفہ کے فرض اجتماع کے بعد یہی دوسرا فرض اجتماع (جمعہ کا اجتماع) ہے اسمیں شرکت لازمی ہے۔ مستی، سستی یا دنیا طلبی کی وجہ سے جمعہ ترک کرنے والے کے دل میں غفلت کی مہر لگ جاتی ہے کسی منفرد آدمی کو بذات خود جمعہ ادا کرنے کی اجازت نہیں ہے اس لئے عہد صحابہ سے ہی جمعہ میں دو مرتبہ اذان دی جانے لگی۔ جماعت کے بغیر جمعہ کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ جمعہ کا وقت زوال آفتاب کے فورا بعد سے شروع ہوجاتا ہے۔ عہد رسالت، عہد صدیق اور عہد فاروق میں جمعہ کی صرف ایک ہی اذان شعار دین ہے۔ مسجد میں جماعت سے نماز ادا کرنے کی دعوت ہے۔ نماز کے وقت کا اعلان ہے۔ اذان نماز کا مقدمہ ہے نماز کا وقت متعین ہے۔ دراصل اذان اس متعین وقت کے آغاز کا اعلان ہے تاکہ لوگ اس مقررہ وقت میں نماز ادا کرلیں۔

جمعہ کا خطبہ جمعہ کی نماز سے پہلے ہوتا ہے۔ ارشادات خطبہ کی سماعت کا وجوب پیش نظر رکھتے ہوئے حضرت عثمانؓ نے اجماع صحابہ کے ساتھ ایک اور اذان کا اضافہ فرمایا تاکہ مسجد سے دور رہنے والے مقررہ میں مسجد آکر خطبہ جمعہ کی طرف فوراً متوجہ ہوجائیں۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جمعہ کے دن ایک ایسی گھڑی مختصر ہے اور متعین نہیں ہے۔ کوئی کہتا ہے اذان کے بعد والا وقت ہے کوئی کہتا ہے خطبہ اور نماز کے درمیان ایسی گھڑی بھی ہے جس میں مسلمان اللہ تعالی سے جو بھی پوچھے اللہ وہ چیز اسے بخش دیتا ہے وہ چیز مختصر ہے مگر متعین نہیں ہے کوئی کہتا ہے دونوں خطبوں کے درمیان والا وقت ہے اور کوئی کہتا ہے کہ خطبہ اور نماز کے درمیان والی ایسی گھڑی ہے۔ ہر مومن دعا کیلئے قبول وقت کا متلاشی ہے اور ایسی حالت میں خوامخواہ کوئی بیان جاری کردینا یا شروع کردینا صحت بخش اضافہ نہیں ہوسکتا اور نہ ہی کسی کو اس بات کی اجازت ہے۔ اس بحث سے واضح ہوتا ہے لہ پہلی اذان کے بعد سے ہی لوگ مسجد کی طرف متوجہ ہوجائیں مقبول گھڑی کی تلاش کریں۔ انفرادی اعمال سے تقرب الٰہی حاصل کریں، نماز پڑھیں، ذکر کریں، تلاوت کریں یا تسبیح پڑھیں، مگر شرط یہ ہے کہ اذان ثانی کے ساتھ یہ تمام جائز امور ترک کردیں اور خطبہ سننے میں مشغول ہوجائیں، اس کے علاوہ کوئی چیز کا اضافہ کرنا دخل در معقولات ہے۔

خطیب وامام قوم کا بہترین شخص مانا جاتا ہے، اسی لئے اسے نائب رسول بنا کر اسکی اقتداء کی جاتی ہے۔ خطیب بہترین عالم ہوتا ہے اسی لئے امام کی ظاہری ہئیت لباس، عادات و اخلاق، رہن سہن، قابل تقلید ہوتی ہے کیونکہ اسی پر قوم کی توجہ رہتی ہے۔ اس کے قول و فعل تاثر آگیں ہوتے ہیں۔ حضرت عمر بن حدیثؓ فرماتے ہیں ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا خطیب وعلیہ عمامۃ سودا یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا تو آپ کے سر پر سیاہ عمامہ تھا۔ وکان یخطب قائما واذا صعد المنبر اقبل بوجھہ علی الناس (زاد المعاد) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو کر خطبہ دیتے تھے۔ ممبر پر لوگوں کی طرف متوجہ ہوتے تھے۔ آپ کی آواز بلند ہوجاتی تھی۔ ہاتھوں سے اشارہ کرتے تھے۔ ہاتھ میں عصا ہوتا تھا۔ تاریخ کے آئینہ میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کو بغیر عمامہ پر امامت کرتے ہوئے دیکھا نہ گیا اور نہ اس کا ثبوت ملتا ہے۔ تابعین و تبع تابعین کے دور میں بھی اذان اول کے بعد تقریر، وعظ یا بیان کے ذریعہ لوگوں کو انفرادی عمل سے روکنے کا کوئی طریقہ نہیں پایا جاتا تھا حالانکہ حدیث شریف سے ثابت ہے کہ مسلمان کو چاہئے کہ مسجد میں داخل ہونے کے بعد بیٹھنے سے پہلے دو رکعت نماز ادا کرے اگر بیان جاری رہے تو مسلمان ششں و پنج میں رہ جاتا ہے کہ سنت کی پیروی میں دو رکعت پڑھ لے یا غیر شروع وعظ سنکر بیٹھ جائے اور حدیث کو پس پشت ڈال دے۔ بہ بین تفاوت رہ از کجاست تا کجا

جمعہ میں تین خطبے کیوں ؟ آج کل جدید آئمہ نے جمعہ کے دو خطبوں کے علاوہ ایک تیسرا خطبہ بھی جاری کردیا ہے حالانکہ فجر اسلام سے دو ہی خطبے مشروع ہیں۔ اس نئے مروجہ خطبہ کا نشان نہ حدیث میں ہے اور نہ تاریخ میں جمعہ کے تین خطبوں کا رواج اسلامی تاریخ سے خارج ہے۔ یہ ایک نئی بدعت ہے۔ حدیث و فقہ میں نہ اسکی اجازت ہے اور نہ ہی مسلم ممالک کے علماء نے اسے منظور کیا ہے۔ اذان ثانی سے پہلے ایک اردو میں خطبہ اور اذان ثانی کے بعد ممبر پر دو خطبے دینا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی فقہی کتاب میں نہیں ہے۔ آج ایک اور تماشا بروے کار آرہا ہے کوئی ثانی اذان سے پہلے ممبر پر بیٹھ کر ایک خطبہ اور دوسری اذان کے بعد ممبر پر کھڑے ہوکر دو خطبے۔ اللہ جانے اور کیا کیا حرکات کا اضافہ مستقبل میں ہونے والا ہے۔ بہر کیف جمعہ میں دوسری اذان سے پہلے اور پہلی اذان کے بعد یہ الفاظ دیگر جمعہ کی دونوں اذانوں کے درمیان کسی مزید خطبہ کا پتہ اسلامی فقہ و تاریخ میں ہرگز دکھائی نہیں دیتا۔ دوسری اذان سے پہلے والا خطبہ بدعت ہے اور خلاف سنت بھی۔

حضرت مولانا مفتی شاہ ابو الکمال حبیب اللہ ندوی مفتی مدرسہ حقانیہ بنگلور نے دار العلوم دیوبند سے اس سلسلہ میں بذات خود ایک فتوی طلب کیا تو جواب میں مولانا مفتی حضرت محمود الحسن صاحب دار العلوم دیوبند لکھتے ہیں:

بعض علماء نے برسر ممبر خطبہ جمعہ بزبان عجمی یا (خطبہ) غیر عربی کو خلاف سنت قرار دیا ہے اور طرفہ یہ کہ خود ایک نئی بدعت کے قائل ہی نہیں بلکہ فاعل بھی ہیں (ماخوذ از خطبات باقیات ۲۵)

امیر شریعت کرناٹک حضرت مولانا حافظ ابو السعود صاحب بانی دار العلوم سبیل الرشاد بنگلور فرماتے ہیں "اذان اول کے بعد ممبر کے نیچے ایک اور تقریر کا اضافہ حدیث و فقہ سے ثابت نہیں ہے اس لئے بدعت ہے، اس سے اجتناب لازم ہے (سبیل شمار ۱۱ اور ۱۰)

عیاں را چہ بیاں پہلی صدی ہجری سے ہی غیر عربی ملکوں میں اسلام پھیلنا شروع ہوگیا اور جمعہ کی نماز بھی جاری ہوگئی۔ اسپین سے لے کر جزائر جاوا سماترا تک، چین سے لے کر افریقہ تک اسلام پھیلتا ہی گیا بلکہ پوری دنیا پر چھا گیا۔ دوسری اذان سے پہلے جمعہ کے اس بدعتی خطبہ کو رواج کہیں نہیں ملتا۔ اس پر قابل تعجب امر یہ ہے کہ جو آئمہ جمعہ کے دن برسر ممبر زندگی بھر مخلوط عربی و اردو خطبہ دیتے رہے ہیں وہی اب مساجد میں تین خطبے رائج کردئے ہیں۔ الہام ہوا ہے یا خواب۔ کسی امام نے کہا ہے پتہ نہیں چلتا بلکہ امام اعظم ایک قدم اور آگے بڑھ گئے۔ یہ طبقاتی تعصب کے سوا کچھ اور نہیں ہے۔ اللہ تعالی تمام مسلمانوں کو اس نئی بدعت سے بچائے۔

علمی خیانت : جو آئمہ اس بدعت کے عادی ہوگئے ہیں وہ جوابا عرض کرتے ہیں کہ جمعہ کی دوسری

اذان سے پہلے والا خطاب یا خطبہ نہیں ہے۔ بیان ہے وعظ ہے، تقریر ہے، رشد وہدایت کی باتیں ہیں، اس طرح تاویل کرنا عوام کو مغالطہ میں ڈالنا ہے۔ حالانکہ خطبہ کو حدیث شریف میں بیان کے لفظ سے بھی تعبیر کیا گیا ہے وعظ و تقریر کے الفاظ خطبہ کے مفہوم صادق آتے ہیں اور لفظ خطبہ بھی تقریر و وعظ کے مفہوم میں اردو میں استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً خطبہ صدارت یا استقبالیہ خطبہ۔ پھر اس تفریق کے کیا معنی ہے۔ خطبہ جمعہ کیلئے ممبر شرط نہیں ہے بلکہ آداب خطبہ و شعائر اسلام میں آتا ہے، مفید بھی ہے۔ ایک ہی بات جو عربی میں کہی جائے اسے خطبے کہدینا اور وہی الفاظ اردو میں کہنا یا دہرانا۔ یہ خطبہ نہیں کہہ کر عوام کو مغالطہ میں ڈالنا علمی دیانت نہیں بلکہ علمی خیانت ہے قران و حدیث کی روشنی میں جو رشد وہدایت ممبر پر دی جاتی ہے وہی ممبر کے نیچے بھی بیان ہورہی ہے پھر تین خطبہ کہنے سے کترانا یا عربی وار دوزبان کا سہارا لے کر خطبہ میں تمیز کرنا چہ معنی دار۔

ایک اور مغالطہ : اس خطبہ کے قائل و فائل کہتے ہیں کہ یہ صحابی حضرت تمیم الداریؓ کی سنت ہے جسے حضرت عمرؓ نے اجازت دی تھی۔ یہ بھی ایک اور مغالطہ ہے۔ تاریخ گواہ ہے اور فقہ کے اوراق روشن ہیں حضرت عمرؓ کی خلافت میں جمعہ کی دو اذانوں کا رواج ہی نہیں تھا۔ ایک اور اذان کا اضافہ حضرت عثمانؓ کی خلافت سے شروع ہوا۔ حضرت عمرؓ نے جمعہ میں تین خطبوں کی ہرگز اجازت نہیں دی تھی۔ جمعہ کے دن جمعہ کا وقت یعنی زوال سے پہلے والا معاملہ تھا اور مذکور صحابیؓ کو صرف جمعہ کے دن ہی نہیں بلکہ ہفتہ میں دو دن وعظ کہنے کی اجازت تھی۔ جمعہ کے خطبوں کے ساتھ تیسرے خطبہ کی ہرگز اجازت نہ تھی۔ اس لئے اسکا سہارا لے کر فرائض میں اضافہ کی گنجائش نکالنا بدعت ہے اور عوام کو مغالطہ میں ڈالنا ہے۔

بدعتی خطبہ سے مقتدیوں کی مشکلات : جمعہ کی اذان اول کے ساتھ مسلمان اپنے انفرادی اعمال کیلئے مسجد کی طرف متوجہ ہوجاتے ہیں۔ مکان و کاروبار چھوڑ کر مسجد آتے ہیں تاکہ تحیۃ المسجد، تلاوت قرآن، ذکر اور تسبیح میں فرض خطبہ تک مصروف رہ کر تقرب الٰہی حاصل کریں توبہ واستغفار میں وقت گذاریں امام اور اراکین عام مجلس وعظ و اجتماعات کی طرح جمعہ کا دستور العمل خود الگ تیار کرلیں تو مقتدیوں کو انفرادی اعمال یعنی توبہ و استغفار کا موقع ہی نہیں ملتا، مقتدیوں پر غیر ضروری پابندی عائد کرنا خلاف شرع ہے۔ ایسی نئے اضافات سے پرہیز لازم ہے۔ مقصود خطبہ یا اسرار خطبہ جمعہ کے خلاف تلاوت کرنا دخل در معقولات ہے۔

حضرت مولانا مولوی مفتی عبد الوہاب صاحب دامت برکاتہم فرماتے ہیں، خطبہ کی پندرہ سنتیں ہیں۔ ان میں دسواں نمبر وعظ و نصیحت ہے جو خطبہ جمعہ سے حاصل ہوجاتا ہے اور خطبہ سے پیشتر چار رکعت سنت مؤکدہ

پڑھنا ہے اور اس سے پیشتر تحیۃ المسجد کی دو رکعت نماز ہے اور سورۃ کہف بھی اس دن پڑھنے کی عادت ہے۔ حاضر ہونے والے نمازیوں میں تجارت کرنے والے ہیں، کسب کرنے والے ہیں ضعیف بھی ہیں، بیمار بھی ہیں اور حاجت مند بھی ہوتے ہیں۔ ان تمام کا خیال کرتے ہوئے خطبہ جمعہ سے پہلے مزید خطبہ لوگوں کو فتنہ میں ڈالتا ہے۔

خطبہ جمعہ تذکیر و نصیحت ہے : یہ ایک علمی بحث ہے کہ خطبہ ذکر ہے یا تذکیر ذکر سے مراد صرف ذکر الٰہی اور تذکیر سے مراد وعظ و نصیحت ہے۔ قرآن کریم میں مذکور ہے **اذا نودی للصلوۃ من یوم الجمعۃ فاسعوا الی ذکر اللہ** جب جمعہ کیلئے اذان دی جاتی ہے تو اللہ کے ذکر کی طرف بڑھو۔ اس آیت کی تفسیر کے سلسلہ میں تفسیر ابی السعود میں لکھا ہے **اقصدوا الی الخطبۃ والصلوۃ** یعنی نماز اور خطبہ کا ارادہ کرلو اور چلو علامہ بیضاوی ؒ نے ذکر معنی خطبہ لکھا ہے اور مقاصد القرآن میں ذکر کا معنی نماز جمعہ اور خطبہ دونوں بتائے گئے ہیں۔

۱۔ اگر خطبہ ذکر قرار دیا جائے تو ذکر الٰہی کیلئے قبلہ رو ہونا بہتر ہوتا، جس طرح اذان میں ہوتا ہے۔ ظاہر ہے امام خطبہ کے دوران پیٹھ پیچھے قبلہ کر کے سامعین کے روبرو ہوتا ہے، چونکہ اذان ذکر بھی ہے اور اعلان نماز وقت بھی۔ لہذا مؤذن کو قبلہ رو ہو کر اذان دینے کا حکم ہے۔ تلاوت قرآن اور وضو کے دوران قبلہ رو ہونے میں فضیلت بتائی گئی ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے **وکان یخطب قائما فاذا صعد علی المنبر اقبل وجھہ علی الناس۔** آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ممبر پر کھڑے ہو کر خطبہ دیتے تھے اور لوگوں کی طرف متوجہ ہوتے تھے۔

۲۔ خطبہ کے دوران حدیث سے ثابت ہے کہ خطیب مصلیوں کو غلطیوں سے روک سکتا ہے اور ہاتھوں سے اشارہ کر سکتا ہے۔

۳۔ اور اگر خطبہ کی زبان عربی ہونا واجب ہوتی تو اذان، اذکار اور تسبیحات کی طرح مقررہ الفاظ خطبہ میں ضروری ہوجاتے۔ آج کل منبر پر جو عربی خطبے پڑھے جاتے ہیں ان کے مرتب و مؤلف الگ الگ ہوتے ہیں۔ موضوع مختلف ہیں اور اسلوب بھی جدا گانہ ہے تو معلوم ہوا کہ خطبہ صرف ذکر الٰہی نہیں ہے بلکہ حمد وصلاۃ آیت و نصیحت وصیت، دعاء استغفار کا مجموعہ ہے جو عوام کیلئے پیش کیا جاتا ہے۔

۴۔ صاحب کفایہ لکھتے ہیں **ولو خطب قاعدا اعلی غیر طبھارۃ اجزاہ الحصول المقصود وھو الوعظ والتذکیر** یعنی اگر خطیب بیٹھ کر یا طہارت کے بغیر خطبہ دے تو خطبہ جائز ہو گا۔ اس سے مقصود خطبہ حاصل ہوجاتا ہے اور وہ وعظ و تذکیر ہے۔

خطبہ کی فرضیت اور نماز کی فرضیت کا فرق :

نماز جمعہ	**خطبہ جمعہ**
۱۔ نماز جمعہ اللہ کا ذکر ہے۔	۱۔ خطبہ جمعہ لوگوں کیلئے تذکیر ہے۔
۲۔ مقتدی امام کے پیچھے رہتے ہیں۔	۲۔ سامعین امام کے روبرو ہوتے ہیں۔
۳۔ امام مقتدیوں سے بات چیت نہیں کرسکتا۔	۳۔ امام سامعین کو احکام الٰہی و سنت رسولؐ سے آگاہ کرتا ہے۔
۴۔ امام نماز میں دائیں بائیں مڑ نہیں سکتا۔	۴۔ خطبہ میں امام دائیں بائیں مڑ سکتا ہے۔
۵۔ دائیں بائیں مڑنے سے نماز فاسد ہوتی ہے۔	۵۔ دائیں بائیں مڑنے سے خطبہ فاسد نہیں ہوتا۔
۶۔ نماز کے دوران وضو ٹوٹ جائے تو نماز دہرانا ضروری ہوجاتا ہے۔	۶۔ خطبہ کے دوران وضو ٹوٹ جائے تو خطبہ دہرانے کی ضرورت نہیں۔
۷۔ نظریں ادھر اُدھر پھیرنا جائز نہیں ہیں۔	۷۔ نظریں ادھر اُدھر پھیری جاسکتی ہیں۔
۸۔ نماز غیر عربی میں نہیں ہوسکتی۔	۸۔ خطبہ غیر عربی ہوسکتا ہے۔
۹۔ رکعت نماز حسب ضرورت مختصر کرنے کی اجازت نہیں ہے۔	۹۔ حسب ضرورت خطبہ طویل و مختصر کیا جاسکتا ہے۔
۱۰۔ نماز میں گفتگو جائز نہیں۔	۱۰۔ خطبہ میں گفتگو جائز ہے۔

خطبہ کی زبان : خطبہ کا مقصد احکام دین کی تبلیغ، امر بالمعروف و نہی عن المنکر ہے۔ عامۃ الناس کو دین و شریعت سمجھانا ہے۔ یہ کام اسی وقت پایہ تکمیل کو جب پہنچ سکتا ہے سامعین خطیب کی زبان اور طرز کلام باقاعدہ سمجھیں، ظاہر ہے مسلمانوں کی مادری زبان ہندوستان کی اکثر ریاستوں میں اردو ہے۔ جمعہ کی مشروعیت اور مقصد کی تکمیل کیلئے علمائے کرام نے حمد و صلاۃ، تلاوت وصیت، استغفار اور دعا کو عربی میں باقی رکھ کر امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی وضاحت مادری زبان (اردو) میں کرنے کی اجازت دی ہے۔ جو عرصہ دراز سے رائج ہے اس نازک دور میں اختلافی مسائل کو چھیڑ کر عوام میں انتشار پھیلانا دور اندیشی نہیں ہے۔ التفسیر خطبہ جمعہ سے متعلق جنوب کی مشہور و معروف شخصیت دار العلوم باقیات صالحات کے سابق ناظم و مہتمم شیخ التفسیر حضرت مولانا سید شاہ عبد الجبار صاحب قادری باقوی مدظلہ العالی کی کتاب فقہی اختلاف میں خطبہ جمعہ کی زبان پر ایک مدلل اور مستند باب ہے جو مشعل راہ ہے۔ ریاست کرناٹک کے کثیر التصانیف بزرگ شارح بخاری مولانا عبد الحی نے اردو میں خطبہ کے جواز میں علماء کے فتوی کے ساتھ خطبات جمعہ حرمین شریفین کے نام سے منظوم کتاب بھی لکھی ہے۔

۱۔ حضرت ابو حنیفہؒ نے خطبہ جمعہ بتمامہا صرف عربی میں ہونے کی شرط نہیں لگائی ہے۔

۲۔ شیخ عبد الحق محدث دہلویؒ فرماتے ہیں خطبہ ابو حنیفہؒ کے پاس غیر عربی میں بھی جائز ہے۔ کسی زبان میں کیوں نہ ہو۔ (سفر السعادت)

۳۔ اذکار خطبہ کا اظہار غیر عربی زبان میں جائز ہے۔ ولو خطب بالفارسية تجويز اگر خطیب فارسی میں خطبہ دے تو جائز ہے۔ مہاری سراجہ

۴۔ امام ابو یوسف و امام محمد فرماتے ہیں کہ عجز کی صورت میں غیر عربی میں خطبہ جائز ہے۔ فقہی اختلاف ظاہر ہے کہ ہندوستانی مسلمان عربی سمجھنے سے عاجز ہیں۔

۵۔ خطبہ میں جو کچھ پڑھا جاوے اسکا عربی ترجمہ جائز ہے۔ مشتاق احمد مدرس مدرسۂ صولیتہ مکہ مکرمہ۔

۶۔ خطبہ جمعہ اردو میں بلا کراہت جائز ہے۔ اذان اول کے بعد ممبر کے نیچے ایک اور تقریر کا اضافہ حدیث و فقہ سے ثابت نہیں ہے اس لئے بدعت ہے اور اس سے اجتناب لازم ہے۔ امیر شریعت کرناٹک مولانا ابو السعود سبیل ش ۱۰

۷۔ حضرت اشرف علی تھانویؒ فرماتے ہیں خطبہ جمعہ میں آیات و احادیث کا غیر عربی میں ترجمہ گاہ گاہ کسی ضرورت سے قلیل مقدار میں مضائقہ نہیں۔ النور ۶۱

۸۔ مولانا سید شاہ عبد الجبار قادری باقوی فرماتے ہیں حضرت مفتی اعظم مولانا شیخ آدم نور اللہ مرقدہ کے فتوی سے متعلق کہتے ہیں۔ فتوی کا ماحصل یہی ہے کہ جمعہ غیر عربی میں بلا کراہت جائز ہے۔ فقہی اختلاف ۳۰۰

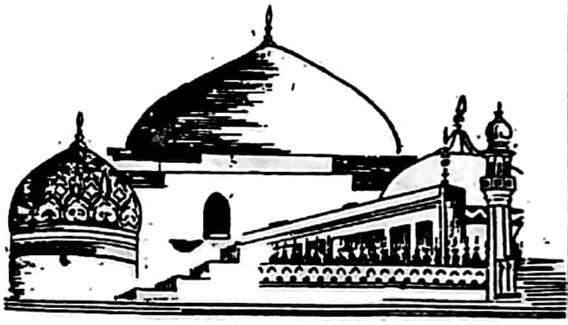
۹۔ عبد اللہ بن الرحمن السراج الحنفی قاضی القضاۃ مفتی عرب فرماتے ہیں۔

خطبہ کی عبارت مواعظ اوامر اور نواہی پر مشتمل ہے۔ خطبہ غیر عربی میں جائز ہے۔ منقول خطبات باقیات

۱۰۔ رابطہ عالم اسلامی کی پیام مسجد کانفرنس منعقد مکہ مکرمہ ۱۳۹۰ھ ۱۹۷۵ء جن میں دنیا کے اسی (۸۰) ممالک کے ممتاز اسلامی نمائندے شامل تھے خطبہ جمعہ سے متعلق یہ قرار داد منظور کرتے ہیں۔ غیر عرب ملک میں خطبہ کا ابتدائی حصہ عربی میں ہونا چاہئے باقی حصہ موضوع کے مطابق اس زبان میں ہونا چاہئے۔ جسے حاضرین سمجھتے ہوں۔ زندگی پیام مساجد غیر ۲۶ اس کانفرنس میں ہندوستان کے چوٹی کے علماء کرام بھی موجود تھے۔

وضاحت حق کے پیش نظر توفیق الہی کی امید پر یہ چند سطور قارئین کی خدمات میں پیش ہیں۔ کسی پر طعن تشنیع یا تضحیک مقصود نہیں ہے۔ وما توفیقی الا باللہ۔

رُوح اور رُوحانیت کی پرواز



مولانا ابو الحسن
محمد رمضان القادری کلیان پوری
استاذ دار العلوم لطیفیہ، حضرت مکان ویلور۔

اللہ تعالی کا بیحد شکر و عنایات ہیکہ اس نے ہمیں نبی آخر الزماں صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی امتی میں پیدا فرماکر ساری مخلوقات پر ایک امتیازی مقام عطا فرمایا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رشد و ھدایات کا جو لامتناھی چراغ روشن فرمایا انسانی برادری جتنا بھی ناز کرے کم ہے۔

اسلام اور سائنس کا بنیادی فرق :

آج ساری دنیا سائنسی ایجادات پر فخر کرتی ہوئی محسوس کررہی ہے کہ یہ دور ترقی یافتہ دور ہے، ایٹمی توانائیوں کے اس ہوش ربا دور میں جو کچھ بھی ہو رہاہے اس سے دنیا کا ہوشمند طبقہ اچھی طرح واقف اور آشنا ہے ماضی قریب میں ہندوستاں اور پاکستان کے اٹمی اسلحہ کی آزمائش اور اسکی وجہ سے ملکی اور غیر ملکی نقصانات کا خمیازہ، ایک اخباری رپورٹ کے مطابق بین الاقوامی سطح پر دنیا کے اعلی سطح کے سائنسدانوں کی ایک عظیم کانفرنس

ہوئی تھی جسمیں کسی ملک کے نمائندے نے بیان دیا تھا کہ زمین دوز طور پر آج دنیا میں اتنے مہلک آتشی اسلحہ موجود ہیں کہ اگرانکو زمین کے اوپر استعمال کیا جائے تو ساری دنیا آن کی آن میں تباہ و برباد ہو کر خاکستر ہو جائے گی، سائنس داں طبقہ اپنے ملک کا اربوں کھربوں ڈالر اس بات پر خرچ کرتا ہیکہ کوئی ایسی چھوٹی سی چیز طیارے سے کسی آبادی پر گرائی جائے جسکی زہریلی فضا سے کڑورہا انسان آن واحد میں ختم ہو جائیں گویا امریکہ، روس، برطانیہ، فرانس، چین یہ سوچ رہے ہیں کہ کروڑہا انسان کو آن واحد میں کیسے مارا جائے! اسکے برعکس ہمارے پیغمبر ہادی عالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم یہ سوچتے تھے کہ انسانوں کو جلایا کیسے جائے، کمزور اور ناتواں کو توانائی کیسے بخشی جائے دونوں میں کتنا بڑا فرق ہے۔ ایک موت کے گھاٹ اتارنا چاہتا ہے اور دوسرا زندگی کے بھرپور توانائیوں سے سنوارنا چاہتا ہے۔ ابتدائے آفرنیش سے لیکر اب تک ہزارہا انسانوں نے اپنی اپنی زندگی کے کچھ نقوش آنیوالی نسلوں کیلئے مرتب کئے ہیں۔ لیکن تکمیل انسانیت اور فلاح آدمیت کا جامع نسخہ جو ہمارے آقا و مولی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے اپنی مختصر سی حیات مبارکہ میں پیش فرمایا وہ ہر خاص و عام کیلئے مشعل ھدایت ہے۔

زیر نظر مضمون میں روح اور روحانیت کی تعلق سے چند باتیں عرض کی جارہی ہیں۔ روح کا وجود ہے، مگر دیکھی نہیں جاتی کیونکہ روح کا تعلق ایک ایسے عالم سے ہے جو ہماری نظروں سے اوجھل ہے ہماری فہم وادراک اور احساس سے بھی بالاتر ہے۔ چنانچہ قرآن میں روح کا تذکرہ اس طرح سے کیا گیا ہے۔ یسئلونک عن الروح قل الروح من امر ربی وما او تیتم من العلم الاقلیلا۔ ترجمہ: اور تم سے روح کو پوچھتے ہیں تم فرماؤ روح میرے رب کے حکم سے ایک چیز ہے اور تمہیں علم نہ ملا مگر تھوڑا۔ (کنزالایمان) گویا روح عالم امر کی چیز ہے وہ خالق کے حکم سے جسم کے اندر داخل ہوتی ہے جس سے جسم کے اندر زندگی پائی جاتی ہے۔ مثلا ہوا کا وجود ہے مگر آنکھوں کی گرفت سے باہر ہے ہم اسے دیکھ نہیں سکتے ہیں۔

چونکہ آج کے دور میں روحانیت کا تصور کوئی اجنبی شئی نظر آرہی ہے یا کالعدم کی منزل سے دیکھا جارہا ہے جبکہ روحانیت کا درجہ روح کی منزل سے کہیں زیادہ بلند و بالا ہے نیز روح اور روحانیت میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہیکہ ان فی جسد الانسان مضغۃ فاذا صلحت صلح کلہ واذافسدت فسد کلہ۔ انسان کے جسم میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے اگر اسکی اصلاح ہو جائے تو پورے بدن کی اصلاح ہو جائے اور اگر اسمیں فساد آجائے تو پورا بدن بگڑ جائے۔ یہ اسلام اور سائنس کا بنیادی فرق ہے کہ سائنس دوسروں کو سجاتی اور بناتی ہے اور اسلام خود ہمارے دل و دماغ کی اصلاح کرتا ہے ذہن و فکر کی نظہر، بدن اور روح دونوں کو

پاکیزگی بخشتا ہے بدن کو آداب زندگی سکھاتا ہے اور روح کو صیقل کر کے لذت سجدہ اور ذوق عبادت سے آشنا کرتا ہے من عرف نفسہ فقد عرف ربہ کی انمول دولت سے متعارف کرتا ہے۔

ابتدائے آفرینش :

سب سے پہلے انسانی وجود کے نقطہ آغاز کا سرسری جائزہ لیجئے کہ انسان رحم مادر میں چند قطرات ہے پھر وہ خون ہوا، اور خون سے گوشت حتی کہ تھوڑی مدت کے بعد اب گوشت کا ایک لوتھڑا بن گیا یہاں تک کہ دن گذرتے گئے اور مہینوں میں تبدیل ہوتے گئے اب اس گوشت کے لوتھڑے میں اعضاء نمودار ہوئے یعنی ہاتھ، آنکھ، کان، پیٹ، پیر اور انگلیاں وغیرہ غرض کہ پاؤں کے ناخن سے لیکر سر کے بال تک مکمل مجسمہ تیار ہوگیا۔ مگر ان اعضاء میں ابھی حرکت اور جنبش نہیں ہے۔ ہاں اس میں روح آجانے کے بعد حرکت اور جنش آجاتی ہے گویا روح آجانے کے بعد تمام اعضاء باکار ہوجاتے ہیں روح نہیں تو سب بے کار جملہ حرکات و سکنات کے پیچھے روح کی حکمرانی اور کارفرمائی ہے اور اسکی جلوہ گری ہے غرض روح ہے تو یہ سارے مناظر اور مظاہرے زندہ ہیں اور جہاں روح نے ساتھ چھوڑ دیا اب وہ ایک نعش ہے جنازہ ہے! مگر روح آجانے کے بعد آنکھ دیکھتی تو ہے لیکن اپنے محدود دائرے تک۔ کان سنتا تو ہے مگر اپنے محدود حلقوں تک زیادہ سے زیادہ ایک فرلانگ گویا آنکھ اور کان کا دیکھنا اور سننا کچھ فاصلوں تک محدود ہے۔ اس تمہیدی تحریر سے یہ چیز واضح کی جارہی ہیکہ جسم کا تعلق محض روح سے ہے یا روحانیت سے بھی ہے اگر محض روح سے ہے تو ہوگا یہ کہ روح اگر جاتی رہی تو جسم برباد ہوجائے گا۔ سڑ جائے گا، گل جائے گا۔ لیکن اگر جسم کا تعلق روح اور روحانیت دونوں سے ہے تو روح جاتی رہے گی مگر آنکھ دیکھتی رہے گی، کان سنتا رہے گا، تصرفات کا سلسلہ جاری رہے گا۔ صاحب روح کیلئے ضروری ہیکہ صاحب روحانیت کے دامن سے وابستہ رہیں تاکہ انہیں بھی فیض کا کچھ حصہ میسر ہو!

صاحب روحانیت :

یہ مقام بلند ان قدسی صفت بزرگوں کو حاصل ہوا ہے جو اپنی جسمانی کثافتوں اور ظلمتوں سے پاک و صاف ہوجاتے ہیں اور انکی ارواح پاکیزگی لطافت ونظافت میں اس قدر ترقی کرجاتی ہیکہ وہ فرشتوں کی جماعت سے مل جاتی ہے۔ جس کے بعد ان کیلئے کوئی پردہ باقی نہیں رہتا ہے اور وہ تمام چیزوں کو خود بخود یا فرشتے کے الہام سے موجود شئی اور محسوس چیز کی طرح دیکھ لیتے ہیں جیسا کہ مرقات جلد دوم باب الصلوت علی النبی وفضلھا کے تحت یہ تفصیل درج ہے۔ **النفوس الزاکیۃ القدسیۃ اذا تجردت عن العلائق البدنیہ واتصلت باالملاء الاعلی**

ولم یبق لھا حجاب فتحری الکل کا المشاھدۃ اوبالاخبار املک لھا۔ اس طریقہ سے کوئی صاحب بصیرت آدمی عالم مثال کی چیزوں اور واقعات کا مشاہدہ کرنے تو اسکو کشف رحمانی کہا جاتا ہے انبیاء کرام کے معجزات اور اولیاء عظام کی کرامات اسی قبیلہ سے تعلق رکھتی ہے۔ جیسا کہ حضرت خضر علیہ السلام نے جس لڑکے کو قتل کردیا تھا جسکو دیکھ کر حضرت موسی علیہ السلام پکار اٹھے۔ اقتلت لفنس زکیہ بغیر حق آپ نے تو بے گناہ لڑکے کو قتل کردیا۔ حضرت خضر علیہ السلام کے ہاتھوں صادر ہونے والا یہ فعل کشف رحمانی کا نتیجہ ہے اور آپ پر یہ حقیقت جو آئندہ ظہور پذیر ہونے والی تھی کھل گئی کہ یہ لڑکا اپنے والدین کو گمراہ کردے گا چنانچہ اسکی تفصیل سورہ کہف میں مذکور ہے ارباب بصیرت اور اھل کشف پر حقائق اور واقعات کے انکشاف ہوجانے پر اھل ایمان کا اتفاق ہے۔ ہر ایک شخص کی روح اپنے اس ساتھی کی روح کے ساتھ ہوگی جس کا عمل اس جیسا ہوگا۔ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روح اقدس رفیق اعلی کے ساتھ ہوگی سورۃ نساء میں ہے ومن یطع اللہ والرسول فاولئک مع الذین انعم اللہ علیھم من النبین والصدیقین والشھدآء والصلحین وحسن اولئک رفیقاط اور جو اللہ اور اسکے رسول کا حکم مانے تو اسے اس کا ساتھ ملے گا جن پر اللہ نے فضل کیا یعنی انبیاء صدیق اور شہدا اور نیک لوگ یہ کیا ہی اچھے ساتھی ہیں (کنز الایمان)۔ علامہ نعیم الدین صاحب مرادآبادی علیہ رحمہ تفسیر نعیمی میں فرماتے ہیں کہ انبیاء کے مخلص فرمانبردار جنت میں انکی صحبت و دیدار سے محروم نہ ہونگے۔ صدیق انبیاء کے سچے متبعین کو کہتے ہیں جو اخلاص کے ساتھ انکی راہ پر قائم رہیں مگر اس آیت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے افاضل اصحاب مراد ہیں جیسے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ شہید جنھوں نے راہ خدا میں جانیں دیں صالحین سے مراد وہ دیندار جو حق العباد اور حق اللہ دونوں ادا کریں اور انکے احوال واعمال ظاہر اور باطن اچھے اور پاک ہوں۔ اسکی وضاحت کی غرض سے شان نزول درج کیا جارہا ہے چنانچہ تفسیر نعیمی میں ہیکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت ثوبان کمال محبت رکھتے تھے جدائی کی تاب نہ تھی ایک روز اس قدر غمگین اور رنجیدہ حاضر ہوئے کہ چہرہ کا رنگ بدل گیا تھا حضور نے فرمایا کہ آج چہرے کا رنگ کیوں بدلا ہوا ہے انھوں نے عرض کیا کہ نہ مجھے کوئی بیماری ہے نہ درد، بجز اسکے کہ جب حضور سامنے نہیں ہوتے تو انتہا درجے وحشت اور پریشانی ہوجاتی ہے جب میں آخرت کو یاد کرتا ہوں تو یہ اندیشہ ہوتا ہیکہ وہاں میں کسطرح دیدار پاسکوں گا آپ اعلی ترین مقام میں ہونگے مجھے اللہ نے اپنے کرم سے جنت بھی دی تو اس عالی مقام تک رسائی کہاں، اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور انہیں تسکین دی گئی کہ باوجود فرق منازل کے فرمانبرداروں کو باریابی اور معیت کی نعمت سے سرفراز فرمایا جائے گا معیت دنیا میں بھی ثابت ہے اور برزخ میں

بھی ثابت ہے۔المرء مع من احب ہر شخص ان مقامات میں انہیں لوگوں کے ساتھ ہو گا جسکے ساتھ اسکو محبت اور الفت ہوگی۔

صحبت صالح :

قرآن نے انعام یافتہ بندوں کی صحبت اور انکی نزدیگی حاصل کرنیکی دعوت دی ہے انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین کی مبارک محفلوں سے جن بزرگوں کو سابقہ اور ہمنشینی کا شرف حاصل ہے انہیں بزرگوں کی مبارک صحبتوں کی برکت سے روح کی صیقل ہوتی ہے اور روحانیت کی منزل پر پہنچتی ہے ہاں روح جتنا قوی اور موثر ہو گا اسی کے مطابق اپنا اثر روحانیت پر ڈال کر اثر انداز ہو گا کیونکہ صحبت کا اثر بہت جلد ہوتا ہے قرآن کی یہ آیت کریمہ شاھد ہے۔

کلبھم باسط ذراعیہ بالوصید

اس آیت کریمہ کے تعلق سے ابوالفضل جوہریؒ فرماتے ہیں کہ جو شخص نیک لوگوں کی صحبت اختیار کرتا ہے اور ان سے محبت کرتا ہے تو انکی صحبت اور اجر کا حصہ وہ بھی پاتا ہے دیکھو اصحاب کھف کے کتے نے ان سے محبت کی اور انکے ساتھ ہولیا تو اللہ تعالی نے اس کا ذکر قرآن مجید میں بھی کردیا اور علامہ امام قرطبی نے اپنی تفسیر میں فرمایا ہیکہ جب ایک کتا صلحا اور اولیاء کی صحبت نیک سے یہ مقام حاصل کرسکتا ہے تو اندازہ کرو کہ انسان تو اشرف المخلوقات اپنا رتبہ وہ کتنا بلند کرسکتا ہے۔علامہ سعدیؒ ارشاد فرماتے ہیں کہ تمہیں صحبت صالح ہی صالح بنائے گی۔ برے لوگوں کی صحبت برے بنائے گی کما تدین تدان

ایک مثال : مزید وضاحت کیلئے ایک مثال گوش گذار کریں

عام طور سے بولا جاتا ہے۔ چمیلی کا تیل، بیلے کا تیل، روغن گلاب، ماہرین تیل کہتے ہیں کہ یہ تمام کے تمام تِل کے تیل سے تیار کئے جاتے ہیں۔ جو تل چمیلی کے آغوش میں آگیا وہ مہک اٹھا۔ گلاب کی صحبت یسر آئی اسے گلاب نے مہکا دیا۔ جسے بیلے کا قرب حاصل ہوا اسے بیلے کی خوشبو مل گئی۔ بلبل شیراز علامہ سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ

گلے خوشبوئے در حمام روزے — رسید از دست محبوبے بدستم
بدو گفتم کے مشکی یا عنبری — کہ از بوئے دلاویز تو مستم
گفتا من گل ناچیز بودم — ولیکن مدتے باگل نشستم
جمال ہمنشیں درمن اثر کرد — وگرنہ من ھماں خاکم کہ ہستم

ایک دن حمام میں خوشبو دار مٹی ایک محبوب کے ہاتھ سے مجھ کو ملی میں نے اس مٹی سے کہا تو مشک ہے کہ عنبر کیوں کہ میں تیری خوشبو سے مست ہوں۔ مٹی نے کہا: میں ناچیز مٹی ہی تھی لیکن ایک مدت سے پھول کی ہمنشینی رہی ہے اس لئے مجھ میں وہ مست خوشبو پیدا ہو گئی ہے۔ اگر عنبر، مشک، بیلا، چمیلی اور گلاب اپنا اپنا اثر دکھا سکتے ہیں موثر اور اثر انداز ہو سکتے ہیں تو کیا روح اور روحانیت کے اثرات نہیں ہوں گے؟ یقیناً ہوں گے! ابھی چند سطر اوپر قلمبند ہوا کہ آنکھ سے مگر دیکھتی نہیں، کان ہے مگر سنتا نہیں۔ ہاں! جب روح جسم کے اندر داخل ہوئی تو آنکھ دیکھنے لگی اور کان سننے لگا یقیناً یہ روح کا ہی اثر اور فیض ہیکہ بے اثر کو با اثر کر دیا مگر یہ آنکھ اور کان کتنا دیکھے اور کتنا سنے ایک فرلانگ یا کچھ کم یا زیادہ۔ مگر! ایک آنکھ وہ بھی تو ہے جو تین سو میل کی دوری دیکھے اور ایک کان ہو بھی ہے جو تین سو میل کی آواز سنے یہ کس کا اثر ہے روحانیت کا۔ تاریخ کے مطالعہ کرنے والے پر یہ واقعہ پوشیدہ نہیں ہونی چاہیے۔

تصویر کا رخ :

کہ خلیفۂ دوم امیر المؤمنین سیدنا حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ جمعہ کا خطبہ دے رہے ہیں اور تین سو میل کی دوری پر مقام نہاوند میں جنگ لڑی جا رہی ہے جسکے امیر کارواں حضرت ساریہؓ ہیں۔ حق و باطل کی اس معرکہ آرائی میں حضرت ساریہؓ سے معمولی غفلت ہو گئی۔ یہ دیکھتے ہوئے امیر المؤمنین نے خدشہ محسوس کیا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ دشمن حملہ آور ہو جائے چنانچہ خطبہ دیتے ہوئے حضرت ساریہؓ کو آواز دی یا ساریۃ الجبل یا ساریۃ الجبل یا ساریۃ الجبل۔ یہاں نہ کوئی ریڈیو اسٹیشن، نہ کوئی دور بین اور نہ ہی ریڈیائی لہریں۔ اب کوئی یہ بتائے کہ وہ کونسی آنکھ ہے جو تین سو میل کی دوری کو دیکھ رہی ہے اور وہ کونسا کان ہے جو تین سو میل کی آواز سن رہا ہے۔ یقیناً یہی کہنا پڑے گا کہ یہاں محض روح ہی نہیں بلکہ روحانیت والا کان سن رہا ہے، یہ بھی اتفاق ہی کہئے کہ تین سو میل کی دوری پر یہ جنگ لڑی جا رہی تھی اگر تین ہزار میل کی دوری پر بھی یہ جنگ لڑی جا رہی ہوتی تو نگاہ فاروق وہاں بھی دیکھتی اور ساریہ کا کان وہاں سے بھی سنتا حقیقت واضح ہو رہی ہیکہ روح اور روحانیت کے اثرات الگ الگ ہیں، روح اپنے حدود میں کام کرتی ہے اور روحانیت اپنی وسعتوں میں پرواز کرتی ہے۔

ضابطہ :

یہاں ایک ضابطہ ذہن نشین فرمائیں تاکہ بحث موضوع سمجھنے میں آسانی ہو! موثر جتنا قوی اور مضبوط ہو گا اثر اس کا اسی قدر مضبوط اور قوی ہو گا۔ مثلاً بیلا، چمیلی اور گلاب یہ سب مؤثر ہیں انکا اثر یہ ہیکہ تل کو اپنے رنگ

میں رنگ لیا اور اپنی خوشبو سے مہکا دیا۔ مگر یہ ایک عارضی خوشبو ہے۔ انقلاب حقیقت و ماھیت نہیں ہے کیونکہ یہ تیل اگر چند برس رکھا رہ جاتے تو آہستہ آہستہ یہ خوشبو اڑ جائے گی۔ یہاں تک کہ ایک طویل عرصہ کے بعد یہ امتیاز بھی باقی نہیں رہے گا کہ اسمیں بیلے کا تیل کون ہے اور چمبیلی اور گلاب کا کون آخر میں یہی کہنا پڑے گا کہ یہ تل کا تیل ہے۔ الغرض مؤثر جتنا قوی تھا اسکا اثر بھی اسی طرح باقی رہا۔ بعض بعض اثرات تو بہت ہی کمزور اور ضعیف ہوا کرتے ہیں مثلاً لباس میں عطر لگا کر دیکھئے کہ چند گھنٹے آپ جس جگہ سے گذرینگے وہاں خوشبو ضرور ہو گی مگر چند ہی گھنٹے کے بعد عطر کے بجائے پسینے کی باس آئے گی۔ محسوس ہوا کہ بہت ہی کمزور موثر ہے۔

کون و فساد کا مفہوم :

لیکن مؤثر جب زیادہ قوی ہوتا ہے تو اس کا اثر عارضی نہیں رہتا ہے بلکہ بسا اوقات حقیقت بدل جاتی ہے گویا انقلاب ماھیت ہوتا ہے چنانچہ فلاسفہ کا کہنا ہیکہ عناصر میں کون و فساد ہوتا ہے۔ کون و فساد کا مفہوم یہ ہیکہ ایک صورت نوعیہ کو چھوڑ کر دوسری صورت نوعیہ کا اختیار کرلینا۔ چھوڑنے کا نام فساد اور اختیار کرنے کا نام کون ہے۔ مثلاً ہوا کا پانی ہوجانا یا پانی کا ہوا سے بدل جانا مثلاً گرمی کے موسم میں آپ نے دیکھا ہو گا کہ اگر لوٹے میں پانی ڈالا جائے اور برف زیادہ ڈال دی جائے تو کچھ دیر کے بعد آپ دیکھیں گے کہ لوٹے کی سطح بالائی پر پانی نمودار ہورہا ہے۔ یہی ہے فلاسفہ کا "کون و فساد"۔ پانی لوٹے کے اندر سے نہیں آرہا ہے بلکہ برف کی وجہ سے لوٹا اس قدر ٹھنڈا ہو گیا ہے کہ اسکی اوپری سطح سے جو ہوا اس کو چھوجاتی ہے وہ ہوا ہوا نہیں رہ جاتی ہے بلکہ پانی سے بدل جاتی ہے اسی کا نام ہے کون و فساد واضح رہے کہ یہ مؤثر عارضی نہیں ہے بلکہ یہاں انقلاب ماھیت ہے اب ہوا "ہوا" نہیں رہ گئی بلکہ اس نے پانی کا روپ اختیار کرلیا! بہرکیف مؤثر جس قدر مضبوط اور کمزور ہو گا اسیطرح وہ اثر انداز ہو گا۔ دامن میں عطر لگا کر گذریں گلی گلی، کوچہ کوچہ مہک جائے مگر یہ بہت ہی مکزور تر مؤثر ہے۔ گلاب، چمبیلی اور بیلا نے جو تل پر اثر ڈالا وہ اس سے مظبوط تر ہے جسکی خوشبو برسوں باقی رہے گی، اور لوٹے کی ٹھنڈک جو ہوا پر اثر انداز ہوئی وہ قوی سے قوی تر ہے حتی کہ ماھیت اور حقیقت کا انقلاب ہو گیا۔ لہذا اب غور فرمائے کہ آنکھ نہ دیکھے مگر روح آئے تو دیکھنے لگے کان نہ سنے مگر روح آئے تو سننے لگے یہ کس کا اثر ہے، روح کا لیکن یہ آنکھ اپنے محدود حلقوں میں دیکھے اور کان اپنی حد بندیوں سے آگے نہ سنے۔ یہ عام ارواح کا عالم ہے لیکن یہی روح جب صیقل ہو کر روحانیت کا درجہ حاصل کرلے تو تین سو میل دیکھے اور تین سو میل سے سنے جب ارواح کا عالم یہ ہے تو سید عالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی روح اور روحانیت کا عالم کیا ہو گا انکا اثر کتنا مضبوط اور قوی ہو گا۔ چنانچہ روح کا وجود ہے مگر دیکھی نہیں

جاتی کیونکہ روح کا تعلق ایک ایسے عالم سے ہے جو ہماری نظروں سے اوجھل ہے اور ہماری فہم و ادراک سے بالاتر ہے چنانچہ قرآن نے بیان فرمایا ہیکہ قل الروح من امر ربی روح عالم امر کی چیز ہے وہ خالق کے حکم سے جسم کے اندر داخل ہوتی ہے جس سے وہ زندہ رہتا ہے۔ جیسے ہوا اس کا وجود ہے مگر آنکھوں کی گرفت سے ماورا ہے مگر اسے دیکھ نہیں سکتے بس ایسے ہی روح اگر دیکھی نہیں جاتی تو اس کا سایہ بھی نہیں پڑتا عام ارواح کا عالم تو یہ ہیکہ ہماری اور آپ کی روح نظر نہیں آتی مگر جسم اور اس کا سایہ نظر آتا ہے۔

روح مصطفےٰ کا اثر :

مگر سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی روح کا اثر یہ ہیکہ نہ روح کا سایہ نظر آتا ہے اور نہ ہی جسم کا سایہ نظر آتا ہے۔ روح مصطفےٰ اس قدر پاکیزہ اور لطیف ہے اور اس قدر مؤثر کے جسم کو بھی اپنے ہی سانچے میں ڈھال لیا چنانچہ نہ روح کا سایہ اور نہ ہی جسم کا سایہ اب جو اس روح کی روحانیت ہے اس کا اثر یہ ہیکہ جسم مصطفےٰ پر جو کپڑا آجائے اس کا بھی سایہ نہ پڑے۔

چنانچہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک کا سایہ نہ تو ہم نے سورج کی دھوپ میں دیکھا اور نہ ہی چاند کی چاندنی میں گویا روح نے بدن پر اثر ڈالا کہ جسم کا سایہ نہ ہو، اور روحانیت اس سے بھی قوی تر مؤثر ہوئی کہ کملی اور پیراہن تک کا سایہ نہ پڑے نور ایسا لطیف وپاکیزہ کہ اگر حجرۂ عائشہ میں مسکرادیں تو دندان مبارک کی روشنی سے حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی گم شدہ سوئی مل جائے۔ فاضل بریلوی نے کیا ہی حسین انداز میں بیان فرمایا ہیکہ

سوزن گمشدہ ملتی ہے تبسم سے تیرے شام کو صبح بناتا ہے اجالا تیرا

اور دست مبارک سے کسی صحابی کی لکڑی چھودیں تو اسمیں سے روشنی پھوٹ پڑے حتی کہ وہ اپنی راہ رات کی تاریکی میں اس کی روشنی سے طے کرلیں۔ گویا لکڑی نہیں ٹارچ ہے جو روشنی کا کام کررہی ہے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم مبارک بھی کتنا مؤثر ہے یہ بھی گوش گداز فرمائیں۔ ہمارے بدن کا پسینہ بدبودار ہے جسکی بدبو ہم خود بھی برداشت نہ کرسکیں اور وہی پسینہ نبی کے مسامات سے خارج ہوتو عطر کے کارخانے بھی سر نیاز جھکادیں سچ فرمایا ہے اعلحضرت شاہ احمد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان نے

واللہ جو مل جائے میرے گل کا پسینہ مانگیں نہ کبھی عطر نہ پھر چاہیں دلھن پھول

یہ انقلاب حقیقت نہیں تو اور کیا ہے۔

ممکن ہیکہ آپکے حاشیہ ذہن سے سوال ٹکڑاتا ہو گا کہ روح نظر نہیں آتی ہے تو جسم مصطفے کو بھی نظر نہیں آنا چاہیے تھا ؟

لہذا عرض ہے کہ کمال اور اعجاز مصطفے تو یہی ہیکہ جسم نظر بھی آرہا ہے اور سایہ بھی نہیں ہے۔ اگر جسم نظر نہ آکر سایہ نظر آتا تو یہ ایک طبعی خلقی اور فطری امر کہا جاتا۔ مگر انتہائے کمال تو یہ ہیکہ جسم دکھا بھی جارہا ہے اور سایہ بھی نظر نہیں آرہا ہے۔ جیسے روح نظر نہیں آتی اور اسکا سایہ بھی نظر آتا تب اسے مافوق الفطرت میں شمار کیا جاتا۔ روح جسم کا لباس نہ پہنے اور پھر اسکا سایہ نظر آئے تو یہ اسکا کمال ہے چونکہ یہ سایہ روح کا نہیں جسم کا ہے۔ ایسے ہی جسم مصطفے نظر نہ آئے اور سایہ بھی نہ پڑے تو یہ کمال نہیں ہے۔ کمال اور اعجاز تو یہ ہیکہ جسم دکھا جارہا ہے مرئی ہے مگر سایہ نظر نہیں آرہا ہے۔ مصطفے جان رحمت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی تو شان ہی نرالی ہے۔ گویا بدن بھی مؤثر، روح بھی مؤثر، روحانیت بھی مؤثر، ہر ہر عضو اور ہر ہر ادا مؤثر۔

ایک نکتہ :

روح اور روحانیت سے متعلق واقعات اور مشاہدات ملاحظہ فرمائیں تاکہ آپ پر دونوں کے درمیان خط امتیاز واضح ہوسکے یہاں ایک نکتہ بیان کرنا زیادہ مناسب ہیکہ نبی کی موت ہم جیسی موت نہیں ہوتی ہمارا مرنا یہ ہیکہ ہم مرے تو بس مر گئے مگر نبی ایک لمحے کے کروڑ ویں حصے کے برابر محض موت کا ذائقہ چکھتا ہے وہ صرف اس قانون الہی کی تعمیل اور تکمیل کیلئے کل نفس ذائقۃ الموت نبی کل بھی زندہ اور آج بھی زندہ، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی زبان حق ترجمان سے ارشاد فرماتے ہیں

انّ اللّٰہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء فنبی اللّٰہ حی یرزق

گویا! انبیاء کو بھی اجل آتی ہے مگر ایسی کہ فقط آنی ہے

پھر اسی آن کے بعد انکی حیات مثل سابق وہی جسمانی ہے (حدائق بخشش)

لہذا یہ حقیقت ظاہر ہو گئی کہ سرکار چھپ گئے ہیں مٹ نہیں گئے۔

تو زندہ ہے واللہ تو زندہ ہے واللہ میرے چشم عالم سے چھپ جانے والے

احوال صلحاء :

قرآن و احادیث میں انبیاء اور اولیاء کے کمالات کے تحت کئی ایک دلائل موجود ہیں جس کے ذریعے ان بزرگوں کی روح اور انکی روحانیت کے جلوے نمایاں طور پر ظاہر و باہر ہیں۔ اولیاء اللہ کی بارگاہ میں مردہ دل مردہ نہیں رہتے بلکہ زندہ ہو جاتے ہیں کئی کتابوں میں آیا ہیکہ اکثر اولیاء اللہ نے مردے بھی زندہ کئے ہیں یہ بات بعید

نہیں اس لئے کہ یہ مسئلہ مسلمہ ہیکہ جو چیز نبی سے بطور معجزہ صادر ہو سکتی ہے، ولی اللہ سے اس کا ظہور بطور کرامت ہوسکتا ہے علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

ان کل معجزۃ و جدت لنبی یجوز ان تقع کرامتہ لولی۔ اللہ تعالی نے فرمایا: آتیناہ رحمۃ **من عندنا و علمناہ من لدنا علما** ۞ علم لدنی اس علم کو کہتے ہیں جو اللہ کریم اپنے خاص فضل و کرم سے اپنے خاص بندوں کو اپنی طرف سے سکھادے۔

عوارف المعارف میں شیخ عمر بن محمد شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ علم لدنی اللہ کے اسرار ہیں جنہیں وہ اپنے اکابرین اولیاء کرام اور خاص بندوں کو سماعے اور تعلیم کے بغیر عطا فرماتا ہے یہ وہ اسرار ہیں جن سے صرف خواص ہی آشنا ہوئے ہیں، شیخ ابو سعید الخزاز کا قول ہے "عارفین کے پاس ایسے خزانے ہیں جنکے اندر انہوں نے عجیب و غریب علوم و فنون کو محفوظ کر رکھا ہے ان کا اظہار وہ ابدیت کی زبان سے کرتے ہیں اور انہیں ازلیت کی عبارت میں بیان کرتے ہیں یہ وہ علم ہے جس سے عام لوگ بے بہرہ ہیں"

اس قول میں ابدیت کی زبان، ازلیت کی عبارت سے مراد یہ ہیکہ وہ اللہ تعالی کے ساتھ گفتگو کرتے ہیں۔

یہی وہ علم لدنی ہے جس کا ذکر اللہ تعالی نے حضرت خضر علیہ السلام کے واقعہ میں بیان فرمایا ہے۔

مخدوم کلیری کا واقعہ:

پاسبان ملت علامہ مشتاق احمد نظامی علیہ الرحمۃ نے اپنی کتاب میں حضرت مخدوم کلیریؒ کا ایک واقعہ بیان کیا ہے اس مضموں کی مناسبت سے اسے قلمبند کرنا زیادہ موزوں ہے۔ تاکہ روح اور روحانیت کے درمیان ایک واضح لکیرے پڑجائے!

چنانچہ حضرت مخدومؒ سے ایک نیاز مند نے عرض کیا کہ حضور ہم فنا اور بقاء بولتے تو ہیں مگر یہ نہیں جانتے کہ فنا کیا ہے اور بقا کیا ہے؟ فوری طور پر حضرت نے کوئی جواب نہیں دیا! البتہ وصال سے قبل حضرت مخدومؒ نے اپنے نیاز مندوں کو وصیت فرمائی کہ میرے وصال کے بعد تم میں سے کوئی مجھے نہلانا اور کفنانا نہیں۔ باہر سے حجرے کی کنڈی لگا دینا اور جب تک پانی چھلکتا اور بہتا محسوس ہو۔ آثار غسل معلوم ہوتے ہوں تو کنڈی لگا دینا اور جب اسکی علامت و آثار ختم ہوجائیں تو کنڈی کھول دینا۔ اور دوسری بات یہ فرمائی کہ تم لوگوں میں سے کوئی میری نماز جنازہ نہ پڑھائے گا۔ آخر آپ کا وصال ہوا۔ دار فانی سے دار بقا کو رحلت فرمایا۔ لوگوں کو آپکی وصیت یاد تھی۔ حجرہ کھول دیا گیا، تو کیا دیکھا؟ کہ مخدوم پاک نہلائے اور کفنائے جاچکے ہیں لوگ حیرت زدہ تھے۔ کہ آخر یہ ہم

کیا دیکھ رہے ہیں اب اسی عالم حیرانی میں اس گھوڑ سوار کا انتظار ہو رہا ہے جو نماز جنازہ پڑھائے گا۔ لوگ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہے ہیں۔ کچھ دیر کے بعد گھوڑ سوار سامنے آگیا جس کے چہرے پر نقاب پڑی تھی۔ اس کے آتے ہی قطار یں درست کرلی گئیں صفیں سیدھی ہو گئیں آنے والا مصلائے امامت پر کھڑا ہو گیا۔ اور اللہ اکبر کہا اور سب نے اسکی اقتدار میں نماز جنازہ ادا کرلی۔

نماز پڑھانے کے بعد اب یہ گھوڑ سوار آگے بڑھا تا کہ سوار ہو کر آگے بڑھ جائے۔ بس اسی اثناء میں ایک معتقد خاص نے آگے بڑھا اور عرض کیا حضور آپ تو چلے جائیں گے مگر آپ کو یہ معلوم ہیکہ آپ نے کس کی نماز جنازہ پڑھائی ہے؟

اے حضور! یہ اللہ کا وہ مقرب بارگاہ بندہ ہے جو اپنے وقت کا عارف حق اور ولیٔ کامل ہے جس کے دامن سے لاکھوں مسلمان وابستہ ہیں کل انکی تاریخ لکھی جائے گی۔ لوگ ہم سے دریافت کریں گے کہ مخدوم پاک کی نماز جنازہ کس نے پڑھائی تو ہم کس کا نام بتائیں گے اور کیا جواب دیں گے۔ لہذا نیاز مند کی عرضداشت قبول فرماتے ہوئے اپنا نام ارشاد فرمائیں۔ ورنہ کم از کم چہرے کا نقاب ہی الٹ دیں تاکہ دیکھ اور پہنچا سکیں۔ ورنہ مخدوم کی تاریخ اندھیرے میں رہ جائے گی اور عقیدت کیشوں کی دنیا ہمیں کبھی معاف نہ کرے گی۔

فنا اور بقا :

یہ سنتے ہی گھوڑ سوار نے چہرے کا نقاب الٹ دیا۔ نقاب اٹھتے ہی پورا مجمع حیرت زدہ، ہکا بکا رہ گیا۔ سناٹا اور سکتے کا عالم آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ معتقد خاص نے ہمت کرکے دریافت کیا، اے حضور آخر ہم کیا دیکھ رہے ہیں۔ چونکہ سامنے کوئی اور نہ تھا۔ مخدوم پاک ہی کھڑے تھے، مخدوم کلیری نے فرمایا کہ کیا تم بھول گئے۔ تم نے ہی تو ایک روز دریافت کیا تھا کہ فنا و بقا بولتے تو ہیں مگر نہیں جانتے کہ فنا کیا ہے اور بقا کیا ہے؟ میں نے اس کا جواب آج ہی کے دن پر ٹال دیا تھا اور آج تم کو اسی کا جواب دینا ہے۔

دیکھو جسے تم گہوارے میں دیکھ رہے ہو اسی کا نام ہے فنا اور جسے تم نے گھوڑے پر آتے دیکھا اور اب جاتے دیکھو گے اس کا نام بقا ہے۔

معلوم ہوا کہ گہوارہ میں روح کا جلوہ ہے اور گھوڑے پر روحانیت کا۔ وہ فنا ہے اور یہ بقا ہے۔ یہ دولت گراں مایہ کہاں سے ملتی ہے۔ یہ حقیقت آپ پر واضح رہے کہ جسطرح انسان اور ہے اور انسانیت اور ہے۔ آدمی اور ہے۔ اور آدمیت اور ہے ایسے ہی روح اور ہے روحانیت اور ہے۔ ہر دو ٹانگ والے مستوی القامت کو انسان

کہا جاتا ہے۔ مگر یہ کچھ ضروری نہیں کہ اسمیں انسانیت بھی ہو انسانی روپ میں تو ہے مگر یہ بھی دیکھو کہ انسانی صفات بھی ہیں یا نہیں؟ آدمی کے محبوب و پسندیدہ اوصاف ہی اس کی آدمیت اور انسانیت کی روشن دلیل ہوتے ہیں۔ مثلاً کوئی وقت ایسا آگیا کہ آپ کئی دن کے بھوکے پیاسے ہیں۔ دستر خوان پر نوع بنوع اور طرح طرح کے دل پسند کھانے چن دیئے گئے۔ ابھی کوئی نوالہ حلق سے نہ اترا تھا کہ ایک بھوکا پیاسا مسافر آگیا اسے دیکھتے ہی آپ کا دل پسیجا ترس آیا، دستر خوان سے فوراً اٹھ گئے اور اسے کھلا کر شکم سیر کر دیا۔

انصاف سے آپ بتلائیں کہ! یہ صرف انسان کھلا رہا ہے یا انسانیت کھلا رہی ہے؟ بظاہر ہاتھ تو انسان ہی کے اٹھ رہے ہیں مگر مسافر نوازی کا یہ جذبہ ہمدردی انسانیت کی فیض بخشی کا نتیجہ ہے۔ ایسے ہی جب روح صقیل ہو کر جلا پاتی ہے تو روحانیت کی طرف بڑھتی ہے اور جیسے جیسے وہ مدارج علیا اور منزل ارتقا کو عبور کرتی جاتی ہے۔ ویسے ویسے منتہائے کمال سے قریب اور قریب تر ہوتی جاتی ہے چنانچہ روحانیت جتنے بلند مقام پر ہوگی۔ ویسے ہی اس کے اثرات بھی مرتب ہوں گے۔

اشارات :

گویا اولیاء اللہ کے وصال کے بعد میں بھی انکی روحانی کمالات باقی رہتے ہیں۔ ترمذی شریف کی حدیث ہے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہیکہ ایک صحابی رسول نے ایک قبر پر اپنا خیمہ نصب کیا لیکن اسکو اس جگہ قبر ہونیکا علم نہ تھا کچھ دیر کے بعد معلوم ہوا کہ یہاں کسی انسان کی قبر ہے اور اس میں سے سورہ ملک پڑھنے کی آواز آرہی ہے۔ جب وہ صحابی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو تمام واقعہ بیان کیا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سورہ ملک روکنے والی اور نجات دینے والی ہے اپنے پڑھنے والے کو عذاب قبر سے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں مکہ اور مدینہ کے درمیان نہر کھودی گئی تو اتفاقاً وہ نہر اسی راستے سے آئی جس میں احد کا قبرستان آتا تھا، مزدور کام کررہے تھے ایک مزدور نے کھدائی کرتے ہوئے زمین میں پھاوڑا مارا تو اتفاقاً وہیں ایک شہید دفن تھا تو وہ پھاوڑا اس کے پاؤں کے انگوٹھے میں جا لگا اور خون جاری ہو گیا۔ (جذب القلوب شیخ عبد الحق محدث دھلوی)

امام بیہقی شعب الایمان میں اپنی سند سے قاضی نیشاپور ابراھیم سے روایت کرتے ہیں کہ ایک صالح عورت کا انتقال ہو گیا۔ ایک کفن چور اس کے جنازہ کی نماز میں اس غرض سے گیا تاکہ ساتھ جا کر اسکی قبر کا پتہ لگائے۔ جب رات ہو گئی تو وہ قبرستان میں گیا اور اس عورت کی قبر کھود کر کفن کو ہاتھ ڈالا تو وہ خدا کی بندی بول اٹھی کہ سبحان اللہ

! ایک جنتی شخص ایک جنتی عورت کا کفن چراتا ہے کیونکہ اللہ تعالی نے میری اوران تمام لوگوں کی مغفرت فرمادی جھنوں نے میری جنازے کی نماز پڑھی اور تو بھی اس میں شریک تھا یہ سنکر اس نے فورا قبر پر مٹی ڈال دی اور سچے دل سے تائب ہو گیا۔ (شرح الصدور امام سیوطی)۔

اس سے پہلے عرض کیا گیا کہ اگر جسم کا تعلق صرف روح سے ہو گا تو اگر روح نکل جائے گی تو جسم برباد ہو جائے گا لیکن اگر جسم کا تعلق روحانیت سے بھی ہو گا تو روح جاتی رہے گی۔ پھر بھی آنکھ دیکھے گی، کان سنے گا اور وہ جسم بھی برباد نہ ہو گا جیسا کہ مندرجہ بالا واقعات شاھد ہیں۔

حدیث قدسی میں ہیکہ میرا بندہ جب میرا مقرب ہوا تو اس نے اپنے کلام کو میرے کلام کا اور اپنی صفات کو میری صفات کا آئنیہ دار بنادیا تو اب مجھ سے جو کچھ مانگے گا تو میں عطا کروں گا وہ مجھ سے پناہ مانگے گا تو میں اسے پناہ دوں گا۔ یہ سب کمالات اسکی روح کیلئے ہیں۔ اس حدیث میں وقت کی کوئی قید نہیں مطلب یہ ہیکہ جب مانگے میں ضرور دوں گا۔ تو اب وہ چاھے دنیا میں مانگے۔ یا موت کے بعد کے جہاں میں مانگے، یا آخرت میں مانگے وہ مانگ سکتے ہیں اور خدا ضرور دیتا ہے۔ اس کی مناسبت سے درجہ ذیل مثال عرض ہے۔

میمن قوم:

کاٹھیاواڑ کی میمن قوم کا تو یہ بہت ہی مشہور واقعہ ہیکہ ایک مرتبہ ان کا قافلہ کسی مندر کی پوجا کرنے کیلئے جارہا تھا۔ اتفاق سے درمیان میں ایک دریا حائل ہو گیا۔ ان لوگوں نے وہیں پڑاؤ ڈال دیا تاکہ کشتی مل جائے تو جائیں۔ حسن اتفاق سرکار غوث الاعظم رحمۃ اللہ عنہ کی اولاد امجاد سے کوئی بزرگ تشریف فرما تھے۔ انھوں نے قافلے والے سے دریافت فرمایا کہ تم لوگ جاتے کیوں نہیں ہو؟ اھل قافلہ نے جواب دیا کہ آخر ہم جائیں کیسے بیچ میں دریا حائل ہے کشتی بھی نہیں ہے اس کے علاوہ دوسرا کوئی راستہ بھی نہیں۔ خدا کی طرف سے ہدایت انکے حق میں ہو چکی تھی آپ کو انکے حال زار پر ترس آیا۔ فرمایا: اچھا وہ مندر یہیں آجائے تو؟ قافلے نے ایک زبان ہو کر کہا پھر اس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتا ہے۔ آپ نے فرمایا تم لوگ آنکھیں بند کرلو۔ فرمایا: اب آنکھیں کھولو۔ آنکھیں جیسے ہی کھولا مندر کو سامنے پایا۔

چنانچہ آپ نے طنزا فرمایا کہ اسکی پوجا کرو۔ اب اسلام کیلئے انکے دلوں کا دروازہ کھل چکا تھا۔ پورے قافلے نے کہا اب تم کو پوجیں یا مندر کو۔ جسکی انگلیوں کے اشارے سے مندر ڈول رہا ہے اب اسے کیوں کر پوجا جائے۔ لہذا اب آپ ہمیں مشرف بہ اسلام کیجئے مگر ہماری دو شرطیں ہیں! اولا ہم میں حسن ہو۔ دوئم دولت! آپ

نے دعا مانگی اور خدا نے عطا فرمایا۔ چنانچہ میمن قوم میں حسن و دولت دونوں ہیں۔ اسے فکری و نظری نہیں بلکہ مشاہدہ کہا جاتا ہے۔ یہ قابل غور بات ہیکہ جو مندر کی پوجا کرنے جارہے تھے وہ صرف روح والے تھے اور جسکے اشارے پر بہ نفس نفیس مندر ہی آگیا تھا وہ روح والا ہی نہیں بلکہ روحانیت والا تھا۔

مکالمہ :

ایک مرتبہ شاگرد نے استاذ سے عرض کیا کہ آج کا مسلمان کیسا بد عقیدہ ہیکہ وہ اسطرح کی غلط آرزوئیں کرتا ہے خداوندا! مرنے کے بعد قبر کیلئے اجمیر میں دوگز زمین مل جائے۔ بغداد اور کلیر میں مل جائے۔ حالانکہ اس سے ہوتا کیا ہے اگر گنہگار ہے تو اپنے جرم کی سزا پائیگا زمین کے بدل جانے سے کیا ہوگا۔ ہاں! ہم اہلسنت کا عقیدہ ہیکہ یہ بات ارادہ الٰہی اور مشیت ایزدی پر موقوف ہے کہ وہ جس مجرم کو چاہے سزا دے اور جسے چاہے اپنے فضل و کرم سے معاف فرمادے۔

استاذ نے شاگرد کے سوال کا فوری جواب نہیں دیا۔ چند روز کے بعد وہی شاگرد آیا اور استاذ کو پنکھا جھیلنے لگا ارد گرد کچھ اور لوگ بھی حاشیہ پر بیٹھے ہوئے تھے۔ استاذ کو شاگرد کا سوال یاد آگیا۔ فرمایا کہ تم نے ایک مرتبہ مجھ سے سوال کیا تھا جس کا جواب میں نے ٹال دیا تھا آج تم اپنا سوال دہراؤ تاکہ تمہیں جواب دے دیا جائے۔ اس نے اپنا سوال دہرایا۔ استاذ نے شاگرد سے دریافت کیا، ایک بات بتاؤ تم اس وقت کیسا کر رہے ہو؟ اس نے کہا جناب پنکھا جھل رہا ہوں۔ اچھا ایک بات اور بتاؤ۔ پنکھا تم مجھ کو جھل رہے ہو کیا ہوا صرف مجھ کو ہی لگ رہی ہے۔ اس نے کہا نہیں۔ پنکھا تو آپ ہی کو جھل رہا ہوں مگر آپکی بدولت ہوا دوسروں کو بھی لگ رہی ہے جو آپکے پڑوس میں بیٹھے ہیں۔ استاذ نے فرمایا کہ تیرے سوال کا جواب ہوگیا۔ یعنی جسطرح پنکھا مجھ کو جھل رہا ہے مگر میری وجہ سے میرے پڑوس کو بھی ہوا لگ رہی ہے۔ بس ایسے ہی جو مسلمان یہ آرزو کرتا ہے کہ مرنے کے بعد خواجہ غریب نواز کا پڑوس مل جائے۔ بغداد کی زمین مل جائے۔ مخدوم کلیر کا قرب حاصل ہو تو اس کا بھی یہی مطلب ہیکہ جب خواجہ کے پڑوس میں ہوں گے اور رحمت کی بارش ہوگی تو کچھ چھینٹیں مجھ پر آجائیں گی ایسے جب رحمت کی ہوائیں آئیں گی تو کچھ جھونکے ادھر بھی آجائیں گے اسے رحمت و مغفرت کا سامان کیا جاسکتا ہے۔

معرفت الٰہی کے درجات :

اللہ تعالیٰ کے قرب کے درجات اور اسکی معرفت کے درجات لامتناہی ہیں۔ نہ اس کے درجات معرفت ختم ہوتے ہیں۔ نہ اسکے قرب کے درجات ختم ہوتے ہیں۔ جتنے درجات معرفت حاصل ہوتے جائیں گے۔ اتنا ہی

قرب میں بھی اضافہ ہوتا جائیگا۔ یہ بات ذہن نشین رہے کہ اللہ والوں کے بغیر درجات معرفت طے نہیں کئے جاسکتے ہیں اللہ کا ارشاد ہے وداعیا الی اللہ باذنہ وسراجا منیرا۔ اللہ تعالیٰ نے انبیاء و رسل کو بھیجا تاکہ توحید و رسالت کی تعلیم دیں اور خدا کی معرفت عطا کریں لا الہ الا اللہ کہنے کیلئے نبی کی ذات وسیلہ ہے اسکے بعد معرفت کے درجات اور قرب کے مراتب حاصل کرنے کیلئے بھی وسیلہ کی ضرورت ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

رفتار زمانہ:

سیاتی علی الناس زمان لایبقی من الاسلام الاسمہ ولایبقی من القرآن الارسمہ یقرون القرآن ولا یتجاوز القرآن عن حنا جرھم۔ وفی روایۃ مساجد ھم عامرۃ وھی خراب من الھدی یصرقون من الدین کما یمرق السھم من الرمیہ فایا کم وایا ھم لایملونکم ولا یفتنونکم وفی روایۃ تحقرون صلوتکم بصلاتھم۔

ایک ایسا زمانہ آئیگا کہ اسلام کا نام رہ جائے گا۔ قرآن کی رسم رہ جائے گی وہ قرآن پڑھیں گے مگر حلق سے نہیں اترے گا۔ کیسے اترے گا؟ حضور کی محبت کے بغیر تو قرآن حلق سے نہیں اترتا۔

فرمایا لوگ نماز میں پڑھیں گے ایسی کہ تم اپنی نماز کو انکی نمازوں کے مقابلے میں حقیر سمجھو گے تم کہو گے کہ ہماری تو کچھ نمازیں نہیں نمازیں تو انکی ہیں بڑی لمبی نمازیں پڑھتے ہیں۔ فرمایا کہ انکی نمازیں تمہیں اپنی نمازوں کے مقابلے میں حقیر نظر آئیں گی۔ فرمایا انکی مسجدیں آباد اور نمازیوں سے بھرپور ہونگی مگر حال یہ ہوگا کہ وہ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار کے جانور میں داخل ہوکر پھر نکل جاتا ہے اور شکار کے گوشت پوست کا اور خون کا تیر پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔ بلکل اسی طرح یہ لوگ دین میں داخل ہوکر نکل جائیں گے۔ دین کی کوئی برکت، نورانیت اور روحانیت انکے اندر نہیں پائی جائے گی۔ کیونکہ کہ یہ لوگ حقیقت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متبع نہ ہوں گے بلکہ صرف نقل کرنے والے ہوں گے۔ نقالی اور چیز ہے اور اتباع اور وہ چیز ہے نقالی سے نجات نہیں ہوتی، اتباع سے نجات ہوتی ہے۔ اتباع وہ چیز ہے جس میں متبوع کے ساتھ رابطہ ہو نسبت ہو۔ جب کوئی عمل صالح، صالح کی ذات سے نسبت کے بغیر صالح قرار نہیں پاتا۔ توصالحین کو نظر انداز کرکے اور صرف اعمال کی ظاہری شکل و ہیئت کو وسیلہ قرار دینا سمجھ کے خلاف بات ہے۔

اللہ کا ارشاد ہے وابتغوا الیہ الوسیلۃ۔ اللہ کی طرف وسیلہ تلاش کرو اس وسیلہ سے صالحین مراد ہیں۔

ہمارا ایمان ہے پروردگار عالم علما قدرۃ سب کے قریب ہے اور کائنات کے ذرہ ذرہ کو محیط ہے۔ مگر خدا کے قریب کوئی کوئی ہے۔ شائد آپ دل میں یہ بات سوچیں کہ یہ بات سمجھ میں نہیں آئی کہ جب خدا سب کے قریب ہے تو

پھر سب خدا کے قریب کیوں نہیں۔ بلکہ کوئی کوئی ہے ایک بات آپ بتائیں کہ خدا کا فروں کے ساتھ انکی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے یا نہیں؟ قریب ہے۔ منافقین کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے۔ تو کیا سب خدا کے مقربین ہیں؟ نہیں بالکل نہیں!۔ بیشک خدا تو ان سے قریب تھا مگر وہ خدا سے قریب نہیں تھے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ خدا سب کے قریب ہے۔ مگر خدا کے قریب ہر ایک نہیں ہوسکتا۔

ہوشیار جوہری، نادان ساتھی :

مسئلے کی مزید وضاحت کیلئے مثنوی مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کی تمثیل مختصر عرض ہے۔ مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک جوہری کے پاس ایک ایسا بیش بہا لعل تھا جسکی قیمت سوائے بہت بڑے بادشاہ کے کوئی اور ادا نہیں کرسکتا تھا، اس جوہری نے سوچا کہ میں لعل کس کے ہاتھ فروخت کروں کوئی اسکی قیمت تو دے نہیں سکتا۔ کیوں نہ میں فلاں ملک کے بادشاہ کے پاس چلاجاؤں اور اسے جاکر لعل پیش کروں اور قیمت وصول کروں۔ چنانچہ وہ اپنا لعل لے کر اس ملک کی طرف روانہ ہوگیا دور دراز کا سفر تھا۔ اتفاق ایسا ہوا کہ ایک آدمی کو پتہ چل گیا کہ یہ جوہری بیش بہا لعل لئے جارہا ہے اور کسی بادشاہ کے پاس جاکر اس کی قیمت وصول کرلے گا تو کیا اچھا ہو! میں اس کے ساتھ ہولوں اثنائے سفر میں جہاں موقع ملے میں لعل لے کر چلتا بنوں اس خیال سے وہ جوہری کے ساتھ ہولیا۔ دوران سفر جب انکی ملاقات ہوئی تو اس نے کہا بھائی تم بھی مسافر، میں بھی مسافر کیوں نہ دونوں ایک ساتھ چلیں تو جوہری نے انکار نہیں کیا اور دونوں ایک ساتھ چل پڑے۔ رات کا وقت آیا تو جوہری نے سوچا نہ معلوم یہ کون ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ میرا لعل لے کر چلتا بنے۔ جوہری نے عقل سے کام لیا۔ اس نے کہا دیکھو بھائی بات یہ ہیکہ ہم دونوں مسافر ہیں اور ایک دو مہینے کا سفر ہے۔ ظاہر ہے جاگتے جاگتے تو طے نہیں ہوسکتا بشری تقاضا ہے سونا بھی ہے، آرام کرنا ہے۔ اب اگر ہم دونوں سو جائیں تو دونوں کیلئے خطرہ ہے کوئی تیسرا آکر ہم دونوں کو ختم کردے اور ہمارا سامان لے جائے تو دونوں کا نقصان ہوگا۔ اور اگر دونوں جاگتے رہیں تو کب تک جاگتے رہیں گے۔ اسکی صورت یہی ہوسکتی ہیکہ آدھی رات تم سوجاؤ اور میں جاگتا رہوں، اور آدھی رات میں آرام کروں تم جاگتے رہو۔ بات معقول تھی اسکے بغیر کوئی چارہ نہ تھا۔ لہذا اسی پر فیصلہ ہوگیا۔ رات ہوئی سونیکا وقت آیا۔ جوہری نے کہا آدھی رات تم سوجاؤ جب وقت ہوگا میں تمہیں اٹھادوں گا اور میں سو جاؤں گا جوہری نے اسے سلا دیا، تھکاماندہ تھا بے ہوش ہوکر سوگیا، اور نیند کی آغوش میں چلا گیا۔ جوہری نے سوچا آدھی رات کے بعد اسے اٹھانا ہے اور جب میں سوؤں گا تو اسی طرح بے خبر سوؤں گا تو اس بیش قیمت لعل کا کیا کروں۔ کافی سوچ و بچار کے بعد جوہری نے لعل کو

سونے والے کے کپڑوں میں اس طرح چھپا دیا کہ اسے مطلقا احساس نہ ہوا۔ جب وہ مطمئن ہو گیا کہ اس نے لعل کو کپڑوں کے اندر محفوظ کر دیا ہے۔ آدھی رات گذری جوہری نے اسے اٹھا دیا۔ بھائی آدھی رات گذر گئی اب تم جاگو میں سوتا ہوں۔ تو وہ خوشی خوشی اٹھ بیٹھا۔ اس نے جوہری سے کہا ٹھیک ہے اب تم سو جاؤ۔ جوہری اطمنیان سے سو گیا کیونکہ اسکو لعل کی تو بالکل کوئی فکر نہ تھی۔ اب جب یہ سو گیا تو اسکے ساتھی نے اسکی تلاشی لینی شروع کر دی۔ اسکی ہر چیز کو ٹٹولا۔ مگر لعل تو جوہری کے پاس تھا ہی نہیں۔ ملتا کہاں سے؟ نہیں ملا۔ وہ رات گذر گئی۔ دن کو یہ بڑا پریشان ہوا مگر پھر یہ سوچ کر مطمئن ہو گیا۔ چلو آج نہ سہی کل سہی کل نہ سہی پرسوں سہی۔ لعل تو میں لے ہی لوں گا۔ دن گذر گیا رات آ گئی۔ جوہری نے کہا آدھی رات تم سو جاؤ اس نے کہا ٹھیک ہے۔ جوہری نے گہری نیند دیکھ کر لعل پھر اس کے کپڑوں میں چھپا دیا۔ صبح ہوئی۔ دوپہر ہوئی قیلولے کا وقت آیا اسکا ساتھی آرام کر رہا تھا جوہری نے چپکے سے اپنا لعل نکال لیا۔ اور اسکو اچھالنے لگا۔ وہ بڑا پریشان ہوا کہ رات کو ڈھونڈھتا رہا، مجھے نہیں ملا۔ دوسری رات ہوئی پھر اس نے یہی کام کیا۔ لعل اس کے کپڑوں میں چھپا دیا۔ دوپہر کو قیلولہ کے وقت وہ آرام کرنے کیلئے سویا تو پھر نکال لیا۔ نہ رکھنے کا اسے پتہ چلا نہ نکالنے کا۔ لیکن روزانہ شام کو جوہری لعل کو ہاتھوں میں لے کر اچھالتا ہے۔ ساتھی پریشان ہوتا ہے کہ رات کو میں تلاش کر کر کے مر جاتا ہوں۔ روزانہ اسی طرح ہوتا رہا دو مہینے کا سفر تھا آخر ختم ہو گیا۔

ساتھی بولا بھائی سفر بخیر و خوبی ختم ہو گیا۔ لیکن سوداگر اللہ کیلئے مجھے تو یہ بتا دے کہ وہ لعل تو کہاں رکھتا تھا میں تو تلاش کر کے مر جاتا تھا لعل کہاں ہوتا تھا؟ جوہری نے جواب دیا میرا لعل تو تجھ سے قریب ہوتا تھا مگر تو لعل سے دور ہوتا تھا۔ اس نے کہا یہ بات میری سمجھ میں نہیں آئی کہ لعل تو مجھ سے قریب ہوتا تھا اور میں لعل سے دور ہوتا تھا۔ جوہری نے کہا۔ لعل میں تیرے کپڑوں میں چھپا دیتا تھا لیکن تجھے اسکی معرفت ہی نہیں ہوتی تھی تو اپنے سامان میں اپنے کپڑے میں اس کی تلاش ہی نہیں کرتا تھا حالانکہ لعل تیرے کپڑے میں ہوتا تھا۔ تجھے اسکی معرفت نہیں ہوتی تھی۔ لعل تو تیرے قریب ہوتا تھا۔ مگر تو لعل سے دور ہوتا تھا۔

نصیحت مولانا روم :

مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ اس حکایت کے آخر میں فرماتے ہیں :

صلحاء کرام اولیاء اللہ کا یہی مقام ہے کیونکہ انہیں خدا کی معرفت حاصل ہوتی ہے وہ کہیں بھی ہوں کسی حال میں بھی ہوں۔ کسی لباس میں بھی ہوں۔ خدا سے قریب ہوتے ہیں۔ اور جو خدا کے منکریں ہیں وہ کہیں بھی ہوں کسی صورت میں ہوں، اور کسی لباس میں بھی ہوں خدا تو ان سے قریب ہے مگر وہ خدا سے دور ہیں خدا کا قرب انہیں حاصل نہیں ہو سکتا ہے۔

گویا! جو تیرے در سے یار پھرتے ہیں در بدر یونہی خوار پھرتے ہیں

نتیجۂ تحریر :

ان واقعات و مشاھدات سے ہمیں یہی سبق ملا کہ اگر ہمیں زندگی لینا ہے تو زندوں کے پاس جائیں۔ پھر ان مقدس ھستیوں کا کیا کہنا جو مرکر بھی زندہ ہیں اور اپنی روحانیت اور نورانیت کے فیضان سے ہر بھکاری کے دامن مراد کو بھر دیتے ہیں، خدا اور اسکے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت کا پتہ دیتے ہیں، رسول کی معرفت خدا کی معرفت ہے، کیوں!

دو عالم خدا کی رضا چاہتے ہیں خدا چاہتا ہے رضائے محمد

قرآن میں ہے، **النبی اولی بالمومنین من انفسھم** نبی مومنین کی جان سے زیادہ قریب ہیں۔ آپ چاھیں اپنے آپ کو دور سمجھیں مگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہماری جان سے زیادہ قریب ہیں۔ یہاں دل کی دوری دیکھی جاتی ہے۔ اگر دل قریب ہے تو آپ قریب ہیں۔ دل دور ہے تو آپ دور ہو۔ ابو لہب اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں صرف ایک دیوار کا فرق تھا۔ مگر ابو لہب کتنا دور تھا میں سمجھا نہیں سکتا۔ اور حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ یمن میں تھے مگر کتنے قریب تھے۔ یہ بھی سمجھا نہیں سکتا۔

دل پہ دلدار کی ہر وقت نظر رہتی ہے انکی سرکار میں کچھ بھی نہیں نیت کے سوا

بھلا اس قوم کا اس سے کیا تقابل و موازنہ جو زندہ رہکر بھی موت و زندگی سے نا آشنا ہو۔ مضمون کی مناسبت سے روح اور روحانیت کے درمیان خط امتیاز ظاہر ہوا کہ جس جسم کا تعلق روحانیت سے ہوگا تو روح کے نکل جانے کے بعد بھی جسم سلامت اور باقی رہے گا اور اس کا فیضان جاری رہے گا۔

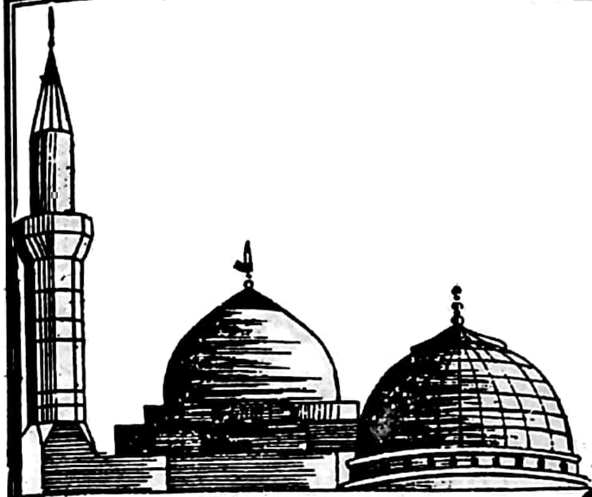
مقصود ہے اس بزم میں اصلاح مفاسد نشتر جو لگاتا ہے وہ دشمن نہیں ہوتا

یہ قصہ لطیف ابھی نا تمام ہے جو کچھ ہوا بیان وہ آغاز باب ہے۔

اللہ تعالی صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق رفیق عطا فرمائے!

آمین یارب العالمین بجاہ حبیبہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔

وما علینا الا البلاغ



اشکال جوابِ اشکال

مولانا مولوی قاری الحاج ڈاکٹر حکیم سید افسر پاشاہ قاسمی صبغۃ اللہی
مالک شفاء ڈسپنسری، نڈوپیٹ، گڑیاتم۔

ابھی حال کی بات ہے کہ ایک صاحب سے کسی برہمن پنڈت نے پوچھا کہ "تم گوشت کھاتے ہو اور یہ بتاؤ کہ کسی کی جان لینا کیا اچھا ہے؟" وہ جھینپ سے گئے اور جواب پوری طرح نہیں دے سکے پھر مجھ سے کہا کہ کیا جواب ہے میں نے عرض کیا کہ سنو اس کو یہ عقلی اور الزامی جواب دو کہ:

بیشک تمہارا کہا بجا ہے پاپ ہے، اور ناحق کسی کی جان لینا اسلام تو اسلام کسی بھی مذہب میں جائز نہیں ہے۔ اور اسلام تو تمام مذاہب پر فوقیت لیجانے والا اور سب پر حاوی ہونے والا یہ کب روا رکھ سکتا ہے؟ اس مذہب اسلام کے اندر تو چیونٹی کو مارنا اور ناحق رگڑنا بھی گناہ قرار دیا گیا ہے تو خود ہی سوچو کہ وہ کیوں کسی کو ناحق مار ڈالنے کی اجازت دے گا؟

"ایک بزرگ کسی دوسرے بزرگ کی روا داری بھائی چارگی اور اعلی کرداری کی تعریف سن رہے تھے اور انھیں جانچنے کی غرض سے وہاں پہنچے۔ ملاقات کے بعد بزرگ نے اپنے کسی خادم سے مہمان کی مہمان نوازی کیلئے

فرمایا اور فوری دستر خوان چننے کا حکم صادر کر دیا۔ خادم ہے کہ نہ اب لاتا ہے نہ تب۔ کافی دیر لگ گئی بزرگ میزبان پریشان اور مہمان بزرگ بھی حیران، کافی دیر بعد جب دستر خوان لئے خادم حاضر ہوا۔ اور میزبان بزرگ نے فرمایا کہ کیوں دیر لگادی؟ کیا بات ہوئی؟؟ حالانکہ کھانا تیار تھا پکانا تو نہیں پڑا؟ خادم نے عرض کی حضور! بیشک طعام حاضر تھا مگر میں نے جب دستر خوان جھاڑنا چاہا تو اسمیں ایک چیونٹی کو چلتے ہوئے دیکھ لیا۔ اب دستر خوان اٹھاؤں تو خواہ مخواہ سے بیچاری چیونٹی کو اذیت ہوگی اسلئے وہ جب تک آپ خود سے نہیں چلا گئی تب تک اسکی خاطر مجھے بیٹھا رہنا پڑا۔ پھر جب وہ دستر خوان سے نیچے چلا گئی تو اب دستر خوان لئے حاضر ہوا ہوں۔

یہ سنکر میزبان بزرگ تو خاموش ہو رہے لیکن مہمان بزرگ نے دیکھا واقعی جہاں چیونٹیوں تک کا اتنا پاس ولحاظ، ادب و خیال کیا جاتا ہو وہاں انسانوں کے معاملات اور آداب معاشرت پر کیا کچھ نہیں خیال کیا جاتا ہوگا؟ انہوں نے جتنی تعریف سنی تھی اس سے کہیں زیادہ ہی دیکھی۔"

غرض اسلام کی نگاہ میں جان لینا تو بڑی بات ہے محض دل آزاری بھی ایک بہت بڑا جرم و گناہ ہے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے ؎

مباش در پئے آزار و ہرچہ خواہی کن ۔۔۔ کہ در شریعت ما غیر ازیں گناہے نیست

یعنے جو چاہے کرلے مگر تکلیف مت دے۔ کیونکہ شریعت میں اس سے بڑھ کر اور کوئی گناہ نہیں ہے۔ گویا کسی کو تکلیف پہنچانا یہ اسلام کے نزدیک جرم عظیم ہے۔

اب یہی بات حضرت شیخ مصلح الدین سعدی شیرازی قدس سرہ کی زبان فیض ترجمان سے بھی سنئے انہوں نے اسے ایک دوسرے انداز پیرائے میں سمجھایا ہے کہ ؎

بہشت آنجا کہ آزارے نباشد ۔۔۔ کسے را با کسے کارے نہ باشد

یعنے جب کسی کو کسی سے کوئی تکلیف اور رنج نہ ہو تو سمجھو کہ وہ جنت میں ہے یعنے دنیا میں وہ جنت جیسی راحت و آرام کی زندگی گذار رہا ہے۔

تو معلوم ہوا کہ اسلام جب کسی کو ناحق تکلیف دینا اور ظلم کرنا ہرگز گوارہ نہیں کرتا ہے تو بتاؤ جان لینا یہ کیسے گوارہ کرے گا؟ اس سوال کے جواب کو سمجھنے کیلئے یہ ایک مقدمہ ہوا۔ اب اصل جواب سنو۔

اللہ نے سب سے پہلے دنیا اور ساری کائنات بنائی پھر انسان کو پیدا کرنے کے بعد یہ ساری کائنات اور مخلوقات کو اسی انسان کے تابع و ماتحت کر دیا اور انسان کے حوالہ کر دیا۔ حوالہ کر دینے کا مطلب یہ ہے کہ اس کو ان

سب کا مالک بنادیا اب مالک بنادینے کا مطلب یہ ہوا کہ ساری کائنات کو اسکے قبضہ قدرت میں دیدیا۔ وہ جہاں چاہے، جیسے چاہے اور جب چاہے تصرف کرے، مگر خالق کے اپنے بتلائے ہوئے قانون واجازت کے تحت ہی۔ اسکی اجازت کے بغیر کچھ نہیں کرسکتا۔

دیکھو رمضان میں یہ اپنے مالک کے حکم کے بغیر نہ کھاسکتا ہے نہ پی سکتا۔ اس کے پاس دنیا کی ساری نعمتیں اور سب کچھ ہونے کے باوجود جب تک اپنے خالق و پروردگار کا آرڈر نہیں ملتا، اس وقت تک یہ بھوکوں بیٹھا منتظر اجازت رہتا ہے۔ اور اپنی من مانی خواہشات پر آزادی کیساتھ عمل نہیں کرسکتا۔ اس طرح ہر معاملہ میں قانون اسلام ہی اس کا زاویہ نگاہ اور ہر حیثیت سے آماجگا ہے۔ اور بندہ ہر وقت اسی پر عمل کرکے اپنے خالق ومالک کی خوشنودی کے حصول کیلئے کوشاں رہتا ہے۔

یہ ایسا ہی ہے جیسے کسی ڈی۔ ایس۔ پی کو پورا پورا اختیار ہونے کے باوجود بھی وہ محتاج رہتا ہے آئی۔ جی کی اجازت کا یا ایک چیف منسٹر کو پورے اختیارات رہتے ہوئے بھی اپنے پرائم منسٹر یا گورنر سے اجازت لینے کا احتیاج پھر بھی باقی رہ جاتا ہے۔ ٹھیک اسی طرح سے اللہ میاں نے انسان کو بنا کر یہ ساری کائنات کو اس کے حوالہ کردیا۔ بعض کی اجازت دی اور بعض کو روک دیا۔ جن باتوں کی اجازت دی ہے انمیں تو وہ خود مختار ہے اور ان پر عمل کرکے اپنے مالک کی خوشنودی حاصل کرتا ہے اور جن سے روک دیا ہے۔ ان سے رک جانا ہی عین اطاعت و فرمانبرداری ہے۔

اب دیکھو جاندار چیزیں تو بہت ساری ہیں جیسے ہاتھی، شیر، سانپ، ریچھ، بندر، گدھے، گھوڑے، خچر اور چوہے وغیرہ اور پرندوں میں گدھ، باز، چیل، کوا، الو، گھگو، طوطا وغیرہ کیا انھیں جاندار ہونے کے باوجود بھی اسلام نے اسکی اجازت دی ہے؟ ہرگز نہیں دی۔ اور جن جانوروں کی اجازت دی ہے وہ اگر مرجائیں تو پھر انکے استعمال کی بھی اجازت نہیں دی، اس سے منع کیا اور حرام قرار دیا۔

یہ غور کرنے کا مقام ہے کہ جن جانداروں کے کھانے کی اجازت دی ہے اور انھیں ہم کھارہے ہیں تو وہ بھی اپنی مرضی اور خواہش سے نہیں، بلکہ اپنے آقاء اور مولیٰ کی اطاعت و فرمانبرداری کی خاطر ہی، انکی اجازت کے بغیر تو نہیں کھارہے ہیں۔ اور کھاتے بھی ہیں تو ان کا شکر ادا کرنے کی خاطر ہی کھارہے ہیں۔ پیٹ بھرنے کی غرض ونیت سے نہیں۔ اپنی مرضی اور خوشی سے نہیں۔

اسی لئے ذبح کے وقت اپنے مالک و آقا کا نام لیتے ہیں اور جانور سے کہتے ہیں کہ ہم تجھے اپنے مالک کے حکم

سے انکی مرضی سے اور انکی اجازت سے ذبح کررہے ہیں۔ اور اگر ان کا نام نہیں لیں گے تو یہ حلال چیز بھی حرام ہے۔ منع ہے، ناجائز ہے، وہ بھی ان ہی کے حکم سے، وہ حکم دیں تو حلال ہے، وہ اگر حکم نہ دیں تو حرام ہے۔ تو معلوم ہوا کہ انکی مرضی سے اور انکی اجازت سے، بندہ ان کے نام پر ذبح کررہا ہے وہ بھی ان کے بتلائے ہوئے طریقے پر ذبح کررہا ہے تو اس کا یہ ذبح کرنا بھی اپنے مالک و آقاء کی اطاعت کی وجہ سے سراپا عبادت بن جاتی ہے۔

اب کسی جاندار کی جان لینا یہ اسکی جان پر ظلم کرنا نہیں ہے جبکہ اپنی مرضی، اپنی خواہش اور اپنے نام پر نہیں ہے بلکہ خدا کے نام پر اسکے حکم پر اسکی اطاعت پر اسکی مرضی پر اور اسکے بتلائے ہوئے طریقہ پر ہورہا ہے۔ تاکہ اسکا شکر اور زیادہ کیا جائے اور ان بے انتہاء نعمتوں اور بے شمار عنایتوں کا جہاں بے پایاں اظہار ہورہا ہے وہیں بندہ ان کے بار احسان سے ہر وقت و ہر آن ممنون و مشکور بھی ہوتا چلا جاتا ہے اور کبھی انکی ان عنایتوں کو دیکھتے ہوئے ان پر صدقے بھی جاتا ہے اور بلائیں بھی لیتا ہے۔

تصدق اپنے خدا پہ جاؤں یہ پیار آتا ہے مجھکو انشاء ادھر سے ایسے گناہ پیہم، ادھر سے یہ دم بدم عنایت

تو معلوم ہوا کہ ان طرح طرح کی نعمتوں کے کھانے ہی پر ان کا شکر ادا کرنا ہوتا ہے، نعمتیں نہ ہوں تو شکر کا ہے کا؟ اور کس بات کا کیا جائے گا؟؟

اسلام ہی وہ مکمل نظام عمل رکھتا ہے جسکی رو سے اعتدال کی راہ ہموار ہوتی ہے، حق و صداقت اور عدل و انصاف کا بول بالا ہوتا ہے اور اسلام میں جہاں رحم و کرم، جود و سخا بخشش و مہربانی کے قدم قدم پر احکامات مل رہے ہیں، وہیں کچھ حدود و سزائیں اور قید و پابندیاں بھی عائد ہورہی ہیں۔ دیکھو ایک چیونٹی کو ناحق مارنا یہ اس پر ظلم و زیادتی ہے؟ ہاں اگر اس نے کاٹا تو اب اسکو سزاء رگڑ دینا مار دینا یہ جرم نہیں ہوا ظلم نہیں رہا بلکہ اسلام (اور قانون قدرت) نے اسے روا قرار دیا ہے۔

موذی جانوروں اور حشرات الارض کو دیکھ کر چھوڑ دینا یہ ان پر رحم کرنا نہیں ہے کیونکہ ان کے وجود سے دوسروں کو نقصان پہنچ جانے کا قوی اندیشہ ہے اسلئے انھیں مار دینے کا حکم فرمایا ہے کہ اقتلوا الموذیین اجی! تکلیف دینے والے جانداروں کو مار ڈالو۔ جیسے سانپ، بچھو، چیتا اور شیر وغیرہ۔

میں پوچھتا ہوں کہ بکری، مرغی، گائے اور بھینس بیشک جانداروں میں ہیں، ان کا ذبح کرنا پاپ ہے ظلم ہے۔ تو پھر ان پر برہمن جی کے گھر کسی سانپ بچھو اور شیر کو چھوڑ آؤ دیکھیں وہ انھیں چھوڑ دیتے ہیں یا سب سے پہلے شور کرتے اور مار ڈالنے پر زور دیتے ہیں۔ اگر وہ مار دینے ہی پر تلے ہیں۔ آمادہ ہیں اور یقینا ہیں تو پھر ان سے کہیئے گا کہ

ایک جاندار کی آپ نے ناحق جان لے لی یہ تو پاپ ہے ظلم ہے۔

ان برہمن جی سے ایک اور مشورہ بھی ہے کہ جتنے درخت ہوتے ہیں کیا وہ جاندار نہیں ہیں؟ سماج کا ہر شخص یہی کہے گا کہ بیشک سارے درخت جاندار ہوتے ہیں گو متحرک نہیں ہیں، جامد ہیں۔ اگر کسی درخت کی کوئی ٹہنی ٹوٹ گئی تو وہ سوکھ جاتی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ مردہ ہوگئی۔ یا پورا درخت ہی سوکھ گیا تو اب وہ مردہ قرار پایا۔

اس اصول سے ہر درخت زندہ ہے۔ پھر ان درختوں کی بیخ کنی کرنا کیا مطلب ہے؟ یہ ساگ بھاجی اور یہ اناج وغیرہ کاہے کو کھانا ہے؟ جبکہ ان سے ان جاندار درختوں کی جان نکل جاتی ہے۔ چاول یہ اس وقت ہی ہاتھ لگتے ہیں جبکہ ان کے پودوں کی جڑ پیڑ سے بیخ کنی اور بربادی عمل میں آتی ہے۔ گیہوں کی بھی یہی حالت ہے، راگی اور جوار کا بھی یہی حال ہے تو بتاؤ آخر اناج کیسے حاصل کروگے؟ اور پیٹ کسطرح بھروگے؟؟ ایک جاندار درخت کو اجاڑنا اور اسکی جان لینا کیا اچھا ہے؟؟؟۔ کونسا ثواب کا کام ہے؟؟۔ کیا یہ پاپ اور گناہ نہیں ہے؟؟ پھر بھوکوں مرو اور تینوں وقت صرف پانی ہی پی لیا کرو چاہے اس سے پیٹ بھرے بھرے نہیں۔

درختوں سے پھول نکالنا، پھلوں کا حاصل کرنا اور ان کا ساگ پکا کر کھانا، یہ سب کے سب اسی خالق و پروردگار کے بتلائے ہوئے اور سکھلائے ہوئے اصول و قوانین کے تحت ہی ہیں۔ جب اپنے پاک پروردگار کے بتلائے ہوئے حکم کے تحت ایک سرسبز و شاداب جاندار درخت کو اجاڑا جاسکتا ہے تو ایک جاندار جانور کو بھی اسی کے حکم کے مطابق ذبح کرکے کھایا بھی جاسکتا ہے۔ اور پھر ان نعمتوں کا شکر بھی ادا کیا جاتا ہے۔ ورنہ پھولوں کا استعمال، بھاجیوں سبزیوں اور ترکاریوں کا کھانا سب منع ہوں گے ان برہمن جی کے کہے مطابق کہ اسمیں جاندار درختوں کی زندگی برباد ہوتی ہے اور ان پر مردنی کا لیبل چسپاں ہوتا ہے۔

اس کے علاوہ ان درختوں اور پودوں کی کاشت کیلئے بیلوں کی ضرورت و اہمیت ایک مسلمہ حقیقت ہے ان کے بغیر پودے نہیں اگتے کاشت نہیں ہوتی زراعت کا کام ہی نہیں ہو پاتا اسلئے انکی ضرورت پڑتی ہے اور قدم قدم پر ضرورت محسوس ہوتی ہے ان کے ذریعے ہل جوتے جاتے ہیں اور بہت سے کام لئے جاتے ہیں۔ بیچارے بے زبان بزبان حال ؂ "سر تسلیم خم ہے جو مزاج یار میں آئے" کی جیتی جاگتی تصویر بنے انسان کے ہاتھ میں ایک بے جان گیند کی طرح ناچتے ہیں کہ وہ جب چاہے جسطرح چاہے نچوائے اور کام لے۔

غرض ان بے زبان جانوروں کی بری گت بنتی ہے، بھوک و پیاس، دھوپ اور چھاؤں، راحت و آرام کا سوال ہی نہیں ہے، ان سے خوب محنت لیجاتی ہے اور اسی محنت کے نتیجے میں ہمیں غذا میسر ہوتی ہے۔ اگر ان پر

ترس کھاکے رحم کیا جائے تو سب کے سب بھوکے مریں گے۔

یہ نظام کائنات ہے اور خالق کائنات نے ہمیں ان سے کام لینے ہی کا حکم دیا ہے۔ لہذا جن سے کام لینا ہے، ان سے کام لیں گے اور جنہیں غذا بنوانا ہے، انھیں غذا بنوائیں گے۔ اور جن پر سوار ہونا ہے ان پر سوار ہونگے۔ یہی عین اطاعت و فرمانبرداری ہے۔ یہ گھوڑے اور گدھے، اونٹ وخچر اور بیل وغیرہ بوجھ لادنے ہی کی خاطر پیدا کئے گئے ہیں اور ان میں بھی بعض غذا کے طور پر خدا کے حکم سے مستعمل ہوتے ہیں اور بعض سواری کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اور اگر ان پر سوار ہونا جرم ہے اور خلاف رحم ہے تو یہ کسی حال سے عقل سلیم ماننے کو تیار نہیں ہوتی ہے۔ فطری تقاضے بھی اسکے منافی ہی ہیں۔ اور ایسا کرنا فطرت، طبیعت اور عقل کے بھی خلاف ہے۔

تو معلوم ہوا کہ جانوروں پر سواری بھی ضروری ہے کہ انھیں اللہ میاں نے اسی غرض کے تحت پیدا کئے ہیں اور انھیں غذا کے طور پر بھی استعمال کرنا ہے کہ اللہ میاں نے اس مقصد کے تحت بھی انھیں پیدا کیا ہے جسطرح ان پر سوار نہ ہونا ایک طبعی اور فطری بات کے خلاف ہے۔ اسی طرح جنہیں اللہ نے کھانے اور غذا بنانے کا حکم دیا ہے انھیں نہ کھانا یہ بھی فطرت اور طبیعت کے تقاضوں کے صریح خلاف ہے۔

غرض جب ساری کائنات ہماری ہی خاطر پیدا کیگئی ہے جیسا کہ حدیث میں آتا ہے کہ ان الدنیا خلقن لکم وانکم خلقتم للاخرۃ (ساری دنیا تمہارے لئے ہے اور تم آخرت کے لئے بنائے گئے ہو) تو ایک جاندار سر سبز وشاداب درخت کا کاٹنا بھی ہماری ہی خاطر ضروری ہوا کہ اس کے ذریعے سے کچھ رہن سہن کے سامان بنوائے جائیں، گھر، چھت، دریچے اور چوکھٹ، بیل گاڑی، گھوڑا گاڑی، موٹر کار اور ریل گاڑی، جہاز اور کشتی وغیرہ یا اور کوئی سامان ضروری جیسے پلنگ وکرسی میز والماری وغیرہ بنوانے میں یہی درخت کی مدد لینی ہے اور اسی سے سامان کٹوائیں اور ترشوائیں جائیں تو کیا برا ہوا؟ اور کونسی قباحت ہے؟؟۔ یہ سب کچھ بھی خالق کائنات ہمارے اور آپ کے پالن ہار کے عین منشاء اور حکم کے ماتحت ہی تو ہے؟؟؟۔

مزید عرض ہے کہ کائنات کا ہر ذرہ اور اس کا وجود بھی زندہ وتابندہ ہے اور آیت **وان من شیئی الا یسبح بحمدہ ولکن لاتفقھون تسبیحھم** " (کائنات کی ہر چیز اپنے خالق و پروردگار کی تسبیح وتقدیس میں قالا وحالا مشغول ہے۔ مگر تم انکی اس تسبیح کی سمجھ بوجھ نہیں رکھتے ہو) اسکی شاہد و گواہ ہے کہ نہ صرف حیوانات بلکہ نباتات، جمادات، معدنیات وغیرہ تمام حجر شجر زندہ ہیں اور اپنے مالک کی یاد میں مشغول ہیں، غافل نہیں ہیں۔ تو پھر ہم نہ تو پتھر کو توڑ سکتے ہیں اور نہ درخت کو کاٹ سکتے ہیں۔ نہ پتھر ترشوایا جاسکتا ہے، نہ لکڑی چھیلی جاسکتی ہے۔ کیونکہ یہ

سب زندہ ہیں اور یاد الہی میں مشغول ہیں۔

اسی لئے یہاں علماء نے اس قدر باریکی بیان کی ہے کہ استنجاء کے بعد جب ڈھیلا لینا ہو تو اسے بھی تین دفعہ زمین پر آہستہ سے مار دینا ہے، اس سے اسکی موت بھی واقع ہو جاتی ہے اور ذکر بھی موقوف ہو جاتا ہے ورنہ وہ ڈھیلا تو یاد الہی میں ہوگا اور ہم اس سے اپنی ناپاکی دور کریں۔ یہ تو صریح بے ادبی ہوئی۔ اس لئے علماء نے یہ باریکی بیان فرمائی اور نکتہ پیش کیا۔

تو پھر غور کرو جب مٹی اور پتھر بھی عبادت میں لگے ہوئے ہیں تو ایسی صورت میں ہم مکان کیسے بنوائیں گے؟ رہائش کہاں ہوگی؟؟ چھت کیسی بنے گی؟؟ لیٹیں گے کہاں؟ سوئیں گے کس پر؟؟ یہ ایسے سوالات ہیں جن کا کوئی صحیح حل اور جواب نہیں مل سکتا سوائے اس کے کہ بس خدا کا حکم ہے۔ یہ ساری اشیاء ہمارے ماتحت ہیں، ہم ان کے مالک ہیں اور خدا کے حکم سے ان پر ہمارا تصرف بھی ہے اور تسلط بھی۔ اور آقاء نے ان کے استیصال کی بھی اجازت دی ہے اور استعمال کی بھی۔ اور چونکہ یہ ساری کائنات اور اسکے جملہ ذرات ہمارے ماتحت اور تابع کر دیئے گئے ہیں اسلئے ہم انھیں جب چاہے استعمال میں لا رہے ہیں اور لائیں گے بھی۔

چنانچہ ہمارے آقا اور مالک نے بعض جاندار چیزیں ایسی دیں جن پر ہم سوار ہو کر اپنا دور دراز کا سفر طے کر رہے ہیں اور اپنا بوجھ اور سامان تجارت بھی ان پر لادا کرتے ہیں۔

ہاں یہ یاد رکھنے کی بات ہے اور غور کرنے کا مقام ہے کہ ہمارے مالک و آقاء نے جہاں ان باتوں کی اجازت دی ہے، وہیں ضرورت سے زیادہ بوجھ لادنے پر وارننگ بھی دی ہے اور اسکی ممانعت بھی کی ہے۔ عمدہ عمدہ اور لذیذ غذائیں کھانے اور ان نعمتوں کے شکر بجالانے کیساتھ ساتھ جانوروں کی طرح خوب پیٹ بھر لینے کی بھی سخت ممانعت کی ہے اور اس طرح کھانے کو جانوروں کیساتھ تشبیہ دی ہے اور ان کی صف میں کھڑا کیا ہے اور سخت روکا ہے۔ تو پھر بتاؤ اس صورت میں تمہارا یہ اعتراض کہاں تک ٹھیک رہا؟ اور کس حد تک یہ ناقدین اسلام اپنی بات پر حق بہ جانب ہیں؟؟

دوسرا جواب :

اس کا دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ نظام قدرت ہے اور نظام قدرت میں ایک اصول وضابطہ بھی مقرر ہے جسکے تحت تمام مخلوقات کی تقسیم تین بلکہ چار حصوں میں بٹ جاتی ہے جو یقینا فطری تقسیم ہے اور وہ یہ ہے۔
(۱) جمادات ۔ (۲) نباتات ۔ (۳) حیوانات ۔ اور ان حیوانات میں بھی سب سے اونچی اور اعلیٰ اقسم (۴) انسانات کی ہے ۔

پھر اس تقسیم کے بعد ان کے اندر درجے اور مراتب بھی ۔ وہ بھی چار ہی قسم کے ہیں ۔(۱)سب سے اعلیٰ ۔(۲) اعلیٰ ۔(۳)اوسط ،(۴) ادنی۔ اس حیثیت سے سب سے کم درجہ کی مخلوقات جمادات ہیں۔ اس کے اوپر نباتات ہیں اس سے اوپر حیوانات ہیں ۔ اور اس سے اوپر انسانات ہیں ۔ پھر ان کے درمیان بھی اصول وقانون قدرت کچھ اس طرح ہے کہ ہر ماتحت اور نیچے کی مخلوق ،اپنے اوپر کی مخلوق کی خوراک بنی ہوئی ہے ۔

چنانچہ جو ادنی درجہ کی مخلوق ہے بالکل نیچی ذات کی ہے یعنے جمادات یہ اپنی اونچی نباتات کے لئے خوراک بنادی گئی ہے ۔ اب نباتات جو جمادات سے اونچی مخلوق اور اونچی ذات ہے اسکی خوراک اس سے گھٹیا درجہ کی ذات یعنے جمادات ہوئی جیسے مٹی ، بالو پتھر اور سنگریزے وغیرہ۔

پھر نباتات یعنے درخت ،اسکی ٹہنیاں ،ڈالیاں ، کاڑیاں ، پھل ، پھول ، اور پتے وغیرہ کو جنہیں قدرت نے اس سے اونچی اور بڑھیا مخلوق (ذات) یعنے حیوانات کی غذا مقرر کردیا ہے ۔ اور جب حیوانات سے بھی اونچی اور اعلیٰ قسم کی ذات (مخلوق) انسانات کی ہے ۔ تو ان کے لئے حیوانات میں سے بھی سب ہی کی نہیں بلکہ بعض کی اجازت دیدی، جو انسان کے حق میں خوراک کا کام انجام دے۔ اور بعض کی نہیں۔

غرض اس اصول وقانون کے تحت یہ معلوم ہوا کہ انسانات ، حیوانات کو کھاتے ہیں ۔ اور حیوانات نباتات کو کھاتے ہیں اور نباتات، جمادات کو کھاتے ہیں ۔جو ایک فطری تقاضہ اور قدرتی نظام وضابطہ پر منحصر ہے۔

اس اعتبار سے اگر انسان بناتات میں سے کسی کدو، ترائی ، خربوزہ، اور تربوز وغیرہ کو کاٹے تو یہ اس کے اصول خوراک کے مطابق ہی ہے۔ ان کے لئے کسی جدید ویزا یا پاسپورٹ کی ضرورت نہیں ہے گو کہ یہ جانور نہیں ہیں لیکن نباتات میں سے ہیں اور نباتات کا ذی روح ہونا ساری دنیائے انسانیت کے نزدیک مسلمات سے ہے ۔

خود قرآن نے علی الاعلان کہہ دیا ہے وان من شیئ الا یسبح بحمدہ ولکن لا تفقھون تسبیحھم " کائنات کی ہر چیز اور ہر ذرہ اللہ کی حمد وثناء میں مشغول ہے گوکہ تم ان کی اس زبان و تسبیح کو نہیں سمجھ سکتے۔

تو اس لحاظ سے نباتات میں بھی جان وروح کا ہونا، شعور کا ہونا ایک مسلم حقیقت ہے۔ اگر آپ نے بغیر اللہ کا نام لئے انھیں کاٹا اور استعمال کیا تو آپ کے حق میں جائز اور حلال ہیں۔ کیونکہ یہ آپ کے ماتحت والی مخلوق وذات ہے۔ اور آپ ہی کی خوراک ہے۔ قانون قدرت نے آپ ہی کے لئے انھیں پیدا کیا ہے۔ تو یہ ضابطہ اور خاتون کے موافق ٹھیک ہی ہے گوکہ ان پر بھی اللہ کا نام لے لیا ہوتا تو بہتری ہی تھا اور ہے۔ بلطجوائے حدیث (کل امر ذی بال لم یبدا بسم اللہ فھو ابتر۔ او۔ اقطع۔ الحدیث) ہر کام کے شروع میں بسم اللہ کا نہ پڑھنا بہت برا ہے۔ اور وہ بڑی بے برکت والی چیز ہے جس پر اللہ کا نام نہ لیا جائے۔

اسلئے ضروری ہوا کہ ان اشیاء قطع وبرید بھی بسم اللہ پڑھی جائے۔ اور اگر نہ پڑھیں تب بھی روا ہے۔ جائز ہے۔ کیوں؟ اس لئے کہ یہ انسان کے ماتحت والی اشیاء ہیں جو اسکی فطری خوراک ہیں اور طبعی تقاضہ کے تحت بغیر بسم اللہ کے بھی جائز ہیں، حلال ہیں۔ لیکن آپ نے کسی جانور کو جسے اللہ نے جائز قرار دیا ہے ذبح کیا اور اس پر خصوص پرمیشن واجازت نہ لی، ویزا یا پاسپورٹ حاصل نہ کیا یعنے اللہ کا نام نہ لیا، تو پھر نہ ذبحیہ آپ کے حق میں بھی یا کسی بھی مسلمان کے حق میں جائز نہیں ہے، حلال نہیں ہے، بلکہ اسکا کھانا اسلام کی کی نگاہ میں حرام ہے۔ کیوں؟ اس لئے کہ آپ بھی جاندار، گائے بیل، بھینس بکری اور مرغ بھی جاندار۔ آپ بھی حیوان اور یہ بھی حیوان فرق اگر ہے تو صرف نطق کا ہے کہ آپ حیوان ناطق ہیں، بولنے والے حیوان ہیں۔ اور یہ غیر ناطق ہیں نہ بولنے والے حیوان ہیں تو ایک حیوان اپنے دوسرے حیوان کی جان کیسے لے سکتا ہے؟

حیوانات بناتات کو استعمال کریں تو یہ انکے اصول و قانون کے تحت ٹھیک ہے کوئی غیر اصولی بات نہیں ہے، نباتات، جمادات کو استعمال کریں تو یہ بھی انکے فطری تقاضہ کے مطابق ٹھیک ہی ہے۔ لیکن حیوانات خود حیوانات کی جان لیں، یہ اصول و ضابطہ کے مطابق ٹھیک نہیں ہے۔ اسلئے یہاں اپنے خالق و پروردگار کی بارگاہ سے خصوصی پرمیشن (اجازت) بھی لینی پڑتی ہے اور وہ اسطرح ہے کہ:

جب آپ اسلام کے حلال کردہ جانور یا پرندے کو ذبح کے وقت دل میں یہ خیال کرلیں کہ اسے اللہ کے حکم پر ذبح کررہا ہوں اور اسی کے حکم سے کھا رہا ہوں اور چھری حلق پر پھیرنے سے پہلے "بسم اللہ اللہ اکبر" کہہ دیں تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ آپ نے اپنے خالق و پروردگار سے جس نے اس جانور کو آپ کیلئے پیدا کیا ہے، اجازت

لے لی ہے، اور جب آپ نے اس سے اجازت لے لی تو اب یہ ذبیحہ آپ کے حق میں حلال ہو گیا۔

اور اگر آپ نے جان بوجھ کر عمداً اللہ کا نام نہیں لیا۔ تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ آپ نے اللہ کی اجازت کے بغیر ہی اس جانور کو ذبح کر دیا ہے۔ اسلئے وہ جانور اب نہ تو آپ کے لئے حلال ہے اور نہ کسی مسلمان کیلئے حلال ہو گا بلکہ اسکی حرکت جوں کی توں باقی رہے گی۔ کیونکہ قانون قدرت نے ایک حیوان کو دوسرے حیوان کے استعمال کرنے کی اور اس وقت تک اجازت نہیں دی ہے جب تک کہ وہ اپنے خالق و پالن ہار سے خصوصی اجازت و پرمیشن " بسم اللہ اللہ اکبر " والے قول سے حاصل نہ کر لے۔

اس طرح خدا نے انسان کو جو ساری کائنات میں ایک اعلی اور اونچی سطح کا مقام و معیار عطا کیا ہے اشرف المخلوقات کا خاص خطاب بخشا ہے۔ اپنا خلیفہ اور نائب بنا کر بھی اپنا ہی مطیع و فرماں بردار بنا دیا کہ وہ ہر وقت اور ہر کام میں بھی اس کا نام، اسکی اجازت اور پرمیشن لیتا رہے، شکر گذاری کرتا رہے۔ اور اپنے پالن ہار کے اس بے پناہ احسان گراں بار سے لطف اندوز ہوتا رہے۔

تیسرا جواب :

اتنی تفصیل کے بعد ایک اور جواب بھی ہے جو یقیناً فطری ہے اور وہ یہ ہے کہ جس ساخت سے انسانی ڈھانچہ کا وجود بنا ہے اسی ساخت سے اسکی غذا کا تعلق بھی ضروری ہے۔ اور انسانی ساخت پر داخت میں عناصر اربعہ کی آمیزش ہے۔ اور عناصر اربعہ کے ذریعہ گوشت ہڈی اور پوست کا تعلق ہے تو اسکی غذا میں بھی ان اجزاء کا پایا جانا بے حد ضروری ہے اور یہ حقیقت ہے اور مسلمات سے ہے کہ کل شیئ یرجع الی اصلہ (ہر چیز اپنی اصل کی طرف لوٹتی ہے) تو پھر ایک اصل اپنی اصل کی خواہش ظاہر کرے تو اسکی یہ خواہش خود ظاہر کرتی ہے کہ یہ فطری تقاضا ہے۔ انسان کی گوشت خوری کوئی اچھنبے میں لانے والی اور حیرت میں ڈالنے والی بات نہیں ہے بلکہ یہ اسکی فطرت کا تقاضا ہے، اور فطرت اور طبعی تقاضوں کو روکنا نہ صرف مشکل بلکہ ناممکن ہے۔ جسکی فطرت میں آزادی اور شکار خواہی ودیعت کر دی گئی ہو اسکی طبیعت میں گوشت خوری بھی ودیعت کر دی گئی ہے۔ جیسے شیر اور بلی ہیں۔ بلی کتنی چھوٹی ہے مگر چونکہ شکار کرنا اسکی ذات میں موجود ہے، اسلئے وہ گوشت ہی کھائے گی۔ شیر گھانس نہیں کھا سکتا۔ بلی گھاس نہیں کھاتی ہے۔ اور انسان تو اشرف المخلوقات ہے اسلئے اسکی طبیعت میں اور زیادہ آزادی ضروری ہے تو وہ

بھی گوشت کھائے گا اور شکار کرے گا۔

بر خلاف اسکے بیل بکری گائے اور بھینس ہیں کہ ان کی ذات میں اور طبیعت میں آزادی نہیں ہے فطرتاً غلامی انکی قسمت میں لکھی جا چکی ہے۔ اسلئے وہ ہمارے تابع اور مددگار ثابت ہوتے ہیں اور غلامی ہی کی حیثیت سے رہ رہے ہیں۔ وہ گوشت نہیں کھائیں گے۔ ان کی غذا محض گھانس، ساگ، بھاجی اور پتوں کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔

اب جو لوگ گوشت خوری سے انکار کرتے ہیں یہ گویا اپنے آپ کو فطرت کے خلاف چوپایوں میں شامل کرانا چاہتے ہیں اور آزادی سے ہٹ کر غلامی کا طوق اپنی گردنوں میں ڈالنا چاہتے ہیں۔ بات واضح ہے اسکے سوا اور کوئی مطلب نہیں نکلتا ہے غور کریں۔

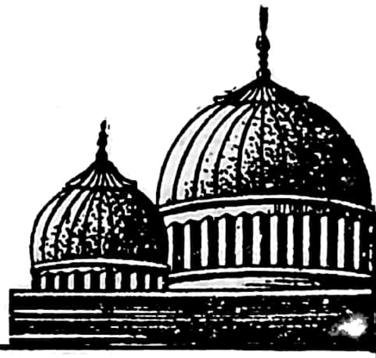
نعت شریف

☆ مولانا مولوی قاری الحاج ڈاکٹر حکیم سید افسر باشاہ صاحب

مدینے کا ہم کو نظارہ ملا ہے — کرم سے یہ ان کے دو بارہ ملا ہے
محمدؐ سے ہم کو اجالا ملا ہے — کہ انسانیت کو سہارہ ملا ہے
دفور تجلی کا پر کیف منظر — یہ ہر وقت ہم کو نظارہ ملا ہے
ازل سے ابد تک جہاں تک نظر کی — دو عالم میں روشن ستارہ ملا ہے
تلاطم میں کشتی چلی جارہی تھی — مگر ان کے صدقے کنارہ ملا ہے
رہ ورسم منزل الگ ہی الگ ہے — یہاں قول ہر ایک نرالا ملا ہے
بہت دور رہ کے بھی ہم بھانپ لیتے — بفضل خدا اب اشارہ ملا ہے

تصدق خدا پر میں جاؤں گا افسر
یہ رتبہ دو بارہ خدارا ملا ہے

آرکاٹ کا دبستانِ شعروادب



ڈاکٹر محمد افضل اقبال
ریڈر اردو، عثمانیہ یونیورسٹی

۱۶۸۶ میں بیجاپور کی عادل شاہی اور ۱۶۸۷ میں گولکنڈہ کی قطب شاہی سلطنتوں کے خاتمے کے بعد شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر نے ہندوستان کے جنوبی علاقہ کی طرف توجہ کی۔ شہنشاہ عالمگیر کے مشہور جنرل نواب ذوالفقار خان نصرت جنگ نے ۱۶۹۱ میں کرناٹک پر قبضہ کرلیا۔ اس صوبہ کے انتظام کیلئے شہنشاہ عالمگیر نے ۱۶۹۲ میں نواب ذوالفقار خان کو صوبہ کرناٹک کا نواب (صوبہ دار) بنایا۔

نواب ذوالفقار خان نے ۱۶۹۱ میں تسخیر کرناٹک کے دوران پالار ندی کے کنارے جنگل کٹوا کر اپنے خیمے نصب کروائے۔ ان کا کیمپ روز بروز ترقی کرتا گیا۔ خیموں اور جھونپڑیوں کی جگہ پختہ اور صفائی مکانات نے لے لی۔ اسطرح دیکھتے ہی دیکھتے ارکاٹ کے نام سے ایک خاصہ بارونق شہر آباد ہوگیا اور اس شہر کو صوبہ دار کرناٹک کے مستقر کی حیثیت حاصل ہوگی۔ بعد میں یہ شہر "دارالنور محمد پور" اور "چھوٹا شاہ جہاں آباد" بھی کہلانے لگا۔

نواب ذوالفقار خان علم وادب کے قدر دان اور شعراء نوازی میں بڑے ممتاز تھے انکی علمی سرپرستی داد و دہش کی وجہ سے ہندوستان کے مختلف خطوں اور خصوصاً بیجاپور سے بے شمار علماء و فقاء اور شعراء ارکاٹ چلے آئے۔

بیجاپور سے آنے والوں میں اردو کے پہلے صاحب دیوان ریختی گوشاعر ہاشمی بیجاپوری خاص طور پر قابل ذکر ہیں انکے علاوہ شاہ سلطان ثانی، شاہ عالم شغلی، شاہ سہ تقی گیانی اور شاہ صادق ارکاٹی جیسے باکمال صاحب دیوان شعراء عہد ذوالفقار خان میں ارکاٹ میں موجود تھے۔ دیوان شغلی کا ایک نایاب مخطوطہ راقم کی نظر سے گذرا ہے جس کے آخر میں شغلی، صادق اور سہ تقی گیانی کے علاوہ یک رنگ حسین اور شاہ معظم کے سوال وجواب اشعار کے انداز میں درج ہیں اسکی مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ یک رنگ حسین اور معظم بھی ممکن ہے اپنی عمر کے آخری حصہ میں ارکاٹ جابسے ہوں۔

متعدد تذکرہ نگاروں اور مورخین کا بیان ہے کہ عادل شاہی سلطنت کا مشہور ملک اشعراء نصرتی صوبہ کرناٹک ہی کا رہنے والا تھا۔ شاہ سلطان ثانی اور ان کے صاحب دیوان مریدین شاہ عالم شغلی اور شاہ سہ تقی گیانی ارکاٹ ہی میں دفن ہیں۔

ہاشمی بیجاپوری کے دو طویل قصدے جو نواب ذوالفقار خان کی مدح میں لکھے گئے ہیں کتب خانہ نواب سالار جنگ حیدر آباد کی ایک قلمی بیاض میں موجود ہیں جسکے مطالعہ سے واضح ہوتا ہے کہ نواب ذوالفقار خان ہاشمی بیجاپوری کے سرپرستوں میں تھے۔ ہاشمی بیجاپوری اپنے ایک قصیدے میں جو قلعہ چنجی کی فتح کی تہنیت میں لکھا گیا ہے صاف اشارہ کرتے ہیں کہ وہ محض انعام واکرام کی امید میں برہان پور سے نو سو روپے قرض لیکر ارکاٹ آئے ہیں۔

پیسا نہ تھا مرے کنے اوس ملک تے اس ملک کوں
آیا ہوں تیرے پاس میں نو سو روپے کر اودہار

ہاشمی بیجاپوری کا بیان ہے کہ شعراء نواب ذوالفقار خان کی خدمت میں صرف پانچ بیتوں کی ایک غزل پیش کرکے کئی گاؤں کئی ہاتھی اور گھوڑے انعام پاتے تھے۔ اسطرح ہاشمی بیجاپوری کے قصیدوں سے نواب موصوف کی علمی سرپرستی کا صاف اور واضح اظہار ہوتا ہے۔

ہمدان (ایران) کے مشہور شاعر قزلباش خان امید جوفارسی کے علاوہ اردو میں بھی شعر کہتے تھے نواب ذوالفقار خان کے دربار سے وابستہ تھے ان کا ایک دلچسپ واقعہ مولف تذکرہ شعرائے فن نے لکھا ہے کہ قزلباش خان امید نے کسی سے بیان کیا کہ میں ایک روز نواب ذوالفقار خان کی خدمت میں گیا اور زمانے کی شکایت کی نواب ذوالفقار خان نے فرمایا کہ دنیا کو "امید" کے ساتھ کھاتے ہیں۔ میں نے عرض کیا تو آپ کیوں میرے بغیر کھاتے ہیں ؟!! نواب ذوالفقار خان یہ سنکر ہنس پڑے اور اس روز سے روزانہ میرے گھر کھانا بھیجنا شروع کردیا نواب

بیجاپور سے آنے والوں میں اردو کے پہلے صاحب دیوان ریختی گو شاعر ہاشمی بیجاپوری خاص طور پر قابل ذکر ہیں انکے علاوہ شاہ سلطان ثانی، شاہ عالم شفلی، شاہ سہ تقی گیانی اور شاہ صادق ارکاٹی جیسے باکمال صاحب دیوان شعراء عہد ذوالفقار خان میں ارکاٹ میں موجود تھے۔ دیوان شفلی کا ایک نایاب مخطوطہ راقم کی نظر سے گذرا ہے جس کے آخر میں شفلی، صادق اور سہ تقی گیانی کے علاوہ یک رنگ حسین اور شاہ معظم کے سوال وجواب اشعار کے انداز میں درج ہیں اسکی مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ یک رنگ حسین اور معظم بھی ممکن ہے اپنی عمر کے آخری حصہ میں ارکاٹ جابسے ہوں۔

متعدد تذکرہ نگاروں اور مورخین کا بیان ہے کہ عادل شاہی سلطنت کا مشہور ملک اشعراء نصرتی صوبہ کرناٹک ہی کا رہنے والا تھا۔ شاہ سلطان ثانی اور ان کے صاحب دیوان مریدین شاہ عالم شفلی اور شاہ سہ تقی گیانی ارکاٹ ہی میں دفن ہیں۔

ہاشمی بیجاپوری کے دو طویل قصدے جو نواب ذوالفقار خان کی مدح میں لکھے گئے ہیں کتب خانہ نواب سالار جنگ حیدر آباد کی ایک قلمی بیاض میں موجود ہیں جسکے مطالعہ سے واضح ہوتا ہے کہ نواب ذوالفقار خان ہاشمی بیجاپوری کے سرپرستوں میں تھے۔ ہاشمی بیجاپوری اپنے ایک قصیدے میں جو قلعہ چینچی کی فتح کی تہنیت میں لکھا گیا ہے صاف اشارہ کرتے ہیں کہ وہ محض انعام واکرام کی امید میں بربان پور سے نو سو روپے قرض لیکر ارکاٹ آئے ہیں۔ ؎

پیسا نہ تھا مرے کنے اوس ملک تے اس ملک کوں
آیا ہوں تیرے پاس میں نو سو روپے کر اودہار

ہاشمی بیجاپوری کا بیان ہے کہ شعراء نواب ذوالفقار خان کی خدمت میں صرف پانچ بیتوں کی ایک غزل پیش کرکے کئی گاؤں کئی ہاتھی اور گھوڑے انعام پاتے تھے۔ اسطرح ہاشمی بیجاپوری کے قصیدوں سے نواب موصوف کی علمی سرپرستی کا صاف اور واضح اظہار ہوتا ہے۔

ہمدان (ایران) کے مشہور شاعر قزلباش خان امید جو فارسی کے علاوہ اردو میں بھی شعر کہتے تھے نواب ذوالفقار خان کے دربار سے وابستہ تھے ان کا ایک دلچسپ واقعہ مولف تذکرہ شعرائے فن نے لکھا ہے کہ قزلباش خان امید نے کسی سے بیان کیا کہ میں ایک روز نواب ذوالفقار خان کی خدمت میں گیا اور زمانے کی شکایت کی نواب ذوالفقار خان نے فرمایا کہ دنیا کو "امید" کے ساتھ کھاتے ہیں۔ میں نے عرض کیا تو آپ کیوں میرے بغیر کھاتے ہیں ؟!! نواب ذوالفقار خان یہ سنکر ہنس پڑے اور اس روز سے روزانہ میرے گھر کھانا بھیجنا شروع کردیا نواب

ذوالفقار خان کے دستر خوان سے انواع و اقسام کے کھانوں سے بھرے ہوئے خوان آتے امید خود کھاتے اور فراغت سے احباب کو کھلایا کرتے تھے۔ ناصر علی سرہندی جھنوں نے فارسی شاعری میں غیر معمولی اہمیت رکھنے کے باوجود اردو شاعری کی روایت کو آگے بڑھایا ہے وہ بھی نواب ذوالفقار کے دربار سے وابستہ تھے ان کا مشہور واقعہ ہے کہ ایک بار وہ نواب ذوالفقار خان کی خدمت میں ایک مدحیہ قیصدہ پیش کئے جس کا مطلع سنتے ہی نواب ذوالفقار خان پھڑک اٹھے اور ناصر علی سربندی کو ایک لاکھ روپیہ نقد اور سونے کی زنجیر نیل عطا کی۔ ان کی اس داد ودہش کا اس وقت سارے ہندوستان میں خوب چرچا ہوا۔

نواب ذوالفقار خان کے بعد نواب داود خان پنی اور انکے بعد انکے دیوان نواب سعادت اللہ خان نائیطی کرناٹک کے صوبہ دار مقرر ہوئے۔ نواب سعادت اللہ خان ہی سے کرناٹک میں "نواب خاندان" کا دور شروع ہوا۔ اس نوبت پر اس کا اشارہ بے جانہ ہوگا کہ اہل نائط جو عرب کے ممتاز قبیلے بنو ہاشم سے تعلق رکھتے ہیں جہازوں کے مالک اور بحری تجارت میں ملک التجار تھے۔ الف لیلی کی داستانوں میں جس لکھ پتی کروڑ پتی سند باد جہازی کا تذکرہ ہے وہ اسی قسم کے جہازراں تھے۔ جنوبی ہند کی علمی، ادبی، سیاسی اور معاشرتی زندگی کو بنانے اور سنوارنے میں اہل نوائط کا بڑا حصہ ہے۔ نواب سعادت اللہ خان نائیطی نے پچیس سال تک بڑی کامیاب حکومت کی۔ ان کا طویل دور حکومت نواب ذوالفقار خان کی طرح بڑی نیک نامی اور داد ودہش کا رہا۔ علم وعقل کی قدردانی اور شعراء نوازی کے لحاظ سے نواب سعادت اللہ خان کا دور حکومت بھی کرناٹک کی تاریخ میں بڑا ممتاز ہے۔ ان کے عہد کی مشہور تاریخ "سعید نامہ" سے معلوم ہوتا ہے کہ خود نواب سعادت اللہ خان ایک اچھے شاعر تھے۔ شعر سخن سے انھیں بڑی دلچسپی تھی۔ ان کے دربار میں فارسی اور دکنی کے باکمال شعراء جمع ہوگئے تھے۔ ان کے دربار میں نہ صرف مشاعرے ہوتے بلکہ عرب، ایران اور ہندوستان خصوصا بیجاپور اور گولکنڈے کے قدیم شعراء کے کلام پر مباحثے ہوتے اور انکی تصانیف کا ذکر رہا کرتا نیز انکی شاعری پر تنقید بھی ہوتی۔

نواب سعادت اللہ خان کے عہد (۱۷۱۰ تا ۱۷۳۲) میں اولیاء عظام اور صوفیائے کرام کی اتنی کثرت تھی کہ صرف شہر ارکاٹ میں تین سو ساٹھ مشائخین کے مکانات تھے۔ حضرت سید شاہ علی محمد حسینی صبغتہ اللہی کا مرتبہ ارکاٹ کے مشائخین میں ممتاز تھا ان کا مکان "سرمکان" کہلاتا تھا جو آج بھی تاج پورہ (داسی پورم) ارکاٹ میں زیارت گاہ بنا ہوا ہے۔ حضرت ٹیپو اولیاء جیسے مشہور صاحب کمال مجذوب بھی (جن کے نام پر ٹیپو سلطان کا نام رکھا گیا) حضرت سید علی محمد حسینی کی بے حد عزت کیا کرتے تھے۔ محققین کا بیان ہے حضرت ٹیپو اولیاء امین الدین علی

اعلی کے مرید و خلیفہ تھے اسی دور کی ایک اور صاحب کمال، صاحب سلوک و عرفان اور صاحب تصانیف شخصیت حضرت سید شاہ عبد القادر میراں شاہ ولی اللہ جبلی کی تھی جن کا مزار آدم کی پہاڑی، تاج پورہ آرکاٹ میں واقع ہے آج بھی انکا عرس بڑی عقیدت واحترام سے منایا جاتا ہے۔ حضرت سید شاہ محمد حق نما اور حضرت سید شاہ صدر الدین حسینی واصل حق انہی بزرگ کے صاحبزادے ہیں ان بزرگوں نے دکنی زبان وادب کی گراں قدر خدمات انجام دی ہیں۔

نواب سعادت اللہ خان کے دور حکومت میں بیجاپور کے مشہور بزرگ حضرت سید شاہ عبد اللطیف قادری ارکاٹ آئے جہاں لوگوں نے بڑی خندہ پیشانی سے ان کا استقبال کیا اور بہت عزت واحترام سے رکھا۔ چھ سال بعد ۱۷۲۵ میں آپ ویلور منتقل ہوئے جو ارکاٹ سے چند میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ ویلور میں آپ سے ایک ایسے بے نظیر خاندان کی بنیاد پڑی جسکے اکثر افراد اپنی روحانی، علمی، ادبی، مذہبی اور تبلیغی سرگرمیوں کیلئے عربی، فارسی کے علاوہ دکنی میں بھی اپنی گراں قدر تصانیف چھوڑی ہیں۔ حضرت سید شاہ ابوالحسن قربی، حضرت سید شاہ عبد اللطیف ذوقی، حضرت سید شاہ ابوالحسن قادری محوی اور حضرت محی الدین سید شاہ عبد اللطیف المشہور بہ قطب ویلور اس خاندان کے وہ جگمگاتے ستارے ہیں جنکے خوشہ چینوں میں جنوبی ہند کے اکثر مشہور شعراء اور مصنفین بلاواسطہ یا بالواسطہ شمار کئے جاتے ہیں۔ حضرت قربی کے مشہور شاگرد باقر آگاہ کا شمار جنوبی ہند کے جید اساتذہ میں ہوتا ہے انکی وجہ سے جنوبی ہند میں شعر و شاعری کا خوب چرچا ہوا۔ ڈاکٹر زور کا بیان ہے کہ دکنی علم وفضل اور شعر وسخن آگاہ پر ختم ہوگیا۔ ان کے بعد جنوبی ہند میں اتنا بڑا ادیب اور شاعر پیدا نہ ہوسکا۔ ولی ویلوری نے متعدد دکنی مثنویاں اپنی یادگار چھوڑی ہیں جن پر مذہب اور تصوف کا رنگ غالب ہے۔ شاہ تراب چشتی اور سید محمد فراقی ویلوری بھی اس عہد کے بڑے پرگو صوفی شاعر گذرے ہیں! نواب سعادت اللہ خان کے بعد نواب علی درست خان، نواب صفدر علی خان ۱۷۴۴ میں نواب سعادت اللہ خان ثانی ارکاٹ کے نواب وصوبہ دار بنے نئے خاندان کی حکومت شروع ہوئی جو خاندان "انوری یا والاجاہی" کہلاتا ہے کیونکہ نواب ارکاٹ محمد علی خان کو مغل حکمراں شاہ عالم نے والاجاہ کے خطاب سے سرفراز فرمایا تھا، خاندان انوری کے بانی نواب انور الدین خان شہامت جنگ جو گوپامد (یو۔پی) کے رہنے والے تھے ارکاٹ ہی کو اپنا متقر بنایا۔ ۱۷۴۸ میں انکی شہادت کے بعد انکے فرزند نواب محمد علی خاں والاجاہی حکمراں ہوئے۔ ان کے ابتدائی دور حکومت میں بھی ارکاٹ ہی سلطنت کا پایہ تخت رہا۔ اس شہر کی نہ صرف وہی رونق رہی بلکہ اس ریاست نے بین الاقوامی شہرت حاصل کرلی۔ شاہ انگلستان جارج سوم کا سفیر نواب والاجاہ کے دربار میں باریاب ہونے لگا تھا۔

نواب محمد علی خان والاجاہ بھی بڑے علم دوست حکمران تھے انھوں نے علماء اور شعراء کی بڑی سرپرستی کی۔ ہندوستان کے مختلف علاقوں کے اہل علم وقلم انکی سرپرستی میں ارکاٹ، مدراس اور کرناٹک کے دوسرے شہروں میں جمع ہوئے تھے۔ اسطرح ایک عرصہ تک یہاں شعرو سخن اور علم وفن کی بڑی گرم بازاری رہی۔ نواب والاجاہ کی فیاضی صرف مسلمانوں ہی تک محدود نہ تھی بلکہ قوم ہندو کے ساتھ بھی ان کا سلوک مشفقانہ تھا۔ انھوں نے حکومت میں ہندوں کو اعلی عہدے اور جاگیری عطا کی تھیں راجہ حکومت رام ریاست کے دیوان تھے کاشی پرشاد فددی پیشکار اور مکھن لال خرد منشی گری کی خدمت پر فائز تھے۔ نواب موصوف کے عہد میں ہندو مسلم شیر وشکر تھے انکے باہمی خلوص اور محبت کا اس واقعہ سے بھی اندازہ ہوسکتا ہے کہ مدراس کی بڑی مسجد والاجاہی کی تعمیر پر سب سے عمدہ قطعات راجہ مکھن لال خرد کے سمجھے گئے۔ چنانچہ انکے تاریخی قطعات آج بھی مسجد والاجاہی کی محراب پر کندہ ہیں۔

لکھنو کے مشہور عالم ملک العلماء بحرالعلوم مولانا عبدالعلی فرنگی محلی ۱۷۹۰ میں نواب والاجاہ کی درخواست پر اپنے افراد خاندان کے ساتھ مدراس آئے نواب موصوف نے ان کیلئے سفر خرچ بھی روانہ کیا تھا مولانا بحرالعلوم کی آمد پر نواب والاجاہ نے ان کا شاندار استقبال کیا اور جب محل پر انکی پالکی پہنچی خود آگے بڑھ کر کندھا دیا تھا۔ ان کیلئے ایک ہزار روپیہ ماہوار وظیفہ مقرر کیا گیا تھا۔ مولانا بحرالعلوم نے اپنی زندگی کے آخری اکیس سال یہاں رشد وہدایت، تعلیم کی اشاعت اور علوم اسلامیہ کی ترویج میں گذارے اور ۱۸۱۰ میں انتقال فرمایا اور مسجد والاجاہی مدراس میں مدفون ہیں۔

نواب والاجاہ کی علم نوازی کا اس سے بھی اندازہ ہوسکتا ہے کہ ملک الشعراء پر اسمعیل خان وبجدی کو "انور نامہ" تاریخ کرناٹک لکھنے پر چاندی میں تولا گیا اور باقر آگاہ سے خوش ہوکر انھیں "زرین گہوارہ" عطا کیا گیا تھا، نواب والاجاہ کی شعراء نوازی اور علماء پروری اور علماء پروری کے چرچے سنکر اورنگ آباد سے آزاد بلگرامی کے مشہور شاگرد سید شاہ عبدالقادر میربان فخری، اصفیان کے مرزا محمد صادق خان کوکب سید محمد خان سخن، مرزا ہندی اقبال، مرزا محمد صالح بصیرت، خراساں کے سید محمد والہ اور تلسمان (شمالی افریقہ) کیلئے قاضی شیخ محمد الانصاری المالکی وغیرہ کرناٹک میں منتقل سکونت اختیار کرلی تھی۔ خراسان کے بعد محمد والہ جو نواب ہندی نواز جنگ مرحوم سابق گورنر گجرات کے جداعلی تھے۔ فارسی اور اردو نظم ونثر کے کئی رسالے اپنی یادگار چھوڑے ہیں۔ والہ کی دکنی تصانیف میں ایک مثنوی "طالب دموہنی" اور ایک کتاب "رازق باری" شہور ہے۔ "طالب رموہنی" کو ڈاکٹر زور نے اپنے فاضلانہ مقدمہ کے ساتھ شائع کردیا ہے۔ انھوں نے مقدمہ میں لکھا ہے کہ ابن نشاطی کی "پھول بن" والہ کی "طال دموہنی" اور میر تقی میر کی "دریائے عشق" ایک زنجیر کی مختلف کڑیاں ہیں انکا مطالعہ اردو کے لسانی

ارتقاء کو سمجھنے میں مدد دیتا ہے اور یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اردو ادب اور زبان کا ارتقاء زبان ومکان کی دوریوں کے باوجود فطری مدراج سے گذرتا رہا ہے۔

نواب محمد علی خان والاجاہ کا دور حکومت ہندوستان کی تاریخ کا وہ زمانہ ہے جبکہ فرانسیسی اور انگریزی رقابت انتہاء پر پہنچ گی تھی۔ انگریزوں نے ہندوستان پر حکومت کرنے کے قابل ہوئے۔ ایسٹ انڈیا کمپنی نے تجارتی اور ہندوستانی طور طریقوں سے واقف کروانا ضروری سمجھا۔ اس وقت سارے ہندوستان میں اردو ہی ایک ایسی زبان تھی جو عام طور پر بولی اور سمجھی جاتی تھی اسلئے ایسٹ انڈیا کمپنی نے دوسری ملکی زبانوں کے مقابلے میں اردو کی زیادہ سر پرستی کی۔ جہاں کلکتہ میں فورٹ ولیم کالج قائم کیا گیا تو وہیں مدراس میں فورٹ سینٹ جارج کالج قائم ہوا۔ ان دونوں کالجوں کے پیش نظر جو بند سیول ملازمین کی تعلیم و تربیت کا انتظام تھا۔ ایسٹ انڈیا کمپنی اپنے عہدہ داروں کو مقامی زبانیں سیکھ کر امتحان میں کامیابی حاصل کرنے پر انعام واکرام کے علاوہ معقول خدمتوں سے سرفراز کرتی تھی۔ ایسٹ انڈیا کمپنی اس زمانے میں اردو اور دکنی کے فرق سے اچھی طرح واقف تھی۔ کمپنی نے کلکتہ میں اردو کی قدیم شکل دکنی کا پرچار ہورہا تھا۔ اور اسکی توسیع واشاعت سے خاطر خواہ دلچسپی لی جارہی تھی۔ صرف و نحو لغت وقواعد، داستان، تاریخ وسوانح، اخلاقیات اور سائنسی موضوعات پر دکنی میں خاص طور پر متعدد کتابیں لکھائی گئیں۔ طباعت کی سہولتوں کے باعث بہت ہی قلیل عرصہ میں یہاں کی کتابیں عام و خاص میں شوق سے پڑھی جانے لگیں اسطرح فورٹ سینٹ جارج کالج کی بدولت آسان، سلیس اور عام فہم نثر نگاری کی ایک شاندار روایت قائم ہوئی۔

اردو کا قدیم ترین مطبوعہ ڈراما " علی با با چالیس چور " ، " راز کیپٹن گرین آوے " اردو کی پہلی مختصر کہانیوں کا مجموعہ " حکایات لطیفہ " (از ہندی واصف)، اردو کی ضرب الامثال کا پہلا مجموعہ " مجمع الامثال " (از ہندی واصف)، سنکرت اور اردو فارسی کی پہلی لغت " دلیل ساطع " (از ہندی واصف) ، انگریزی اور اردو فارسی کی پہلی لغت (از ہندی واصف) ، فارسی و اردو کی پہلی لغت، مناظر اللغات (از ہندی واصف) عربی داستان الف لیلی کا پہلا اردو ترجمہ حکایات الجلیلہ (از منشی شمس الدین احمد) ، اردو کی پہلی سائنسی کتابیں کو کمسٹری ، ہسئیت، فن قبالت (فن ولادت ونرسنگ) از ڈاکٹر ایڈورڈ بالفور وغیرہ اسی کالج کی وجہ سے مناظر عام پر آئیں۔ پروفیسر مسعود حسین خان نے منشی ابراھیم بیجاپوری کی دکنی انوار سہیلی کو قدیم اردو کا آخری بڑا نثری کارنامہ قرار دیا ہے وہ بھی فورٹ سینٹ جارج کا ایک شاندار ادبی کارنامہ ہے جو اسی کالج کے پریس سے ۱۸۲۴ میں شائع ہوئی تھی۔

وشارم میں اُردو کا پس منظر اور پیش منظر

✡ جاویدہ حبیب ایم اے، ایم فل، (اردو) ایم اے، (عربی)

وشارم دراصل شہر آرکاٹ سے متصل تقریباً ۳۰۰ سال قدیم قصبہ ہے۔ جس کے مشرقی جانب ۳ میل کے فاصلے پر شہر آرکاٹ ہے۔ مغربی سمت ۱۲ میل کے فاصلے پر ویلور، شمالی جانب دریائے پالار اور جنوبی سمت طویل پہاڑیوں کا سلسلہ ہے۔ بقول عبدالرزاق حافظ باقوی؎ "ویلور کی جانب سے ہم اس کے اندر (وشارم میں) داخل ہوتے ہیں تو جنوبی سمت ایک شاندار عیدگاہ نظر آتی ہے اس عیدگاہ سے تقریباً دو کلومیٹر دور تک جوادی پہاڑیوں کا سلسلہ وشارم سے متصل ہے۔ پھر یہ سلسلہ جنوبی سمت مڑ گیا ہے۔ یہیں سے سی عبدالحکیم (کتواڑی) روڈ نکلتا ہے اور جنوبی سمت تین یا رچار کلومیٹر کی دوری پر کھڑ منگل روڈ سے جاملتا ہے۔ کتواڑی روڈ کے دونوں طرف ایک کلومیٹر کے فاصلے تک آبادی پھیلی ہوی ہے۔۔۔۔۔۔۔اس قصبے کے مغربی حصے کو میل وشارم ۱ اور مشرقی حصے کو جو نسبتاً چھوٹا ہے کیل وشارم؎ کہتے ہیں۔ کیل وشارم سے لگا ہوا شہر آرکاٹ ہے سڑک کا وہ حصہ جس کے کنارے سی عبدالحکیم کالج کی عالی شان عمارت واقع ہے، شہر آرکاٹ کا صدر دروازہ کہلاتا ہے۔؎ قصبۂ وشارم کا قدیم نام "حراست پور" جناب حافظ باقوی؎ اور پروفیسر محبوب پاشاہ مدراس؎ نے حراست پور کی وجہ تسمیہ یہ بتائی ہے کہ یہاں نوابان آرکاٹ کے زمانے میں قید خانے بنائے گئے تھے۔ جہاں قیدیوں کو حراست میں رکھا جاتا تھا۔ اسی وجہ سے اس قصبہ کا نام حراست پور پڑ گیا۔ مذکورہ بالا علماء کی رائے سے اختلاف کرتے ہوئے ڈاکٹر راہی فدائی نے اپنے ایک مضمون "وشارم میں اردو کا ارتقا" مشمولہ "اکتسابِ نظر" میں مدلل طور پر یہ ثابت کیا ہے کہ یہ قصبہ دراصل نواب حراست خان والی سات گڈھ (۱۱۶۵ھ) جو حضرت شاہ زین الدین صبغۃ اللّٰہی المتوفی ۱۱۲۹ھ کے مرید تھے کے نام نامی سے منسوب ہونے کی وجہ سے حراست پور کے نام سے مشہور ہوا اور یہی اس کی وجہ تسمیہ ہے؎ اڈاکٹر راہی فدائی نے اپنے دعوے کو مزید تقویت پہنچاتے ہوئے لالہ بال چند نیازی کی تصنیف "انشائے حراست الضائع" کے مخطوطہ کا حوالہ بھی دیا۔ یہ قلمی کتاب والئی ریاست سات گڈھ کے نام معنون کی گئی ہے۔؎

راہی فدائی نے حکیم شمس الدین قادری کی کتاب "اردوئے قدیم" سے ولی ویلور کے وہ اشعار بھی نقل کیے ہیں، جن

میں اس بات کی صراحت ملتی ہے کہ حراست خان سے ولی ویلوری کو والیٔ کڈپہ نواب عبد المجید خان نیازی کے نام اپنے ایک سفارشی خط کے ساتھ بعض ناگزیر حالات کی بنا پر سات گڈھ سے کڈپہ روانہ کیا تھا۔ ۸ وشارم کی قدیم آبادی شہر آرکاٹ کی فیصل کے باہر سے شروع ہوتی ہے ۔ سی عبد الحکیم کالج کے مقابل اس فیصل کے آثار آج بھی دیکھے جا سکتے ہیں۔ اس مقام سے مغرب کی سمت باوا آدم کی پہاڑی ہے جس کا نام بگڑ کر اب بادام کی پہاڑی ہو گیا ہے۔ ۹ سر زمین و شارم میں اردو کا چراغ روشن کرنے کا اعزاز حضرت سید عبد القادر المعروف بہ میران شاہ حیدر ولی اللہ الدوری منزوی الجبلین کو حاصل ہے بعض محققین نے الدوری کو الاوری اور منزوی الجبلین کو منزوی الجلیلین پڑھا ہے۔ پروفیسر محمد ہاشم علی نے "خلاصۃ الرویت" کے مخطوطات کی توضیح کے دوران اس اشتباہ کو دور کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"الدورنامی ایک تعلقہ کرناٹک کے ضلع چکمگلور میں واقع ہے۔ میران شاہ ولی اللہ کے والد بزگوار آلدور ہی میں مقیم تھے اور وہیں مدفون ہیں۔ خود میران شاہ ولی اللہ کی حیات کا خاصہ ، حصہ آلدور ہی میں گذرا اس لئے وہ الدوری کے نام سے مشہور ہوئے اس طرح دوسرے اور چوتھے نسخے میں شاہ میران حسینی ولی اللہ منزوی الجبلین لکھا ہوا ہے مولوی نصیر الدین ہاشمی نے خلیلین پڑھا ہے۔ اصل میں وہ جبلین ہے جبل کے معنی پہاڑ کے ہیں چوں کے میران شاہ حیدر ولی اللہ نے دو پہاڑوں کے درمیان انزوا فرمایا تھا اور عزلت گزیں ہو گئے اس لئے آپ کو منزوی الجبلین کہا جاتا ہے۔ ۱۰

میران شاہ حیدر ولی اللہ ہمیشہ آدم کی پہاڑی (یا) باوا آدم کی پہاڑی پر قیام کرتے تھے۔ اس پہاڑی پر آج بھی آپ کا مزار مبارک جمع خلایق ہے آپ کی حضوری میں ہمیشہ ایک شیر رہتا تھا نیز ریچھ ، باگ ، سانپ آپ کے حجرے کی رکھوالی کرتے تھے۔ ۱۱ میران شاہ حیدر ولی اللہ کے والد کا نام شاہ وزیر اللہ تھا۔ جو حضرت ہاشم حسینی خداوند ہادی متوفی (۱۱۱۶ھ) کے فرزندِ اکبر تھے۔ حضر خداوند ہادی اپنے زمانے کے مشہور صوفی اور صاحبِ تصنیف بزرگ تھے۔ ڈاکٹر محمد ہاشم علی نے اپنے ایک مضمون مطبوعہ ماہنامہ "سب رس" (حیدر آباد ، جنوری ۱۹۷۳ء) میں آپ کے نثری رسالے اور ایک غزل کی نشاندہی کی ہے۔

حضرت میران شاہ حیدر ولی اللہ منزوی الجبلین کے چار فرزند تھے سید فرید حسینی ، سید درویش ، سید شاہ صدر الدین ، سید شاہ محمد حق نما آرکاٹی اور ایک دختر مریم بی سیدانی تھیں ، آپ کے دونوں بیٹوں نے شاہ صدر الدین اور شاہ محمد حق نما نے اپنے دادا اور والد کی طرح دکنی اردو میں تصنیف و تالیف کی روایت اول الذکر کے سات نثری رسالوں اور سترہ مثنویوں کا پتہ چلتا ہے۔ اور آخر الذکر میں "خزانہ معرفت۔ ۱۲ ۔ "اور خزانہ عبادت"۔ ۱۴ کے نام سے دو ضخیم مثنویاں

اپنی یادگار چھوڑی ہیں جن میں اپنے والد کے منظوم حالات بھی قلمبند کئے ہیں۔

میراں شاہ ولی اللہ حسینی، میرآں تخلص کرتے تھے۔ انھوں نے اپنے فرزند شاہ صدرالدین کی تاریخ ولادت درج ذیل فارسی شعر میں نکالی ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ فارسی میں بھی شعر کہتے تھے۔

سال آمد نورم گفتہ ام بحمداللہ نوردیدۂ میران ۱۱۰۲ھ صدردین تولد شد

پروفیسر محمد ہاشم علی نے حکیم باقر حسین مرحوم کی علوکہ ایک بیاض سے سید شاہ ہاشم حسینی خداوندہادی کا ایک شجرہ دریافت کیا ہے۔ جس شجرہ سے حضرت میراں شاہ حسینی وشارمی اور سید شاہ محمد حق نما آرکاٹی کے آباء واجداد کے بارے میں نئی معلومات سامنے آتی ہیں اس لئے اسے ذیل میں من وعن نقل کیا جاتا ہے۔

سید ہاشم حسینی خداوندہادی

سید شاہ وزیراللہ عرف عزیزاللہ حسینی — ابوالرہاں میراں شاہ حسینی

شاہ عبدالقادر المعروف میراں شاہ ولی اللہ منزوی الجبلین — سید حسن — دختر زوجہ عبدالقادر میران شاہ ولی اللہ بن وزیراللہ

زوجہ شاہ صدع الدین سید عبدالقادر میران شاہ ولی اللہ

سید فرید حسینی — سید درویش — سید شاہ صدرالدین — سید شاہ محمد آرکاٹی — مریم بی سیدانی دختر

(بہ حوالہ مجلّہ تحقیقات اردو جامعہ عثمانیہ ۱۹۸۰ء ص ۶۲)

ڈاکٹر راہی فدائی نے اپنے پُر مغز مقالہ "وشارم میں اردو" میں ڈاکٹر حبیب النساء کی کتاب "جواہراتِ میسور" مطبوعہ میسور ۱۹۶۷ء کے حوالے سے اطلاع دی ہے کہ شاہ میراں حسینی نے "سبع صفات" کے نام سے ایک دکنی رسالہ اپنی یادگار چھوڑا ہے اور آپ کا سنہ وصال ۱۱۴۰ھ ہے ونیز آپ کے ایک ہی فرزند شاہ صدرالدین کا تذکرہ کیا ہے [۱۴]

یہاں دراصل ڈاکٹر حبیب انساء اور ڈاکٹر راہی فدائی دونوں کو تسامح ہوا ہے۔ جس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

(۱) شاہ میراں حسینی ولی اللہ منزوی الجبلین کے دکنی رسالے کا اصلی نام "خلاصۃ الرویت" ہے اور اسی رسالہ کو "مراۃ الانسان" اور "سبع صفات" کے نام سے بھی موسوم کیا جاتا ہے۔ بقول ڈاکٹر محمد ہاشم علی صاحب "خلاصۃ الرویت" میں ضمنی طور پر "مراۃ الانسان اور "سبع صفات" کا ذکر ہے اس لئے یہ رسالہ مزید دونوں ناموں سے موسوم کیا گیا۔

اس رسالہ کا اصل نام "خلاصۃ الرویت" ہی ہے۔ ۱۵

(۲) حضرت میران شاہ حسینی کا وصال ۱۱۴۰ھ میں نہیں بلکہ ۱۱۴۶ھ میں ہوا اور آپ کے وصال کا مادۂ تاریخ "بود چارم جمادی آلا خر" ہے جس سے آپ کی مکمل تاریخ وفات ۴؍ جمادی آلا خر ۱۱۴۶ھ کے اعداد بر آمد ہوتے ہیں۔

ڈاکٹر محمد ہاشم علی بیان ہے کہ "شاہ صدر الدین کے والد بزرگوار سید عبد القادر المعروف بہ شاہ میراں حسینی ولی اللہ منزوی الجبلین ہیں جن کا انتقال ۴؍ جمادی آلا خر ۱۱۴۶ھ کو ہوا اور بود عارم جمادی آلا خر سے تاریخ رحلت نکالی گئی"۔ ۱۶

(۳) جیسا کہ اوپر شجرہ میں مذکور ہوا ہے کہ حضرت میران شاہ حسینی کے چار فرزند اور ایک دختر تھیں۔

میران شاہ ولی اللہ نے سرزمین وشارم میں اردو کی شمع روشن کرنے کے بعد اس کی روشنی دور دور تک پھیلی اور ایک عرصے تک اس سرزمین نے اردو کے باکمال شعراء وادیب پیدا کئے۔ ان شعراء کی "فہرست میں سب سے پہلے گوہر وثاری کا نام قابل ذکر ہے۔ گوہر دراصل حراست پور (وشارم) کے باشندے تھے بعض محققین نے انہیں ویلوری لکھا ہے۔ لیکن ڈاکٹر راہی فدائی کی تحقیق کے مطابق وہ حراست پور کے متوطن تھے۔ ۱۷

گوہر کا پورا نام عبد الرحیم تھا۔ وہ حضرت ابراہیم کیفی ویلوری کے شاگرد رشید تھے۔ ان کے کلام کا ایک مجموعہ "غزلیات گوہر" کے نام سے ۱۸۸۷ء میں مدراس سے شائع ہوا۔

آگ لگ جائیگی دامانِ فلک کو گوہر　　شعلۂ آہ کو واللہ نہ تم بھڑ کاؤ

منشی عبد القدوس شاداں وشارمی : حضرت شاداں وشارمی وشارم کے باکمال سخن وروں میں شمار ہوتے تھے۔ آپ ایک علمی اور ادبی گھرانے میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والدِ گرامی کا نام عبد الوحید اور دادا کا نام غلام حسین احمد تھا۔ شاداں وشارمی ۱۸۹۰ء میں پیدا ہوئے۔ آپ نے منشی فاصل (Teachers Training) کا امتحان ۱۹۲۸ء ہی میں پاس کیا۔ آپ نے ۴۳ سال تک ملازمت کرنے کے بعد ۱۹۴۸ء میں وظیفۂ حق خدمت پر سبکدوش ہوئے۔ ملازمت کی قید سے آزاد ہونے کے بعد آپ نے نواب سی عبد الحکیم کے قائم کردہ مسافر خانہ "صدیق سرائے"۔ میں منیجر کی حیثیت سے خدمات انجام دیں۔ مولانا زندگی بھر اردو کی خدمت کو اپنا شعار بنایا۔ صدیق سرائے کو اس بات کا امتیاز بھی حاصل ہے کہ یہیں پر شاداں وشارمی نے ایک علمی وادبی انجمن کی داغ بیل ڈالی اور حضرت دانش فرازی کو آمبور سے مستقل طور پر مدراس آنے کی دعوت دی۔ دانش فرازی کے مدراس پہنچنے کے بعد صدیق سرائے اردو شعر و سخن کی آماجگاہ

بن گئی اور صدیق سرائے کے ایک مخصوص کمرے میں ہر شام ادبی محفلیں پابندی سے منعقد ہونے لگیں۔ ان محفلوں میں شریک ہونے والوں میں ادیب بھارتی، نورس خیامی، کاوش بدری، راز امتیاز، یوسف خواہاں اور علیم صبا نویدی کے نام قابلِ ذکر ہیں۔ مشاعروں اور ادبی محفلوں کا یہ خوشگوار سلسلہ کم وبیش پندرہ بیس برسوں تک جاری رہا۔ تمام محفلوں اور مباحثوں کی روحِ رواں حضرت شاداںؔ وشارمی ہی تھے۔ مولانا متعدد سخنوروں کی ترتیب اور رہ نمائی کی ہے اور آپ کی یہ بیش بہا خدمات ٹمل ناڈو کے تاریخِ ادب میں غیر معمولی اہمیت کے حامل ہیں۔

حضرت شاداںؔ وشارمی اعلیٰ درجے کے شاعر اور قومی رہنما حضرت عبدالمجید شررؔ آلندوری کے شاگرد تھے آپ کی سخن سنجی اور سخن فہمی کے دور دور تک چرچے ہوئے۔ آپ کو فنِ تاریخ گوئی پر بھی کمال حاصل تھا۔ (آپ کے کہے ہوئے مادۂ تاریخ اور تاریخی قطعات نہ صرف بہت مشہور ہوئے آپ کے قطع ہائے تاریخ ٹمل ناڈو کے کئی مساجد پر نصب ہیں۔) مولانا حافظ باقوی نے اپنی کتاب "وشارم میں اردو" میں حضرت شاداں وشارمی کی ملازمت سے سبکدوشی کا سال ۱۹۴۸ء تحریر کیا ہے اور درجِ ذیل مصرع سے سال کے سبکدوشی ملازمت کی نشاندہی کی ہے۔

سبکدوش خدمت سے 1948ء شاداں ہوئے ہیں۔

مولانا حافظ باقوی نے مذکورہ مصرع کے نیچے ۱۹۷۸ء کی تاریخ سال بتایا ہے جو محلِ نظر ہے جس سے یہ واضح نہیں ہوتا ہے کہ صحیح تاریخِ سبکدوشی ملازمت ۱۹۴۸ء یا ۱۹۷۸ء ہے جب کہ حضرت شاداں کا انتقال ۱۹۷۰ء میں ہوا ہے۔

- دل میں درد، لب پر زاری ہے — کب غمِ عشق اختیاری ہے
  اُڑ رہا ہوں غبارِ راہ بن کر — اوج پر میری خاکساری ہے
  مغفرت کا سبب بنی شاداںؔ — واہ کیا قدر خاکساری ہے
- سر میں سودائے محبت چاہیئے — دل میں درد و سوزِ الفت چاہیئے
  چاہیئے دوزخ میں جنت چاہیئے — رنج میں انسان کو راحت چاہیئے
  شرمِ عصیاں سے بہا شاداںؔ تو اشک — مغفرت کی کوئی صورت چاہیئے

عبدالعزیز عیشی: آپ وشارم کے قادر الکلام شاعر تھے آپ کا کلام ملک کے مقتدر جرائد ورسائل کی زینت بنتا رہا ہے۔ آپ کی غزلوں میں پاکیزہ روایات کی بھرپور چھاپ ہے۔

ترا دیوانہ یہ کہکر پھرا ہے باغِ رضواں سے — گماں ہوتا ہے فردوس بریں پر مجھ کو زنداں کا

آلنجی عبدالحق مظہؔر : آپ کا اصل نام ظہور الحق تھا۔ یہ نام درِ حقیقت آپ کے والد بزرگوار کا تجویز کیا ہوا تاریخی نام ہے۔ لیکن آپ کو عبدالحق کے نام سے شہرت حاصل ہوی۔ آپ حضرت شاداںؔ کے شاگردِ رشید تھے۔

ہمارے دل میں پیدا کر الٰہی جوش ایماں کا　　　جہاں میں نیرؔ اقبال روشن ہو مسلمان کا

کٹور عبداللطیف اطہؔر : آپ ۱۹۲۸ء میں وشارم میں پیدا ہوئے عبدالحق مظہؔر کی طرح اطہؔر کو بھی حضرت شاداںؔ سے تلمذ حاصل ہے۔ آپ نے غزل گوئی کے علاوہ موضوعاتی نظمیں بھی لکھی ہیں۔ جن میں ''ایک بھکارن'' اور ''خون شباب'' شہکار کا درجہ رکھتی ہیں۔

خدا اپنی عنایت سے اگر دے تاج سلطانی　　　تو اطہؔر میں کروں گا نام زندہ ٹیپو سلطان کا

احمد اللہ احمدؔ : آپ کے والد کا نام بظاہر فقیر احمد تھا لیکن وہ شہر کے عمائدین میں روشن مقام رکھتے تھے۔ آپ کی تاریخ ولادت ۱۹۲۵ء ہے۔ آپ بھی حضرت شاداںؔ وشارم کے تلامذۂ خاص میں شمار ہوتے تھے۔ نعت گوئی آپ کی محبوب صنفِ سخن ہے۔

الیاس احمد ارمانؔ : آپ علامہ محوؔی صدیقی لکھنوی کے تلامذۂ خاص میں سے ہیں۔ آپ کے کلام میں بھی روایات کی بھرپور ترجمانی ملتی ہے۔

محمد اسمٰعیل نیرؔ ربانی : مولانا عبدالرزاق حافظ باقوی نے اپنی تالیف ''وشارم میں اردو'' (مطبوعہ ۱۹۸۹ء) میں مولانا نیرؔ ربانی کی تاریخ ولادت ۲۳/ مارچ ۱۹۲۳ء لکھی ہے۔ ۱۸ جو محل نظر ہے۔ جناب علیم صبانویدی نے اپنی کتاب ''ٹمل ناڈو میں اردو'' (مطبوعہ ۱۹۹۸ء) میں مولانا حافظ باقوی سے اختلاف کرتے ہوئے یکم جولائی ۱۹۲۵ء بتائی ہے۔ ۱۹

راقمہ نے اس سلسلے میں چھان بین کی تو پتہ چلا کہ والد محترم (حضرت علیم صبانویدی) نے ایک شخصی انٹرویو میں جو حضرت دانش فرازی (مرحوم) کی موجودگی میں لیا گیا تھا، نیرؔ ربانی سے براہ راست یہ معلومات حاصل کیں۔

آپ کی ابتدائی تعلیم میل وشارم کے اسلامیہ ہائی اسکول میں ہوئی۔ بی۔ اے کا امتحان آپ نے محمڈن کالج، مدراس سے کامیاب کیا۔ اس کے علاوہ مدراس یونیورسٹی سے افضل العلماء اور (Sri Venkateshwara University) شری وینکٹشورا یونیورسٹی سے ایم اے کی ڈگری حاصل کی۔

نیرؔ ربانی بیک وقت سخنور بھی تھے اور ادیب بھی۔ آپکو سیر وسیاحت سے اس قدر لگاؤ تھا کہ بقول علیم صبانویدی۔

"تقریباً آدھی دنیا کا سفر کر چکے تھے"۔ ۲۰

آپ نے خادم الحجاج کی حیثیت سے کوئی سولہ حج کئے۔ اردو، عربی، ٹمل، انگریزی زبانوں پر بھی ملکہ حاصل تھا۔
مولانا نیّر ربانی نے حضرت دانش فرازی سے شاعری میں استفادہ حاصل کرنے سے پہلے حضرت شاداںؔ وشارمی اور حضرت علامہ محوی صدیقی کے آگے زانوئے ادب تہہ کیا تھا۔ حضرت شاداںؔ وشارمی ہی نے آپ کا قلمی نام نیّرؔ ربانی تجویز کیا تھا۔

نہیں جاتی نگاہوں کی یہ حیرانی نہیں جاتی
کسی کے جلوئے عنا کی تابانی نہیں جاتی

تمہاری بات نیّرؔ کون سنتا ہے زمانے میں
خدائی بات بھی جب ان دنوں مانی نہیں جاتی

محمد عبدالرحمان انیق وشارمی : آپ وشارم میں پیدا ہوئے۔ اسی ماحول میں آپ کی تعلیم و تربیت ہوی۔ آپ کا کلام بقول حضرت علیم صبانویدی۔
"شمالی ہند کے مقتدر رسائل میں شایع ہوتا تھا" پیام مشرق "قنوج" ستمبر ۱۸۹۸ء کے شمارے کے اولین صفحات پر آپ کی غزل اعزازی طور پر شائع ہوئی تھی۔ ۲۱

حافظ عبدالرزاق حافظ باقوی : آپ ۱۵/ جولائی ۱۹۳۰ء کو رائی چوٹی (اندھرا پردیش) میں پیدا ہوئے۔ باقیات صالحات، ویلور سے مولوی کی سند حاصل کی۔ اس کے علاوہ جامعہ اردو، علیگڑھ سے ادیبِ کامل اور بی اے (انگریزی) کرنے کے بعد مدراس یونیورسٹی سے ڈاکٹر نجم الہدیٰ کی نگرانی میں ایم، اے اور ایم، فل کی اسناد حاصل کیں۔ بقول علیم صبا نویدی۔ "برسوں سی عبدالحکیم کالج، میل وشارم میں آپ نے اردو (Lecturer) لکچرار کی حیثیت سے خدمات انجام دیں اور پھر اس کے بعد (Govt Arts College) مدراس میں اردو کے پروفیسر مقرر ہوئے اور یہیں سے وظیفہ یاب ہوئے۔" ۲۲ مولانا حافظ باقوی کی شعری اور ادبی صلاحیتوں کو پروان چڑھانے کا سہرا علامہ فدویؔ باقوی کے سر ہے یہی وجہ ہے کہ آپ کے نعتیہ مجموعہ "ذکرِ حبیب"۔ ۲۳ کو غیر معمولی پذیرائی حاصل ہوی۔ اس کے علاوہ آپ کی متعدد کتابیں "نئی کلیاں" "نئے پھول" "چاند تارے" "پھلواری" "بہارِ سخن" "مخیرّ اعظم" اور "وشارم میں اردو" منظرِ عام پر آچکی ہیں۔ ۲۴

ہر ایک گل ہے خارِ مغیلاں تیرے بغیر
میرے لئے ہے خلد بھی زانداں ترے بغیر

ترے ہی ذکرِ پاک سے دنیا بر قرار ورنہ ہر اک موج تھی طوفان ترے بغیر
آجا کہ یادِ مصحفِ رُخ ہے جگر گداز بے چین ہے یہ حافظِ قرآں ترے بغیر

پروفیسر عبدالرحمان صباؔ: آپ کے والد کا نام عبدالقادر ماہرؔ تھا۔ آپ کو شعری شغف ورثہ میں ملا ہے علیم صبانویدی نے سہواً آپ کو ویلور کا بتایا ہے۔ ۲۵

جب کہ عبدالرحمان صباؔ وشارم کے باشندے تھے۔ اس لئے مولانا حافظ باقوی اور ڈاکٹر راہیؔ فدائی نے بالترتیب اپنی تالیفات "وشارم میں اردو۔ ۲۶ (مطبوعہ ۱۹۸۹ء) اور "اکتسابِ نظر"۔ ۲۷ (مطبوعہ ۱۹۹۱ء) میں کیا ہے۔

آپ ۵ / دسمبر ۱۹۳۵ء میں پیدا ہوئے۔ ایک عرصے تک اسلامیہ کالج وانمباڑی میں انگریزی زبان کے معلم کی حیثیت سے خدمات انجام دیتے رہے۔ بقول علیم صبانویدی۔

" آپ نے ابتدائی دور میں تاج الدین تاجؔ ترچناپلی اور علامہ فدویؔ باقوی سے شرفِ تلمذ حاصل کیا تھا۔ ۲۸

حدِ نظر ہے میری سرِ عرش سے پرے ان کی نظر کو میری نظر چوم کر گئی

آپ نے صنفِ غزل کے ساتھ ساتھ صنفِ نظم کو بھی بڑی محبت سے سینے سے لگایا ہے۔ آپ کی بے شمار نظمیں اسلامیہ کالج، وانمباڑی کے سالنامہ "مشعل" میں جگہ پا چکی ہیں۔

سرزمینِ وشارم میں اردو کا ادبی منظر نامہ نامکمل رہے گا اگر اس میں ان انجمنوں، دانش گاہوں اور مشاعروں کا تذکرہ نہ کیا جائے۔ وشارم دراصل زبان اردو کا ایسا گہوارہ رہا ہے۔ جہاں ابتدا ہی سے روحانی پیشواؤں، مذہبی رہنماؤں، شاعروں اور ادیبوں نے اس زبان کی بقا اور ترقی کے لئے اپنے بیش بہا خدمات انجام دی ہیں۔ اس سلسلے میں انجمن ترقی اردو، میل وشارم، مسلم ایجوکیشنل سوسائٹی، میل وشارم، اسلامیہ ہائیر سکنڈری اسکول، اسلامیہ گرلز ہائیر سکنڈری اسکول، اسلامیہ گرلز ہلمنٹری اسکول، مدرسۂ خیر جاریہ، مدرسۂ موئد اسلام مدرسۂ فلاح ا ، مدرسۂ وفاءِ عام، مدرسۂ نسوان، مدرسۂ منبع الحسنات، مدرسۂ مفتاح العلوم، کتاب گھر۔ ۲۹ اور سی عبدالحکیم کالج کے علاوہ اس سرزمین پر منعقد ہونے والے عظیم الشان مشاعروں ادبی اور دینی اجلاسوں کی خدمات کا تذکرہ ناگزیر ہے۔

میں سمجھتی ہوں کہ شمالی آرکاٹ کی خواتین کی علمی وادبی خدمات کے تذکرے کے بغیر شمالی آرکاٹ کے اردو ادب کی تاریخ نامکمل اور تشنہ رہ جائے گی۔ شمالی آرکاٹ کی سرزمین نے یہاں اشمہ آرکاٹی جیسی جید شاعرہ (جنکا شمار ہندوپاک کی عظیم

ترین مثنوی نگاروں میں ہوتا ہے) کو جنم دیا ہے وہی مہر طلعت آموری اور نغمہ پرویز شاکر قادسی، منوّر رشید اور امیر النساء جیسے صفِ اول کے افسانہ نگاروں کو بھی اپنے دامن میں سے اونچا اٹھا کر نہ صرف شمالی آرکاٹ بلکہ ٹمل ناڈو کے افسانوی ادب کی شان و شوکت میں اضافہ کیا ہے۔

حال ہی میں امیر النساء کا ایک افسانوں کا مجموعہ "بند کتاب" مظرِ عام پر آکر اردو دنیا سے خراجِ تحسین حاصل کر چکا ہے۔ موصوفہ نے اپنے افسانوں میں گھریلو ماحول کے چلتے پھرتے حالات و حادثات ، مسکراتے چہچہاتے لمحات و واقعات، خوشی و غم میں مچلتے اور ڈستے ہوئے دن رات کا بھرپور جائزہ بڑی چابکدستی سے لیا ہے۔ ان کی تحریروں میں ایک عجب سی کشش ہے جو دل و دماغ کو موہ لیتی ہے ان کے جذبات میں جو پاکیزگی ملتی ہے وہ ان کی ظاہری اور باطنی زندگی کی بھی آئینہ دار ہے

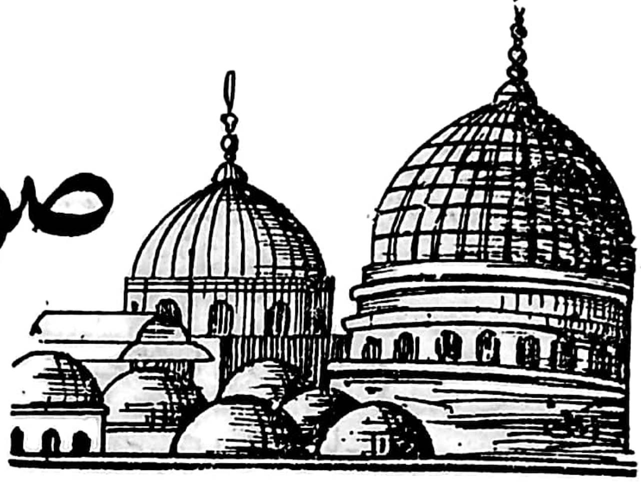
حوالہ جات

۱. ٹمل زبان میں "میل" کے معنی اوپر کو کہتے ہیں
۲. ٹمل زبان میں "کیل" کے معنی نیچے کو کہتے ہیں
۳. "وشارم میں اردو" ص ۲۵ مطبوعہ 1989ء
۴. "وشارم میں اردو" ص ۵۲ مطبوعہ 1989ء
۵. "اکتسابِ نظر" از۔ راہی فدائی ص ۵۲ 199ء
۶. "اکتسابِ نظر" از۔ راہی فدائی ص ۵۲، ۴۵
۷. "اکتسابِ نظر" از۔ راہی فدائی ص ۵۳
۸. "اکتسابِ نظر" از۔ راہی فدائی ص ۵۳
۹. "اکتسابِ نظر از۔ راہی فدائی ص ۵۳
۱۰. "خلاصۃ الرویت اور اسکا مصنف" از۔ ڈاکٹر ہاشم علی مشمولہ مجلّہ تحقیقات اردو جامعہ عثمانیہ ص ۶۱ 1980ء
۱۱. "ایضاً-----------------------------
۱۲. "خزانۂ معرفت" اس کا ایک نسخہ اورنیٹل مینا سکرپٹ لائبریری، مدراس ۵ میں موجود ہے
۱۳. "ایضاً----------------- میسور میں موجود ہے

۱۴۔ "اکتسابِ نظر از۔ڈاکٹر راہی فدائی ص ۵۵
۱۵۔ "مجلہ تحقیقات اردو جامعہ عثمانیہ ص ۶۴
۱۶۔ "ایضاً۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ص ۶۴
۱۷۔ "اکتسابِ نظر از راہی فدائی ص ۵۷ مطبوعہ 199ء
۱۸۔ "وشارم میں اردو" ص ۱۳۴ مطبوعہ 1989ء
۱۹۔ "تمل ناڈو میں اردو" از علیم صبانویدی مطبوعہ 1998ء ص ۳۰۳
۲۰۔ "ایضاً۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۳۰۳
۲۱۔ "ایضاً۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ص ۴۰۲
۲۲۔ "ایضاً۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ص ۴۰۸
۲۳۔ "ذکرِ حبیبؐ مطبوعہ 1981ء دار الاشاعت، باقیات الصالحات، ویلور

۲۴۔ "حافظ باقوی کی تمام تر کتابیں عطیہ جات اور چندوں پر اشاعت پذیر ہوئی اک حیثیت سے موصوف مدراس کے خوش نصیب شاعر اور ادیب ہیں جن کی کتابوں کو وشارم کے اہلِ ثروت احباب میں بالخصوص حضرت قبلہ جمیل باصاحب مرحوم اور محترم المقام جناب ضیاالدین صاحب نے معقول سرمایہ لگا کر منصۂ ظہور پر لایا ہے اب دیکھنا یہ ہے کہ اردو ادب کو ان کے شعری مجموعوں سے کیا فائدہ ہوا ہے اور ان سے ان کی شخصیت اور فن کا کونسا پہلو اجاگر ہوا ہے۔

۲۵۔ "تمل ناڈو میں اردو" از۔ علیم صبانویدی ص ۴۰۸
۲۶۔ "وشارم میں اردو" از مولانا حافظ باقوی (مؤلف) ۱۴۵
۲۷۔ "اکتسابِ نظر" از۔ راہی فدائی ص ۶۱
۲۸۔ "اکتسابِ نظر" از۔ راہی فدائی ص ۶۱
۲۹۔ "کتاب گھر" جس سے ہزاروں نصابیں کتابیں منظرِ عام پر آچکی ہیں اور جس کی خدمات یقیناً ناقابلِ فراموش ہیں۔



صوفی سرمد شہیدؒ

☆ از شیخ شاہ عبد الرحیم کامی قادری ویلوری مرحوم

کسی طیارہ سے دہلی کے ہوائی اڈے پر اترتے ہوئے یا دہلی کی کسی چھ سات منزلہ عمارت کی چھت پر سے شہر کا جائزہ لیا جائے تو سلطنت مغلیہ کے دور کے تاریخی نشانیاں ممتاز نظر آئینگی۔ جنمیں عالی شان قطب منیار۔ سرخ رنگ کا ہمایوں کا مقبرہ اور اسکا دلکش چمن۔ اور سرخ وسفید رنگین جامع مسجد خاص طور پر قابل الذکر ہیں۔ جامع مسجد کا نورافشاں نظارہ ایک نایاب جوہر کی طرح شہر کی سجاوت بنکر رونما ہوگا۔ ایک جذباتی شاعر اس مسجد میں داخل ہوکر وقت سحر معائنہ کرنے لگے تو اسکی درودیوار سے کئی بازگشت صدائیں اور تاریخی واقعات کے عبرتناک مناظر نظروں کے آگے گزرتے پاسکتا ہے۔ مشاہیر وقت قارئین کی روح پرور تلاوتیں عابدوں کی التجائیں۔ اندھیری راتوں میں زاہدانِ شب بیدار و درویشانِ دلِ زندہ دار کے اذکار و اشغال کے ضربوں کی ہلکی ہلکی آوزیں سنائیں پڑینگی جیسے کوئی آہنگر کی کھٹا کھٹ ہو یا عرش کے دروازے ہر کو کھٹکھٹا رہا ہو!۔ جمعہ کی یا عیدین کی نمازوں کیلئے صف بندیاں ہوتے دکھلائی دینگی۔ مختلف عطریات کی خوشبو سے دماغ معطر ہوتا ہوگا۔ مقابل واقع لال قلعے کے لاہوری دروازے سے نکلتی ہوئی شاہی سواری مع وزراء درباریوں کے گھوڑوں کی ٹاپوں کی صدائیں۔ اور یہ جلوس کی شکل میں مسجد کے مشرقی دروازے سے داخلِ مسجد ہوتے ہوئے شاید بیداری میں خواب کی طرح نظر پڑے۔ اس چھل پہل کو دماغ کی گرفت میں

لیکر گزرتا جاوے تو صحن کے احاطہ میں ایک طرف ایک زیارت گاہ اور زائرین کی چھل پہل نظر آویگی۔ جہاں مرد اور عورت یکساں نظر عقیدت پیش کررہے ہوں۔ یہ ہے وہ خلد آشیانہ جہاں حضرت صوفی سرمد شہید" اپنی مرقد پرنور میں آرام فرماہیں۔ اور اں کے سرہانے حضرت ابوالقاسم سبزداری عرف ہرے بھرے ہیر کا مزار شریف ہو گا۔ مرقد پر یہ اشعار لکھے پائنگے ۔

شریعت کیا ہے واعظ ایک معمی — طریقت نے بس اس کو حل کیا ہے
ہے بس قاضی کی طاقت ایک فتوی — اور اس فتوے پہ کس نے سر دیا ہے

شہادت ہو تو ایسی ہو شہادت ہر زبان دیدے — زمین کا ذرہ ذرہ آسماں شمس و قمر دیدے
(نوٹ: یہ اشعار جوں کے توں نقل کردئے گئے ہیں)

کہتے ہیں کہ حضرت بایزید بسطامی" کو گزرے سات پشت گزر چکے تھے کہیں دو درویش بیٹھے ہوئے تھے کہ سامنے سے ایک غریب سادہ انسان مصروف معاش لنگڑتے ہوئے گزر رہا تھا۔ ایک نے دوسری کی توجہ اس کی طرف دلاتے ہوئے کہا:

"اس لنگڑے کو دیکھ رہے ہو؟ کہتے ہیں کہ اسکا ساتواں دادا حضرت بایزید" کی شان میں گستاخی کیا اور رجعت کا شکار ہو کر ناسور کے مرض میں بتلا ہو کر مرا۔ یہ لنگڑا اسی شخص کی ساتویں پشت کی اولاد ہے۔ بے گناہ ہے۔ اس کا کیا قصور تھا کہ پشت در پشت ہوتے ہوئے یہ بھی اسی مرض میں بتلا ہے۔ دوسرے فقیر نے اپنی قوت مدد کہ کی زد سے فورا توضیح فرمائی کہ بھائی سوال قصور اور معصومیت کا نہیں ہے۔ قصوروار تو وہی تھا جس نے گستاخی کی اور سزا بھگت گیا۔ اور تیر کا نشانہ بھی وہی تھا لیکن سوال تیر انداز کی قوت بازو کا ہے۔ یاد رہے کہ بایزید" کا مارا ہوا تیر ہے۔ پشت در پشت چلا جارہا ہے۔ نہیں معلوم یہ تیر کہاں جاکر رکے گا۔

حضرت صوفی سرمد شہید کا بھی ایسا بھی عبرتناک واقعہ ہے آپ ایک مجذوب بزرگ تھے۔ اورنگ زیب کا دور حکومت تھا۔ آپ نے جامع مسجد کے صحن کے کنارے سیڑھیوں کے لب پر ایک چبوترہ جیسے مقام کو اپنا بسیرا بنا رکھا تھا۔ ایک چادر بچھالیتے اور اس پر اکثر برہنہ بیٹھ رہتے۔ جب برہنگی کا ذکر کرنا پڑا ہے تو ایک اور مثال کا ذکر ضروری سمجھتا ہوں۔ ہمارے ہی شہر ویلور کے قریب ایک مشہور تاریخی مقام آرکاٹ واقع ہے جو کرناٹک کے نوابوں کا پایہ تخت تھا اور جہاں ۳۶۰ مساجد موجود تھے۔ آج بھی کئے کھنڈرات نظر آتے ہیں البتہ بہت سے آبادی

میں کھوگئے ہیں ٹیپو اولیاء کا مقبرہ اور مسجد آج بھی موجود ہے اور آباد زیارت گاہ ہے۔

یہ حضرت قطب ویلور ؒ کے ہم عصر تھے۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت قطب ویلور ؒ ان سے کبھی کبھی راتوں رات ملاقات کر لیکر صبح مؤذن کی اذان تک اپنی خانقاہ کو واپس آجاتے۔ شہر کے مشرق میں واقع (جنکا قدیم نام مصطفےٰ گڑھ اور مرتضےٰ گڑھ ہے) پہاڑیوں کی پگڈنڈیوں کے ذریعے، میل کا راستہ آسانی سے عبور کر لیتے۔ ایک روز حضرت کو دن کے وقت جانے کا اتفاق ہوا۔ کہا جاتا ہے کہ اس دن حضرت ٹیپو اولیا نے ایک انسان کی چادر چھین کر اپنے جسم اور ستر کو ڈھانپ لیا۔ اس غیر معمولی حرکت کی وضاحت کسی نے پوچھا تو کہنے لگے کہ آج ایک "انسان" آنے والا ہے۔ پوچھا کہ کیا ہم سب آپ کی نظر میں انسان نہیں نظر آتے تو کہا۔ آنکھ بند کر کے دیکھ لو۔ جونہی اس نے آنکھ بند کر کے دیکھا تو بازار میں سوائے بندر، گدھے، کتے اور برے جانوروں کے ایک بھی انسان نظر نہیں آیا۔ یہ واقعہ مثال کی طور پر حضرت صوفی سرحد کے موضوع سے ہٹ کر لکھنا پڑا۔

یہ تاریخی حقیقت ہے کہ شاہنشاہ شاہ جہاں نے وصیت کی تھی کہ تخت طاؤس کا وارث دارا شکوہ ہوگا۔ یہ شہزادہ ناحق اورنگ زیب کے ہاتھوں قتل ہوا اور بے راہ و رسم اپنے دادا ہمایون کے قریب دفن کیا گیا یہ فلسفہ دان۔ عالم۔ فقراء نواز درویش مزاج۔ فقیروں اور فقیہوں کی صحبت میں رہا کرتا تھا۔ ہر مذہب والوں سے ایک ہی سلوک کرتا تھا۔ ہر دلعزیز بنا۔ لیکن اورنگ زیب کی ہوس تخت کی وجہ افغانستان کو ہجرت بھی کرنا پڑا۔ آخر کار باپ کے ساتھ قیدی بنا اور مارا گیا۔ حضرت صوفی سرمہ چونکہ دار اشکوہ کے حامی تھے اور رنگ زیب کی نظر سے بچ نہ سکے ان کی گرفتاری کیلئے حیلہ کی تلاش تھی۔ موقع پرست درباری بھی بہکا رہے تھے کہ اس فقیر سے خطرہ لاحق ہوسکتا ہے۔ لیکن اس حق پرست فقیر کے آنکھ ملانے کی جرائت نہ تھی۔ انکے رعب کی وحشت طاری ہوجایا کرتی تھی۔

ایک وقت کا واقعہ ہے کہ اورنگ زیب نے مسجد میں معہ امراء داخل ہوتے ہوئے دیکھا کہ یہ فقیر اپنی چادر پر برہنہ بیٹھے ہیں۔ مڑکر دیکھا اور فقیر نے گھور کر دیکھا اور کہا "کس کس کا ستر ڈھانکوں" چادر کا ایک کونہ اٹھایا اور بتلاتے ہوئے کہا "دیکھ تیرا ستر چھپائے بیٹھا ہوں" اورنگ زیب نے دیکھا تو اپنے مقتول بھائیوں کے سر وہاں دکھائی دیئے۔ فقیر نے چھپادیا اور اورنگ زیب سہم کر لاجواب مسجد میں داخل ہوگیا۔

اب اس مشہور واقعہ کی طرف آرہا ہوں جو حضرت صوفی سرمد ؒ کی شہادت کا باعث ہوا اور سلطنت مغلیہ کے زوال کا پیش خیمہ بنا۔ ایک دن اورنگ زیب (جیسا کبھی کبھی وقوع میں آتا تھا) مسجد میں نماز کیلئے جلوہ افروز تھے۔ ورنہ انکا معمول تو لال قلعہ کے اندر واقع موتی مسجد تھا) صوفی سرمد نے بھی اتفاقاً تہیہ کر لیا کہ چلو آج ہم بھی

صف میں کھڑے ہوجائیں۔ مسجد پوری سجاوٹ کے ساتھ بھری ہوئی تھی۔ جوں ہی تکبیر تحریمہ کے بعد امام نے قرائت شروع کی تو صوفی سرمدؒ نے للکارا: "جو کچھ تیرے دل میں ہے وہ میری ٹھوکر میں ہے" اور صف سے نکل کر چل دئے۔ اپنے مقام پر واپس آکر بیٹھ گئے۔ اورنگ زیب کو یہ حرکت اور توہین نہایت مشاق گزری نماز کے اختتام پر دریافت کی۔ فقیر کو بلوایا۔ فقیر نے جواب میں کہا کہ امام قرائت کے آغاز ہی میں سوچ رہا تھا کہ آج شہنشاہ میرا مقتدی بنا ہے۔ اے کاش۔ میری قرائت پسند آجائے اور میں نوازا جاؤں .... مالا مال ہو جاؤں .... اسی لئے کہا تھا کہ تیرے دل میں جو ہے وہ میری ٹھوکر میں ہے۔ ایسے امام کے پیچھے کیسی نماز ہوگی؟ شہنشاہ نے امام سے دریافت کیا کہ آیا یہ سچ ہے۔ امام نے لرزتے لہجے میں جواب دیا کہ جان کی امان چاہتا ہوں جہاں پناہ۔ یہ سچ ہے کہ ناگہاں یہ خیال میرے دماغ سے گزرا تھا۔ فقیر نے سچ کہا۔ شہنشاہ اس شرعی مقدمہ کو دربار شاہی میں پیش کرنے کا حکم صادر فرماتے ہوئے محل کا رخ کیا۔

قصہ مختصر دربار شاہی میں فقیر کو پیش کیا گیا۔ مفتیاں شرع متین نے ایک آواز میں فیصلہ سنایا کہ فقیر کی حرکت غیر شرعی اور قابل سزا ہوگی۔ اگر امام کے پیچھے نماز درست نہ تھی تو وہ اپنی نماز کا اعادہ کر سکتے تھے لیکن جماعت میں صف شکنی ناجائز حرکت تھی۔ اب کیا تھا۔ اس فقیر سے چھٹکارا پانے کیلئے اس سے بہتر کیا موقعہ ہوسکتا تھا۔ فقیر سے مخاطب ہوکر پوچھا فتویٰ سنا آپ نے؟ کیا آپ کو مسلمان ہونیکا دعویٰ ہے فقیر نے کہا "الحمد اللہ" شہنشاہ نے طلب کیا۔ کلمہ پڑھو۔ فقیر پڑھا "لا الہ" اور خاموش ہوگئے شہنشاہ نے کہا۔ "آگے پڑھو" فقیر نے کہا۔ بس ہنوز اسی منزل پر ہوں۔ پھر کیا تھا۔ زرین موقعہ ہاتھ آیا۔ فتویٰ طلب کیا۔ کفر کا الزام ثابت ہوا۔ شاہی حکم ہوا کہ اس فقیر کی گردن ماردی جائے۔ جلاد کو آگے بڑھتے دیکھا تو حضرت صوفی سرمد نے مسکرا کر کہا "بیا بیا۔ ندائے تو شوم۔ بہر صورتے کہ می آئی من ترا خوب می شناسم" (آ۔ آ فدا ہوں تجھ پر۔ تو جس صورت میں بھی آوے میں تجھے خوب پہنچانتا ہوں) اور سر دے دیا۔ (انّ للہ وان الیہ راجعون) سر نیچے گرا۔ بیٹھا اورنگ زیب کی آنکھوں سے آنکھ ملا کر للکارا۔ "الا اللہ ......" اور تن کھڑا رہا۔ اورنگ زیب کے رونگٹے کھڑے ہوئے۔ فوری احساس ہوا "یہ میں نے کیا کروا دیا"؟ تخت سے کانپتے ہوئے اٹھا اور بے اختیار اس سر کی طرف بڑھا۔ لیکن تن آگے بڑھا اور اپنا سر اٹھالیا۔ سر سے ٹپکتے ہوئے خون سے انگلی بھگو کر دیوار پر یہ شعر لکھا ؎

سر در رہ حق فدا شد کہ بجا شد ‎ ‎ ‎ ‎ ‎ ‎ ایں بار گراں بود بجا شد کہ ادا شد

(سر حق کی راہ میں فدا ہوا۔ اچھا ہوا۔ یہ گراں بوجھ تھا۔ اچھا ہوا کہ ادا ہوا) کہا جاتا ہے کہ حضرت شمس

تبریزؒ (جو ایسی ہی حالت میں شہید ہوئے تھے) کی آواز آئی کہ اہل طریق کیلئے ایسی شعب بازی جائز نہیں۔ تن نے فورا سر ڈال دیا اور گر پڑا۔ اورنگ زیب کی حالت پاگل سی ہو گئی بہکی بہکی زبان میں دربار بزخاست کیا اور داخل محل ہو گیا۔ محل میں ایک اندھیرا چھا گیا۔ یہاں سے سلطنت مغلیہ کا زوال شروع ہو گیا۔ باقی تاریخ کی روشنی میں دیکھے جاسکتے ہیں۔ مولانا ابوالکلام آزاد حضرت صوفی سرمد شہید کے نہایت معتقد تھے۔ از روئے وصیت اسی مزار کے قریب انہیں دفن کیا گیا ہے۔ اپنے ایک مکتوب میں انہوں نے بھی سلطنت مغلیہ کے زوال کو اس فقیر کے خون ناحق کا نتیجہ بتلایا ہے۔ حضرت بایزید کے مارے ہوئے تیر کے اثر کی طرح اس خدا ترس فقیر کے خون ناحق کا اثر آج تک اس برصغیر کے مسلموں کو اپنے زد میں لئے ہوئے ہے۔ اہل عقیدت مان سکتے ہیں اس حقیقت کو ٹھیک اسی طرح مصر کے ناتجربہ کار نوجوان صدر ناصر نے بھی "حضرت سید قطب" ۱۹۰۶ء۔ ۱۹۶۶ء کو "مسلمہ برادر ہوڈ" کی سیاسی تحریک میں شرکت کا الزام لگا کر سولی پر لٹکا دیا۔ ترکی، سعودی عرب اور پاکستان کے مسلم ممالک کی اپیل کو ٹھکرا دیا۔ نتیجہ میں فورا بعد یہودیوں کے ہاتھ شدید ذلت کا شکار ہوا۔ دنیا میں وقار کھو بیٹھا۔ اور مصر کا زوال ہوا۔ جب انوار السادات نے باگ ڈور سنبھالی تو پھر مصر کا سر بلند ہوا۔

قلندر جز دو حرف لا الہ کچھ نہیں رکھتا ـــ فقیہ اک شہر قاروں ہے لغت ہائے حجازی کا
نہ چھڑان خرقہ پوشوں کو ارادت ہو تو دیکھ انکو ـــ ید بیضا لئے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں
کوئی اندازہ کرسکتا ہے ان کے زور بازو کا ـــ نگاہ مرد مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں
دم عیسی کے برابر ہے دم درویشاں ـــ باعث رد بلا ہے دم درویشاں

مختصر سوانح حیات



حضرت سید خواجہ رحمت اللہ شاہ صاحب نائب رسولؒ

رحمۃ اللہ علیہ رحمت آباد شریف ضلع نیلور [آندھرا]

محمد شفاعت احمد سلیم ۔ اردو پنڈت، وی آر ہائی اسکول، نیلور۔ اے پی

حضرت خواجہ رحمت اللہ نائب رسولؒ کے والد صاحب :

حضرت خواجہ عالمؒ نقشبندی ملک توران سے ہندوستان تشریف لائے حضرت خواجہ عالمؒ نے اپنی رہائش کیلئے موضع بلگاؤں جو علاقہ بیجاپور میں واقع ہے پسند کیا اور وہیں مستقل سکونت اختیار فرمائی ہیں پر آپ نے ایک نیک بی بی سے نکاح فرمایا جنکے بطن سے فرزند تولد ہوئے جو چرغ ولایت پر نائب رسول کے ممتاز لقب کے ساتھ مشہور ومعروف ہوئے۔

حضرت خواجہ رحمت اللہ نائب رسولؒ کی ولادت :

مورخین نے حضرت خواجہ رحمت نائب رسولؒ کی ولادت کا سن ۱۱۰۵ ھجری بتایا ہے، اس لحاظ سے آپ بارہویں صدی ہجری کے اوایل میں تولد ہوے۔ آپ کی پیدائش مقام بلگاؤں ضلع بیجاپور میں ہوئی۔ آپ سے عالم شیر خواری میں بعض ایسی علامتیں نمایاں ہوئیں کہ دیکھنے والوں کو آپ کے ولی ہونیکا یقین ہوگیا۔

تعلیم و تربیت :

حضرت خواجہ رحمت اللہ نائب رسولؐ سرکار اپنی والدہ صاحبہ کے پردہ فرمانے کے بعد اپنے والد محترم سے اجازت لیکر قمر نگر (موجودہ کرنول) تشریف لائے اور اپنے عزیزوں کے ہاں قیام کیا۔ علوم متداولہ کے حصول کا آغاز فرمایا، کرنول کے مستند علمائے کرام کے آگے زانوئے ادب تہہ کیا اور بہت جلد قرآن حکیم، حدیث شریف، فقہ، کلام، منطق فلسفہ، شعر و حکمت وغیرہ کی تکمیل کرلی اور اپنے اساتذہ سے سند تکمیل حاصل کرکے علوم متداولہ کی ظاہری تعلیم کا مرحلہ طے کیا۔

مجاہدات :

علوم ظاہری کی تحصیل و تکمیل کے بعد آپ علوم باطنی کی طرف متوجہ ہوئے اور اس کیلئے بیحد کسب وجدوجہد کی۔ کرنول میں ایکبار بارش کے نہ ہونے سے قحط سالی کی صورت پیدا ہوگی تھی۔ مخلوق خدا پریشان تھی، نواب کرنول نے خود آپ کے پاس آکر بارش کیلئے دعا کی استدعاء کی۔ آپ نے بارگاہ الہی میں دعا فرمائی، چند لمحات میں زوردار بارش شروع ہوگئی۔ اس فرق وعادت کے ظہور کے بعد آپ نے فیصلہ کرلیا کہ اب نواب کی ملازمت اور کرنول کی سکونت دونوں کو ترک کردینا چاہئے چنانچہ آپ ایسا ہی کیا۔

پیر کامل سید علوی بروم کی خدمت میں :

پیر کامل کی جستجو نے حضرت خواجہ رحمت اللہ نائب رسولؐ کو حضرت سید علوی بروم کی خدمت عالیہ میں حاضر کردیا، حضرت خواجہؒ نے صبح کی نماز سے رات گئے تک مرشد کی خدمت میں حاضری دی اور تھوڑی دیر سوکر پھر تہجد سے نماز فجر تک درود و وظائف میں مشغول ہوجاتے، ریاضت و مجاہدہ نے چند دنوں میں کندن کی طرح آپؒ کو چمکا دیا، مرشد نے جب محسوس کرلیا کہ بیعت کی تمام شرائط پوری ہوگئی بلکہ توقع سے کہیں زیادہ کسب و مجاہدات ہوچکے اور انہیں حلقہ ارادت میں شامل کیا جاسکتا ہے تو انہوں نے ایک دن **فرمایا،** خواجہ اب عطائے نعمت کا وقت آگیا ہے تمہیں آج چاروں سلاسل طریقت میں مرید کرکے صاحب اجازت بناتے ہیں۔ یہ تمہارے بے مثال کسب اور مجاہدات کا ثمر ہے۔ تمہیں بیک وقت ان چاروں سلاسل کے فیوض و انوار کا محیط بنایا جارہا ہے چنانچہ حضرت سید علوی برومؒ نے آپؒ کو چاروں سلاسل یعنی، قادریہ، چشتیہ، نقشبندیہ، اور سہروردیہ میں مرید فرمایا۔

عطائے خلافت :

مریدی کے بعد حضرت خواجہ رحمت اللہ نائب رسولؐ نے پیر و مرشد کے حکم کی تعمیل میں عرصہ دراز

تک مختلف سلسلوں کے معمولات اور مجاہدات کیلئے سخت مشقت اٹھائی اور انکی تکمیل کرلی تو پیر و مرشد کے تعمیل ارشاد ائمہ طریقت میں حضرت خواجہ رحمت اللہ سے فرمایا کہ اب تمہیں ہم نے اپنے پیر کامل سے حاصل کیا تھا گویا راہ سلوک میں حضرت خواجہ رحمت اللہ کیلئے یہ فضیلت کا دستار اور تکمیل کی سند تھی، پیر و مرشد نے انہیں چاروں سلاسل عالیہ، قادریہ، چشتیہ، نقشبندیہ اور رفاعیہ میں خلافت عطا کی۔

دیدار حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم سے سرفراز ہونا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بلاوے پر حجاز کا سفر کرنا :

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی تعمیل میں آپ نے فورا رخت سفر باندھا اور عزم حجاز فرمایا۔ آپ کے چاہنے والوں معتقدین اور احباب ہی نہیں بلکہ خود آپکے مرشد کامل سید شاہ علوم نے بھی مسرت کا اظہار کیا اور جب انہوں نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت کی بابت سنا تو خواجہؒ کو لپٹا لیا پیشانی چومی اور انہیں اس انعام مصطفویؐ پر مبارک باد دی، پیر و مرشد کے حکم کے مطابق ایک مبارک دن آپ نے ارادہ حجاز کے ساتھ سفر کا آغاز کیا، آپ بحری جہاز کے ذریعہ حجاز مقدس کے سفر پر روانہ ہوئے۔

بحری راستہ سے حجاز مقدس کے ساحلی شہر جدہ پہونچے وہاں سے دو روز کے سفر کے بعد مکہ مکرمہ کی مقدس سرزمین میں قدم رکھا حج کیلئے ابھی کافی دن تھے۔ آپ نے اس دوران کئی عمرے فرمائے اور ہمہ وقت صحن حرم میں ذکر و تسبیح میں مشغول رہا کرتے۔ ایک لمحہ نگاہ کعبہ سے نہ ہٹاتے۔ حج کے ایام تک آپ کے شب و روز اسی طرح گذرنے لگے۔ ماہ ذی الحجہ میں اپ نے حج کی سعادت حاصل فرمائی، مکے میں قیام کے دوران آپ نے عرب کے علماء اور کاملین میں شامل رہے۔

آپؒ کے حجاز آنے کا سبب بلاشبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حکم طلبی تھا تاکہ آپؒ باطنی فیوض سے بہرہ مند کئے جائیں۔ حج کی سعادت سے فراغت کے بعد آپ بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضری کیلئے مدینہ کا عزم کیا۔ مکہ مکرمہ سے مدینہ طیبہ تک کئی مقامات پر قیام فرمایا، آپ مدینہ منورہ پہنچے کے بعد جتنے دن مدینہ میں قیام رہا کبھی پیروں میں چپل نہ پہنی ہمیشہ یہ خیال رہتا کہ جس مقدس سرزمین پر آقاؐ کے قدم پڑھے ہوں وہاں تعلین پہن کر غلام کسطرح چلے، چنانچہ پابرہنہ چلا کرتے، حاضری دربار سے قبل تازہ وضو کرکے مسجد نبویؐ میں داخل ہوتے، دوگانے تحیۃ الوضو اور تحیۃ المسجد کی ادائیگی کے بعد ہمیشہ پائیں سے خواجہ شریف کی طرف بڑھتے اس وقت آپ کپکپی سی طاری ہوجاتی وفور محبت و ادب سے چہرہ سرخ ہوجاتا آنکھیں اشکبار اور زبان پر درود سلام کا سلسلہ جاری

رہتا دل محوشوق رہتا، سر میں سودائے عشق نبیؐ رہتا جتنی دیر دربار نبویؐ حاضری رہتی با ادب نظریں نیچی کئے مصروف درود وسلام رہتے۔

حضرت سید اشرف مکیؒ کی خدمت میں حاضری :

حج و زیارت کی سعادتوں سے بہرہ بندی کے بعد حسب ارشاد نبویؐ حضرت سید اشرف مکیؒ کی تلاشی میں سفر اختیار فرمایا آخر کار پتہ چلا کہ وہ کوہ ابوقبیس پر مراقب رہا کرتے ہیں حضرت خواجہ رحمت اللہ نائب رسولؐ نے مولانا اشرف مکیؒ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوئے جس وقت آپ وہاں تشریف لے گئے تو دیکھا کہ حضرت سید اشرف مکیؒ مراقبہ میں ہیں، حضرت خواجہؒ ادب کیساتھ حضرت اشرف مکیؒ کے روبرو بیٹھ گے، جب موصوف نے مراقبہ سے فراغت حاصل کی تو دیکھا کہ سامنے رحمت اللہ بیٹھے ہیں، پہچان لیا اور خود ہی مخاطب ہوئے، اسلام علیکم فرمایا جواب کے بعد گفتگو کا سلسلہ جاری ہوا، حضرت سید اشرف مکیؒ نے فرمایا رحمت اللہ میں نے جب سے آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم پایا ہے تمہارا منتظر تھا، تم خوب آئے، حضرت سید اشرف مکیؒ نے خود دوگانہ ادا فرمایا اور خواجہ رحمت اللہ سے بھی فرمایا کہ دوگانہ ادا کرو، اسکے بعد حقائق ومعارف کے دفتر کھولے خواجہ رحمت اللہ کو سارے علوم باطنی کی تعلیم فرمائی یہ سلسلہ عرصہ تک جاری رہا، حضرت سید اشرف مکیؒ اور حضرت خواجہ رحمت اللہ ہفتوں بلکہ مہینوں تنہا اس بحرذخار کی سیر کرتے رہے۔ آخر کار حضرت اشرف مکیؒ نے تمام علوم سے حضرت خواجہ رحمت کو سرفراز فرمایا۔

وطن کو واپسی :

حضرت خواجہ رحمت اللہ نائب رسولؐ نے حضرت سید اشرف مکیؒ سے اکتساب فیض اور تکمیل علوم باطنی اور راہ سلوک کے رموز و اسرار سے آگہی نیز اپنا حصہ حاصل کرلینے کے بعد مکہ مکرمہ میں عمرہ ادا کیا اور وطن واپسی کے ارادہ سے جدہ روانہ ہوئے جدہ سے بحری جہاز کے ذریعے ہندوستان آئے، سورت میں آپؒ نے حضرت سید شاہ رضا علی گجراتی کی خدمت میں حاضری دی، یہاں حضرت خواجہؒ نے بہت دن قیام فرمایا، شاہ رضاؒ سے خوب اکتساب کیا اور دوبارہ سلسلہ نقشبندی میں خلافت و اجازت حاصل کرلی، آپ نے شاہ رضاؒ سے اجازت طلب کی اور سورت سے روانہ ہوگئے، آپ جس گاؤں یا قریہ میں پہنچے لوگوں کو آپؒ کی آمد کی اطلاع ہوجاتی اور وہ جوق در جوق آپ سے ملنے کیلئے آیا کرتے۔

کرنول میں آمد :

حضرت خواجہ رحمت اللہ نائب رسولؐ نے سورت سے کرنول شریف لائے کونول کے قیام کے دوران آپ نے باضابطہ درس و تدریس اور وعظ و نصیحت کا سلسلہ شروع کیا۔

حضرت سید احمد رفاعیؒ سے استفادہ :

کہا جاتا ہے کہ حجاز مقدس روانگی سے قبل آپؒ نے میلاپور (صوبہ مدراس) کا دور فرمایا تھا اور اپنے وقت کے مرشد کامل حضرت سید احمد رفاعی سے استفادہ کی درخواست کی تھی جسکے جواب میں انہوں نے فرمایا تھا کہ تمہارا حصہ اور تمہاری نعمت حضرت سید اشرف مکی کے ہاں محفوظ ہے پہلے اسے حاصل کرلو پھر بعد میں جب ادھر آؤ تو میرے پاس جو کچھ ہے تمہیں نذر کروں گا۔ مشہور ہیکہ آپؒ نے میلاپور سے حجاز کی روانگی کیلئے سمندری سفر شروع کیا تھا۔ بہرحال آپؒ نے حجاز سے واپسی کے بعد میلاپور میں حضرت سید احمد رفاعیؒ سے ملاقات کی اور ان سے پورا استفادہ باطن کیا۔

کڑپہ میں قیام :

ایک طویل عرصہ کرنول میں قیام کے بعد آپ نے کڑپہ کا ارادہ کیا۔ کرنول کے لوگوں کی تعلیم و تربیت کے بعد آپؒ کی دوسری منزل کڑپہ تھی۔ کرپہ کے لوگوں نے آپؒ کو سر آنکھوں پر بیٹھایا اور آپؒ کی ذات والا صفات سے بھرپور استفادہ کیا۔

انا سمندر کی پہاڑی پر قیام :

کڑپہ میں جب خلائق کا ازدہام بڑھ گیا اور ہر وقت مجمع لگا رہتا تو آپ نے یکلخت فیصلہ کرلیا کہ کڑپہ کی آبادی سے دور ایک سکون مقام پر منتقل ہوجائیں چنانچہ آپؒ نے انا سمندر (ضلع نیلور) ایک پہاڑی کو اپنی سکونت کیلئے پسند فرمایا اور فرد کش ہوگئے۔ آپؒ کے چاہنے والوں کا یہاں بھی ہجوم رہنے لگا۔ البتہ یہاں آپؒ کے معمولات کسی قسم کی دخل اندازی نہ ہوا کرتی، مخلوق خدا یہاں رات دن آپؒ سے فیض اٹھانے آیا کرتی۔

رحمت آباد شریف :

اسی دوران قلعہ دار اودگیر (ضلع نیلور) سید عبد القادر خاں جو بڑا با اثر رئیس تھا آپؒ کے حلقہ ارادت میں شامل ہوا،اور کئی گاؤں بطور جاگیر آپ کو نذر کئے حضرت خواجہؒ نے انہیں لینے سے انکار کیا اس نے طرح طرح سے کوشش کی کہ کسی طرح آپؒ کو مادی فائدہ پہنچائے لیکن آپؒ نے مسلسل انکار کیا، رحمت آباد حضرت خواجہ رحمت اللہ نائب رسولؐ نے بسایا اور مسجد بھی آپؒ نے بنائی۔

مولوی عبد الجبار خان ملکاپوری صاحب نے تاریخ محبوب ذوالمنن تذکرہ اولیاء دکن نے بیان کیا ہے کہ سید عبد القادر خان قلعہ دار اودگیر کے اصرار کے باوجود آپ نے مختلف گاؤں اور مواضعات کو بطور جاگیر قبول کرنے سے انکار کردیا، خود حضرت ؒ نے اپنے ذاتی صرفہ سے سید عبد القادر خان قلعہ دار اودگیر سے زمین خریدی رحمت آباد (ضلع نیلور) کی زمین کا بیعنامہ ۱۱۶۱ ھجری میں ہوا، اس بیعنامہ پر قلعہ دار اودگیر کی مہر ثبت ہے، حضرت خواجہ ؒ نے ۱۱۶۴ ھجری سے یہاں پر مستقل رہنے لگے اور ایک بستی بسائی اس کا نام رحمت آباد رکھا۔ یہی نہیں بلکہ اس میں مسجد تعمیر فرمائی اور اسکو مدینہ مسجد کے نام سے موسوم فرمایا، مسجد سے متصل آپ ؒ مدرسہ قائم کیا، اور ساتھ ہی ایک خانقاہ بھی بنائی آپ کا معمول تھا کہ آپ پانچ وقت کی نمازیں اسی مسجد میں باجماعت ادا کرتے۔

سفر بغداد :

مختلف معتبر حوالوں سے پتہ چلتا ہے کہ آپ نے متعدد سفر کیئے بیرون ہند آپ کے دو سفر ہوئے، ایک حج وزیارت کیلئے حجاز مقدس کا اور دوسرا آپ نے عراق کا کیا، جہاں بغداد معلی میں آپ نے روضہ حضرت سیدنا شیخ عبد القادر محی الدین جیلانی پر مراقبہ فرمایا، اور کئی کئی رات کھڑے ہوکر فیضان باطنی سے استفادہ کیا، آپ ؒ نے یہ سفر یقینا سفر حجاز کے بعد ہی کیا ہوگا کیونکہ حج وزیارت کے پہلے کسی اور بڑے سفر کا حال نہیں ملتا، حضرت خواجہ رحمت اللہ نائب رسولؐ کو حضور غوث الثقلین کی ذات گرامی سے بے پناہ عقیدت اور لگاؤ تھا۔ آپ سے جنوبی ہند میں سلسلہ قادریہ کا بہت بڑا فیضان جاری ہوا۔

وصال پر ملال :

جب آپ کی عمر ۹۰ سال سے تجاوز ہوگی تو اکثر ضعف کے سبب طبیعت خراب رہنے لگی، ایک بار اپنے چہیتے مرید عبد القادر خاں کے اصرار پر رحمت آباد سے اودگیر تشریف لے گئے وہاں اچانک آپ ؒ بیمار بڑگے، بخار اور لرزہ کی وجہ سے حالت متغیر ہوگئی اسکے ساتھ عارضی پر ایک قرحہ نمودار ہوا دن بدن حالت بگڑنے لگی، آخر کار ایک مہینہ کے شدید عارضہ کے بعد قلعہ اودگیر میں ۲۶ ربیع الاول ۱۱۹۵ ہجری کو بروز پنجشنبہ رحلت فرمائی دوسرے دن یعنی جمعہ کو نماز جنازہ ادا کی گی اور رحمت آباد لاکر آپ ؒ کو سپرد لحد کردیا گیا۔

حضرت میر غلام علی آزاد بلگرامی جو آپ کے مرید خاص و خلیفہ حضرت رفیع الدین قندھاری کے رفیق خاص تھے آپ کی تاریخ وفات بزبان فارسی نظم کی۔

شئے ملک ولایت رحمت اللہ | زدنیا سوئے عقبی رحت بربست
اگر پر سند تاریخ وصاش | بگو بار رحمت اللہ پیوست ۱۱۹۵

شیوخ

باران رحمت میں آپ کے شیوخ عظام کے بارے میں تفصیلات دی گی ہیں، یہاں انکے اسمائے مبارکہ پیش کئے جاتے ہیں۔

حضرت خواجہ رحمت نائب رسولؐ کو خواجہ دکن حضور بندہ نواز گیسودرازؒ سے نسبت اویسی حاصل تھی، آپ نے ان سے فیضان باطن حاصل فرمایا تھا خواجہ محترم نے حضرت شیخ علوی ہردمؒ سے بیعت کی تھی، اپنے شیخ کی نگرانی میں سلسلہ قادریہ کے اوراد واذکار میں اس قدر کمال حاصل کیا کہ آپ کو امام الطریق قادریہ حضرت غوث اعظمؒ کی بارگاہ سے اعزاز روحانی حاصل ہوا، حضرت سید علوی بردمؒ کے علاوہ سلسلہ قادریہ میں آپ نے حضرت غوث اعظمؒ بارگاہ سے اعزاز روحانی حاصل ہوا، حضرت سید علوی بردمؒ کے علاوہ سلسلہ قادریہ میں آپ نے حضرت سید شاہ علی رضا گجراتی سے بیعت فرمائی اکتساب فیض کیا، بعد اذاں مکہ مکرمہ کے شیوخ حضرت سید اشرف مکی عجلاتیؒ سے شرف بیعت حاصل کیا اور انکی صحت مبارکہ سے بے انتہا استفادہ کیا۔

خلفاء :

حضرت خواجہ رحمت اللہ نائب رسولؐ کے سلسلہ میں یوں تو لاکھوں اہل اسلام داخل تھے۔ لیکن جھیں آپکی خاص فیض و محبت اور قربت کا یسر آیا، وہ چند گنے چنے افراد ہیں جنمیں اکثر کو آپؒ نے نعمت خلافت سے سرفراز فرمایا ان بزرگ ہستیوں کے نام یہ ہیں۔

حضرت سید مرتضی (ادھونی ضلع کرنول)

حضرت محمد سرورؒ (نیلور)

حضرت سید شاہ صبغۃ اللہؒ عرف باواصاحب (بابن شاہ ولی، نیلور)

حضرت محمد قطبؒ

حضرت عنایت اللہؒ

حضرت شاہ ولی اللہ

حضرت سید شاہ ابوالحسن قربیؒ جامعہ لطیفہ عربیہ حضرت مکان ویلور (آپ نے خواجہ رحمتؒ سے سلسلہ

نقشبندیہ میں شاید خلافت حاصل کی تھی)

حضرت سید علی محمدؒ

حضرت سید شاہ محمد نظام الدینؒ عقیدہ الطابین

حضرت سید عبدالکریمؒ

حضرت شاہ رفیع الدین قندھاری (اورنگ آباد)

ازواج و اولاد :

مستند تذکروں سے پتہ چلتا کہ حضرت خواجہؒ نے ۲ شادیاں فرمائیں آپ کی پہلی زوجہ محترمہ کے بطن سے آپ کو ایک صاحبزادی تولد ہوئیں، لیکن وہ بچپن ہی میں انتقال کر گئیں، پھر آپ کے ہاں کوئی اولاد نہ ہوئی، بعد میں آپ نے دوسری شادی فرمائی ان سے بھی اولاد نہ ہوسکی، آپکی زوجہ محترمہ دوم کا نام حبیبہ خاتون تھا۔

حضرت حبیبہ خاتون، بڑی عابدہ، زاہدہ نیک اطوار اور باکردار خاتون تھیں، حضرت حبیبہ خاتون نواب کرنول کی صاحبزادی تھیں، کونول کی تاریخ میں اس سے قبل کوئی ایسا واقعہ نہیں ہوا کہ ایک حکمران کی اکلوتی بیٹی ایک فقر باصفا مرد کامل اللہ والے کے حبالہ نکاح میں دیدی جائے، حضرت حبیبہ خاتون باوجود اس بات کہ ایک رئیس حکمران کی دختر تھیں، صوم وصلوۃ کی سخت پابند، متشرم پردہ دار اور نیک خصلت بی بی تھیں، حضرت خواجہ محترم کی صحبت عالیہ میں رہ کر وہ عابدہ، زاہدہ و حمیدہ، عصر اور رابعہ دوان بن گئیں حضرت حبیبہ خاتون نے غیر مسلم عورتوں میں تبلیغ دین بین کے ضمن میں بے حد دلجمعی کے ساتھ کام کیا اور بہت تھوڑے عرصہ میں زیادہ تعداد میں لوگوں کو راہ راست پر لگا دیا، حضرت حبیبہ خاتون حضرت خواجہ رحمت اللہ نائب رسولؐ کی وصال کے تقریبا ۱۸ برس بہ حیات رہیں۔ انہوں نے اپنے زیورات اور اپنی ذاتی رقم سے حضرت خواجہؒ کا مزار مبارک تعمیر کروایا، آخر اسی مبارک مہینہ یعنی ربیع الاول شریف کے، تاریخ کو اس دار فانی سے ملک بقا کو سدھارے۔ اگر چہ آپ احتراما حضرت خواجہ رحمت اللہ نائب رسولؐ کے پہلو میں دفن ہونے سے گریزاں تھیں، کہا جاتا ہے کہ اس سلسلہ میں آپ نے ایک وصیت بھی کردی تھی، مگر آپ کے مقام مرتبہ تقرب وتقوی اور خدا دوست ہونے کے ناطے لوگوں آپ کو صحیح جگہ یعنے حضرت خواجہ رحمت اللہ نائب رسولؐ کے پہلو میں دفن کیا۔

تقاریب عرس شریف :

حضرت خواجہ رحمت اللہ نائب رسولؐ سرکار کے سالانہ عرس مبارک کا آغاز ۱۲ ربیع الاول سے ہے،

(بقیہ صـ 28 پر)

ختم نبوت اور ہماری ذمہ داری

☆ یم۔اے محمد حنیف ویلوری
متعلم دار العلوم لطیفیہ مکان حضرت قطب ویلور

لا یمکن الثناء کما کان حقہٗ بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

ہر سال جب ماہِ ربیع الاول کا چاند نظر آتا ہے تو امتِ مسلمہ کے ہر فرد کے دل میں خوشی وانبساط کی ایک خاص کیفیت پیدا ہوتی ہے یہی وہ ماہِ مبارک ہے جس میں ہمارے آقا رہبر ورہنما رحمۃ للعالمین سید المرسلین خاتم النبین جوامع الکلم اور مجسم اخلاق حسنہ، حضور نبی اکرم حضرت محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا میں تشریف لائے تاکہ بگڑی ہوئی انسانیت کے سامنے کتاب ہدایت کی آیات پڑھ کر سنائیں۔ لوگوں کے قلوب کا تزکیہ کریں اور کتاب وحکمت کی انھیں تعلیم دیں۔ مسلمان مرد وعورت حضورؐ کو اپنی جانوں سے زیادہ عزیز رکھتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ آپ کی سیرت آپ کے اوصاف وخصائل اور فضائل ونیز آپ کی تعلیمات واحکام سے زیادہ سے زیادہ آگاہی حاصل ہو یہی وجہ ہے کہ آغازِ ماہِ ربیع الاول کے ساتھ ہی محافل ومجالس سیرتِ پاک کا جگہ جگہ خصوصی اہتمام کیا جاتا ہے یہ ایک بالکل فطری امر ہے اپنے محبوب آقاؐ کی ولادت باسعادت کے اس مبارک مہینے میں آپ کے پیرو زیادہ سے زیادہ آپ کے تذکرے کے ذریعے اپنے ایمان کو تازہ کریں آپ کے ساتھ اہل ایمان کے والہانہ لگاؤ اور محبت کا عین تقاضہ ہے آپؐ کی حیاتِ طیبہ کو اس ماہ میں اہتمام کے ساتھ جگہ جگہ بیان کیا جاتا ہے

نیز تذکروں کے ذریعے جہاں آپ کے ساتھ اظہارِ حقیقت یا برکت وثواب کے حصول کا جذب کار فرما ہوتا ہے وہیں آپؐ پر ایمان اور آپؐ کے ساتھ مکمل وابستگی کا یہ عین تقاضہ ہے کہ محبت کے ساتھ ساتھ اطاعت وعقیدت کے ساتھ ساتھ اتباع اور عظمت واحترام کے ساتھ ساتھ آپ کے دئے ہوئے احکام کا لزوم اور منع کردہ باتوں سے مکمل پرہیز کے تقاضوں کو عامتہ المسلمین پر خوب واضح کیا جائے آج انبیائی مشن کی غرض وغایت کے بس [illegible] ریں ختم نبوت کے بعد ہماری ذمہ داری کیا ہوگی اس موضوع پر غور کریں قرآن ہمیں بتلاتا ہے کہ خوشخبری سنانے اور ڈرانے والے رسولؐ عزیز وحکیم اللہ

کی طرف سے اس لئے بھیجے گئے ہیں کے ان کی آمد کے بعد لوگوں پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے اتمامِ حجت ہو جائے۔
ارشادِ ربانی ہے رَسُلاً مُبَشِّرِیْنَ وَ مُنْذِرِیْنَ لِئَلَّا یَکُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَی اللہِ حجۃٌ بعدَ الرُّسُلِ کَانَ اللہُ عَزِیْزً حَکِیْماً (المائدہ)

یعنی خالق ارض و سماء جب انسان کو اپنی کائنات کے خطۂ زمین میں آباد فرمایا تو اسکے ساتھ یہ علان بھی فرمادیا کہ میری طرف سے تمہیں ہدایت ملا کرے گی۔ جب تمہارے پاس ہدایت کا پیغام آپہنچے اور جو لوگ اس ہدایت کی پیروی کریں تو ان کے لئے کسی قسم کے سوق اور رنج کا موقعہ نہ ہو گا مگر جو اس کو قبول کرنے سے انکار کریں گے اور ہماری آیات کو جھٹلائیں گے وہ آگ میں جانے والے لوگ ہوں گے۔

جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے دوسری جگہ ارشاد ربانی ہے

فلنسئلن الذین ارسل الیھم و لنسئلن المرسلین.

پس ہم ضرور ان لوگوں سے بازپُرس کریں گے جن کی طرف ہم نے پیغمبر بھیجے ہیں اور پیغمبروں سے بھی پوچھیں گے کہ انھوں نے پیغام رسانی کا فرض کہاں تک انجام دیا اور اسکا کیا جواب ملا

ان آیات کو حضورؐ بار بار پڑھتے اور روتے تھے اس نازک ذمہ داری کی ادائیگی کے احساس کے ساتھ لوگوں کی نجات کی فکر اتنی تھی کہ بندگی رب کی دعوت کے کام میں آپؐ کی رات کی نیند اور دن کا چین حرام ہو چکا تھا۔ دراصل حضورؐ کا جذبہ ہی تھا کے نسل انسانی کو جہنم کی آگ سے کس طرح بچالیا جائے، لیکن آج انسان انسانی مساوات کے لئے ترساں ہے مختلف طبقات غلامانہ زندگی ابتر زندگی گذار رہے ہیں اب ان حالات کو بدلنے کے لئے کون سے نبیؐ مبعوث ہو جب کہ نبوت و رسالت حضورؐ پر ختم ہو چکی۔ حضورؐ کا پاک ارشاد ہے نبی اسرائیل کی قیادت انبیاء کرتے تھے جب کہ کوئی نبی دنیا سے رخصت ہو جاتا تو دوسرا نبی اس کا جانشین ہوتا مگر میرے بعد کوئی نبی نہ ہو گا بلکہ خلفاء ہوں گے (بخاری شریف)

حضورؐ کا ایک اور ارشاد ہے کہ میری امت کے علماء نبی اسرائیل کے انبیاء کے مصداق ہے یعنی قوم کی ہدایت کا جو کام اللہ تعالیٰ ختم نبوت سے قبل حضرات انبیاء علیھم السلام کی بعثت کے ذریعے لیتا تھا وہ کام امتِ مسلمہ کے گروہ علماء کے ذمہ ہے قرآن اس بات کو مزید عمومیت کے ساتھ یوں بیان کرتا ہے اور اسی طرح ہم نے تم کو امت وسط بنایا تاکہ تم لوگوں پر گواہ ہو اور ہمارے لئے رسول (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) تم پر گواہ بنے (آلِ عمران) حضورؐ سے پہلے جتنے نبی مبعوث ہوئے وہ اسی قوم سے تھے اور قوم کو ان کی زبان میں ہدایت کرتے تھے اب امت مسلمہ کو بحثیت مجموعی اس بات کا ذمہ دار بنایا گیا ہے کہ وہ اس

امانت کو یعنی دینِ حق کو قوم کی زبان میں قوم کے ایک ایک فرد کے سامنے پیش کرے حضورؐ کے ارشادات سے یہ بات اور واضح ہو جاتی ہے کہ ملت کے اہل علم طبقہ پر خصوصیت کے ساتھ یہ نازک ذمہ داری عائد ہوتی ہے اور اس امت کی اپنی ذمہ داریوں کو مزید ہمارے اندر رائج ہونے کے لئے اور عملی جامہ پہنانے کے لئے یہ سیرتِ نبیؐ کے اجلاس منعقد ہو تا کہ عالم انسانیت کے رگوں میں دینی جذبہ پیوست ہو جائے اور پورے عالم میں مدراس و مکاتب کا اجراء ہو جائے سیرت کی کرنین پھیل جائیں جس کے ذریعہ علماءِ حقانی پیدا ہوں۔ اور پوری دنیا میں اپنی ذمہ داری کو پہنچانے والے ہوں حضورؐ کا پاک ارشاد ہے کللم راع و کلکم مسئول عن رعیة یعنی تم میں سے ہر ایک ذمہ داروں نگرانی میں آئے ہوئے لوگوں کی نسبت پوچھا جائے گا اپنے آپ کو دین پر عمل پیرا کرنے اور اپنے اہل و عیال رشتہ دار خاندان وغیرہ کو دعوت دینے کے بعد ہر مسلمان کی ذمہ داری ہو جاتی ہے کہ وہ توحید کا ڈنکا ساری دنیا میں بلند کرے اور اس سلسلے میں اپنی پوری کوشش صرف کر دے سارے عالم انسانیت میں دین قائم اور رائج کرنے کا فریضہ انجام دین ملت کے اہل علم حضرات کو یہ اجلاس خاص توجہ دلاتا ہے کے جس ڈیوٹی پر ہادی و بر حقؐ نے باذن الہی مامور فرمایا اس کی انجام وہی میں ذرا سی بھی لغزش یا کوتاہی نہ ہو ورنہ کل روزِ محشر ہماری کتنی کرفت ہو گی اور ہمارے محبوب آقا کو ہم کیا منہ دکھائیں گے۔

اس لئے سارے ملت میں سیرت نبی کی اجلاس اور عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا منانا باعث خیر و برکت اور مستحسن ہے اور یہی ہمارا عقیدہ ہے۔

البتہ بعض لوگ اس کو قبیح اور بدعت کہتے ہیں مگر اپنی اولاد کا برجھ ڈے (پیدائش دن) منانے کو اچھا سمجھ کر یہود اور نصاریٰ کا طریقہ اور اصول اپناتے ہیں کیا یہی مسلمانی ہے۔

آخر میں ایک واقعہ کو کہہ کر اپنا قلم بند کرتا ہوں۔

میرے آقا کی ولادت پر اس شخص نے بھی خوشی منائی جس نے پوری طرح آپؐ کی اور مذہب اسلام کی مخالفت کی اور اسلام کو مٹانا جس کا شیوہ تھا مگر دیکھتے جایئے کے اس اظہار خوشی کے بدلے میں اللہ پاک نے اس دشمن اسلام کو کیا اعزاز بخشا حضرت عباسؓ سے مروی ہے کہ ابولہت کے مرنے کے بعد ایک مرتبہ آپؓ نے اُسے خواب میں دیکھا اور کہا کہ کہو کیا حالت ہے اس پر ابولہب نے کہا کہ بھائی کیا بتاؤں کہ ہمارے بھتیجے محمدؐ جو کہتے تھے وہی حق ثابت ہوا اور میں نے جو انؐ کی نافرمانی کی ہے اس کی بڑی سے بڑی سزا بھگت رہا ہوں مگر ایک احسان مجھ پر ہے کہ میں بھتیجے کی پیدائش پر خوشی کا اظہار کرتے ہوئے اپنی لونڈی ثوبیہ کو جن دو انگلیوں سے اشارہ کر کے آزاد کیا تھا ان انگلیوں سے ہر پیر کے دن ایک مادّہ نکلتا ہے میں اسے چوس لیتا ہوں تو

سکون معلوم ہوتا ہے اور خوشی منانے کی وجہ سے پیر کے دن عذاب ہلکا ہوتا ہے اللہ اکبر غور فرمائیے کہ یہ کس کی کیفیت بیان کی جارہی ہے ایک دشمنِ خدا کو ان حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش پر خوشی منانے کے بدلے جب عذاب میں تخفیف ہو رہی ہے تو مسلمان جو آپؐ کے امتی ہیں ہر سال میلاد کے جلسے منائیں تو کیا اس سے اللہ کی رضامندی اور خوشنودی حاصل نہ ہوگی۔

اس مقام پر اپنے علم ودانش کے مطابق اس مسئلہ کی بھی وضاحت کر دینا مناسب سمجھتا ہوں کہ کیا میلاد کے جلسے کرنا میلاد کے موقعہ پر خوشی کا اظہار کرنا اور کھانا کھلانا اور اس کا اہتمام کرنا جائز ہے یا نہیں؟ ویسے تو مذکور واقعہ سے آنحضرت کی پیدائش پر اظہار مسرت کرنا باعثِ خیر وبرکت، حصولِ رضا سے الٰہی کا ہونا عقلاً معلوم ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں حدیث کی کتابوں میں وارد ہے کہ حضرت حسان ابن ثابتؓ کے لئے مسجد نبویؐ میں ہر جمعرات کی شب ایک منبر لگایا جاتا جس پر بیٹھ کر حضرت حسانؓ اپنا نعتیہ کلام سُناتے ہیں روایت کو بنیاد بنا کر غور کریں تو پتہ چلے گا کہ آج کے دور میں جلسۂ میلاد منائے جاتے ہیں اس میں سیرتِ پاک سنائی جاتی ہے تو اس کے جائز ہونے میں شک ہی کیا ہے اور پھر یہ جلسے آج کل کی ایجاد بھی نہیں ہے بلکہ تقریباً طویل عرصہ سے کئے جارہے ہیں اور اکابر علمائے کرام اس کے جواز کے قائل رہے ہیں۔ چنانچہ ہندوستان کا وہ عظیم خاندان جس سے یہاں علم حدیث کی عمارت تعمیر ہوئی ہے اس خاندان کی ایک شخصیت حضرت عبدالرحیم محدّث دہلوی کا ایک فتویٰ پیش کر دینا اس وقت مناسب ہوگا۔ حضرت سے سوال کیا گیا تھا کہ میلادالنبی کے جلسے کرنا جائز ہے یا نہیں؟ حضرت نے جواب میں تحریر فرمایا ہمارے گھر میں سال میں دو مجلسیں منعقد ہوتی ہیں؟ ایک محرم کی دسویں تاریخ کو اس میں تقریباً دو سو سے تین سو تک لوگ جمع ہوتے ہیں ان کے سامنے شہدائے کربلا کے احوال سنائے جاتے ہیں اور اس وقت گھر میں جو کچھ رہتا ہے وہ تبرک کے طور پر تقسیم کر دیا جاتا ہے دوسری مجلس ربیع الاوّل کی بارھویں تاریخ کو ہوتی ہے اور اس میں تقریباً ایک ہزار آدمی جمع ہوتے ہیں ان کے روبرو نبی کریمؐ کی سیرت بیان کی جاتی ہے اور اس وقت گھر میں جو کچھ رہتا ہے اسے لوگوں پر تقسیم کر دیا کرتے ہیں۔ یہ لکھتے ہوئے حضرت تحریر فرماتے ہیں کہ اگر یہ جلسے ناجائز ہوتے تو میں نہ کرتا۔ حضرت محدّثؒ نے کتنی اچھی بتلائی ہے کہ ہم کو بھی اسی معیار کو اپنانا ہے۔

اس طرح ہمارے یہاں مکان حضرت قطبِ ویلور میں اکابر علمائے کرام محرم کی دسویں تاریخ کو شہدائے کربلا کے احوال سنائے جاتے ہیں اور سب سے بڑی بات ہے کہ امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہٗ کے آثارِ مبارک دکھائے جاتے ہیں اور اس دن گھر میں جو کچھ رہتا ہے وہ تبرک دیا جاتا ہے ۔

دوسری مجلس ربیع الاوّل کی بارھویں تاریخ کو ہوتی ہے اور اس میں تقریباً ہزاروں آدمی جمع ہوتے ہیں ان کے روبرو نبی کریمؐ کی سیرت بیان کی جاتی ہے اور اس کے بعد آثارِ مبارک دکھائے جاتے ہیں اور اس دن گھر میں جو کچھ رہتا ہے وہ تبرک دیا جاتا ہے یہ حقیقت ہے کہ اگر یہ جلسے ناجائز ہوتے تو علمائے کرام نہیں کرتے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ سے دُعا ہے کہ سیرت نبیؐ کے اجلاس منعقد ہوں تاکہ عالمِ انسانیت کی رگوں میں دینی جذبہ پیوست ہو جائے اور پورے عالم میں مدراس ومکاتب کا اجراء ہو جائے اور سیرت کی کرنیں پھیل جائیں جس کے ذریعہ سے پوری دنیا میں اپنی ذمہ داری کو پہنچانے والے ہو جائے ہم تمام کو حضورؐ کی سچی محبت اور اتباع نصیب فرمائے۔

نعت شریف

مولانا مولوی قاری الحاج ڈاکٹر حکیم سید افسر باشاہ صاحب

چمن میں ہے فصل بہار مدینہ — مرے سامنے ہے دیار مدینہ
کہاں ہم کہاں وہ دیار مدینہ — سراپا کرم تاج دار مدینہ
تڑپ ہے دل مضطرب میں خدایا — دلا دے سکون و قرار مدینہ
ادب سے یہاں سر کے بل چل کے آنا — ہے آقا کا میرے دیار مدینہ
بفرط خوشی خوب رویا کئے ہم — کہ دیکھے ہیں جس دم بہار مدینہ
ترستی ہیں آنکھیں وہ جلووں کو ہردم — دکھا دے خدایا دیار مدینہ
مقدس مقدس مدینہ کی گلیاں — نگاہوں میں ہے سبزہ زار مدینہ
جدھر بھی نظر کی صحابہ کو پایا — نگاہوں میں ہیں جاں نثار مدینہ
صحابہؓ رہے بے قراری میں ہردم — مجھے بھی بنا بے قرار مدینہ
صحابہؓ کا ایثار وشوق شہادت — ہے نظروں میں یہ جلوہ زار مدینہ
ہر اک ذرہ جلوہ نما ہے یقیناً — منور ہیں لیل ونہار مدینہ
بزرگوں کے حق میں ہے سرمہ یقیناً — یہ خاک مدینہ غبار مدینہ
مجھے کیوں رہے گی تمنائے جنت — ہے جنت سے بڑھ کر دیار مدینہ

تہی دامنی سے یہ حاضر ہے افسر
کرم کیجئے تاج دار مدینہ

بسم اللہ کی برکت

محی الدین۔ کیرلہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم! اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا۔(کنزالایمان) تحمید و تسمیہ کے فضائل و محاسن اور برکات اتنے ہیں کہ انہیں الفاظ میں کماحقیہ، نہیں ڈھالا جاسکتا۔ امیر نظر مضمون میں بسم اللہ کی اہمیت کے تعلق سے حصول برکت کے خاطر کچھ عرض کی جارہی ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سورہ نمل کا ایک جزء ہے۔

بسم اللہ ہر سورۃ کا جزء نہیں ہے کیوں کہ ہر سورۃ کے ساتھ نازل نہیں ہوئی ہے۔ چنانچہ شروع بخاری شریف باب کَیفَ کَانَ بَدءُ الوَحِیِ میں سب سے پہلی وحی کے متعلق روایت کی گئی جبکہ حضرت جبریل امین نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا اقرء اپڑھو! حضور نے فرمایا ما انا بقاری میں پڑھنے والا نہیں۔ پر عرض کیا اقرء احضور نے پروہی جواب دیا آخر میں عرض کیا اقرء باسم ربک الذی خلق الخ غرض پہلی وحی یہ ہے جس میں بسم اللہ کا ذکر نہیں ہے۔ معلوم ہوا کے سورتوں کے اول میں بسم اللہ شریف نازل نہیں ہوئی۔ دوسرے یہ کہ اگر بسم اللہ سورۃ کا جزء ہوتی تو سورہ کے اوپر علٰحدہ کر کے لمبے حروف سے نہ لکھی جاتی بلکہ جیسے اور آیتیں ملی ہوئی لکھی گئی ہیں ایسے ہی بسم اللہ تمام آیتوں کے ساتھ لکھی جاتی جیسا کہ سورہ نمل شریف میں بسم اللہ سورہ کا جزء ہے تو وہاں علٰحدہ امتیازی شکل میں نہ لکھی گئی بلکہ تمام آیات کے ساتھ تحریر ہوئی معلوم ہے کہ سورتوں کے اول میں بسم اللہ کا امتیازی شکل میں لکھنا فاصلہ کیلئے ہے (جاءالحق جلد ثانی)

بسم اللہ کا قرآن کے ہر سورۃ کے جزء نہ ہونے کے باوجود بھی اس کی اہمیت و عظمت ایسی جب کہ ایک بندہ مومن کا کوئی بھی کام اس کے بغیر شروع پڑتا ہی نہیں ہے خواہ مفسر ہو، محدث ہو، فصیہ ہو، ضطیب ہو، مصنف ہو، یا مدرس! گویا ایک بندہ مومن کی شان بندگی کا فرا عقیدت یہی جبکہ ہر وہ کام جو جائز مقصد کیلئے ہو اس کے شروع میں بسم اللہ کا پڑھنا اور لکھنا نہایت ضروری اور لازم کرلے، وہ جائز مقصد زندگی کے کسی بھی شعبہ صیات سے تعلق رکھنے والی ہو لہٰذا بسم اللہ سے کرنیکی تاکید کی گئی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ کل امر ذی بال لم یبدأ فیہ بسم اللہ فھو اقطع یعنی ہر وہ کام جس کی ابتداء بسم اللہ شریف سے نہ ہو وہ ادھورا اور ناقص رہ جاتا ہے۔

اس جگہ بسم اللہ کی تاثیر اور اس کی برکت کی اہمیت واقعاتی سطح پر ملاحظہ فرما کر اپنی ایمانی زندگی میں تازگی پیدا کریں۔ اور عبرت حاصل کریں۔

سیدنا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک مرتبہ ایک قبر سے گذر ہوا تو دیکھا کہ قبر والے کو سخت عذاب ہو رہا ہے یہ دیکھ کر آپ چند قدم آگے تشریف لے گئے اور وہاں سے استنجا کر کے واپس تشریف لائے اور دوسری مرتبہ اس قبر کے پاس سے گذرے تو دیکھا کہ قبر میں نور ہی نور ہے وہاں رحمت الٰہی کی بارش ہو رہی ہے آپ بہت ہی حیران ہوئے اور بارگاہ خداوندی میں عرض کی یا اللہ یہ کیا ماجرہ ہے کہ ابھی ابھی عذاب نازل ہو رہا تھا اور اب رحمت خداوندی کی بارش ہو رہی ہے۔ ارشاد ہوا کہ اے رسول اللہ یہ شخص بڑا گنہگار اور بدکار تھا اس وجہ سے وہ عذاب میں گرفتار تھا۔ لیکن اس نے اپنی بیوی حاملہ چھوڑی تھی اس کے یہاں لڑکا پیدا ہوا اور آج اس کو مدرسہ میں بھیجا گیا استاد نے اسے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھائی ہمیں صباء آگئی کے زمین کے اندر اس شخص کو عذاب دوں جس کا بچہ زمین پر میرا نام لے رہا ہے۔

حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ اپنے زمانے کے مقتدر اولیائے کرام میں سے تھے لیکن ان کی ابتدائی حالات عجیب و غریب تھے۔

ایک دن بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ اپنے شراب کے کارخانے کی جانب خراماں خراماں چلے جا رہے تھے درین اثناء راستے میں ایک خوبصورت کاغذ کے ٹکڑے پر نظر پڑی، بیخودی میں اس کاغذ کے ٹکڑے کو اپنے ہاتھوں سے اٹھا لیتے ہیں۔ آخر کار اس کاغذ کے ٹکڑے میں کیا تھا؟ نظر دوڑائی تو بسم اللہ لکھا ہوا تھا۔ دل میں سوچا کے میں اس شان و شوکت کے ساتھ رہوں اور اب قدیر کا پاک نام قدموں کے نیچے ہو اس ٹکڑے کو گرے آتے عطر بسار ہا خوشبو لگا رہا اور بوسہ دے کر بلند مقام پر رکھ دیا مؤدبانہ انداز میں سامنے کھڑے ہو گئے اور عرض کیا! اے صبرے پروردگار کے مقدس نام تیرا مقام وہ نہیں تھا یہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کو یہ بات پسند آگئی اور فرشتوں سے فرمایا بشر نے میرے نام کو بلند کیا ہے، میں بشر کا نام بلند کروں گا، بشر نے میرے نام کو بوسہ دیا ہے، میں بشر کو شراب پینے نہیں دوں گا، بشر میرے نام کو عطر میں بسایا ہے، میں اس کو سصت کی عطر میں بساؤنگا بشر ابھی تک شیطان کا تھا اب وہ رحمٰن کا ہو گیا ہے۔

آپ شراب خانے جا رہے ہیں ابھی جو اتار کہ بیٹھے ہی تھے کہ کسی نے دروازے پر دستک دی، بشر نے نوکروں

سے کہاکہدو، یہ ملاقات کاوقت نہیں ہے پر کسی وقت آنا آنے والے کی آواز کان میں پہنچی کے آیاہوں بس کیا تھادل کی دنیا بدل گئی وہ آواز کیا تھی خدا کی جانب سے بشر حافی کے حق میں سلامتی کا پیغام تھا۔ سوچنے لگے کے اور دل ہی دل میں یہ کہنے لگے کہ مولیٰ میں تیری رحمت پر قربان تمام عمر تونافرمانی میں گزری صرف بسم اللہ کی عزت اور تکریم کے صلہ میں مجھے خدا کا پیغام سلام آ گیا کاش کے پوری عمر اور عمر کا لحہ لحہ یاد الٰہی میں گزرتا تو اس کے فضل و کرم کا عالم کیا ہوتا۔

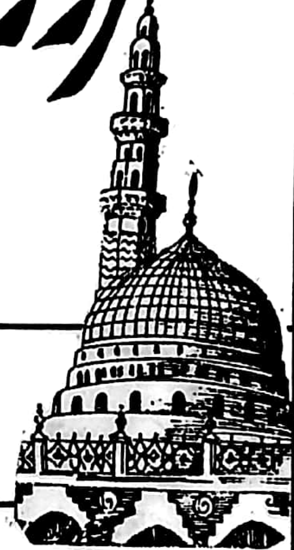
یہ سوچا اور ننگے پیر دروازے کی طرف دوڑ گئے روازہ کھولا تو ششدر و حیران رہ گئے کیوں کہ اللہ کا فرستادہ قاصد اسی علاقہ کا ایک قطب تھا قطب نے بڑھ کر سینے سے لگالیا اور پیغام تہنیت سنایا، بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ نے سچے دل سے تائب ہو کر تمام شراب خانوں کو آگہ لگادی۔۔۔ ظاہر جبکہ جس کو شراب معرفت کا جام مل چکا ہو دنیا اور دنیاوی عیش و طرب اس کی نگاہ میں صقیر سے تر دیکھائی دینے لگتی ہے۔

ایک روایت ہے کہ حضرت خالد بن ولید رضی الہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں چند یہودی آئے اور کہا کے اے خالد !اگر تم خدا پر ایمان رکھتے ہو اور اس جادوگر (نعوذباللہ) کو جو نبی اللہ کے نام سے مشہور ہے، رسول مانتے ہو تو اس زہر کو پی لو۔اگر زہر نے اپنااثر بتادیا تو سمجھ لو کہ تمہارے خدااور رسول جھوٹے ہیں اور اگر یہ زہر اپنااثر دکھلانے اور جتلانے سے قاصر ہے تو ہم مشرف بہ اسلام ہو جاتے ہیں کہو کیا خیال ہے ؟ یہ سن کر حضرت خالید بن ولید نے بے جھجک وبلا تامل اس زہر کے پیالے کو ہونٹوں سے لگا کر بسم اللہ پڑھ کر پی گے بسم اللہ شریف اس زہر کے حق میں ثریاق ثابت ہوا۔ وہ یہودی اپنی انگلیاں چٹخانے لگے۔ اور راہ خدا اختیار کر لئے۔ بسم اللہ کی برکات و فضائل بیشمار ہیں اور اس کی تاثیرات بے انتہا ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دُعا گو ہوں کے وہ پہلے حبیب پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طفیل بسم اللہ کے انوار و تجلیات کے اثرات سے تمام مسلمانوں کے دلوں کو منور و مجلّی فرمائے آمین بجاہ سیدالمرسلین صلی اللہ علیہ و سلم

وما علینا الا البلاغ المبین !

سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت والد



حافظ محمد فرید الدین سرقاضی لطیفی
کامل الفقہ جامعۃ نظامیہ

شفقت ورحمت، مودت و محبت کا سر چشمہ ذات الٰہی ہے۔ خالق ارض وسما نے اپنی ان صفات کاملہ کا مظہر اتم نبی آخر الزماں حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والا صفات کو بنایا اور قرآن مجید میں بطور رؤف ورحیم اور رحمت عالمین کے خاص الفاظ سے یاد فرمایا۔ انہی صفات کے اظہار کا ایک بہترین وسیلہ وذریعہ محبت انسانی کا بھی ہے۔ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت اور بالخصوص اہل بیت اطہار اور خاندان نبوت کے چشم و چراغ سے فرمائی۔ اسی کا ایک پہلو شفقت پدری بھی ہے۔ ذیل کے واقعات اسی کے آئینہ دار ہیں۔

حضرت سیدہ زینب رضی اللہ تعالی عنہا سرور کونین، ہادی عالم ، انبیں بکیساں کی سب سے بڑی صاحبزادی تھیں۔ کم سنی ہی میں سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کا بیاہ ابوالعاص بن ربیع سے ہو گیا تھا۔ ابوالعاص جناب زینبؓ کے خالد زاد بھائی تھے۔ سیدہ زینبؓ والدین کی بڑی لاڈلی تھیں۔ ماں (حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا) نے جہیز میں یمنی عقیق کا اپنا قیمتی ہار بھی اپنی نور نظر کو دیا تھا۔ فخر موجودات، شہنشاہ دو عالم جب مکہ میں تیرہ سال کی تبلیغی رسالت کے بعد بحکم خدا مدینہ کو ہجرت فرمائے اور حضرت زینبؓ مکہ ہی میں اپنی سسرال میں رہ گئیں۔ جب ۲ سنہ ہجری میں جنگ بدر پیش آئی تو انکے شوہر ابو العاصؓ کفار مکہ کے ساتھ جنگ میں شریک تھے۔

بدر میں عبد اللہ بن جبیر نے بہت سے دشمنوں کو قید کیا ان میں داماد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابو

العاص بھی تھے۔ مکہ والوں کو خبر ہوی تو انہوں نے اپنے اپنے قیدیوں کی رہائی کیلئے فدیہ بھیجا۔ جب حضرت زینبؓ کو اپنے خاوند کی گرفتاری کی اطلاع ملی تو بے چین ہوجاتی ہیں اور ان کی آزادی کی خاطر اپنی والدہ محترمہ کا دیا ہوا گلے کا ہار عمرو بن ربیع کو دے کر مدینہ کی سمت روانہ کیں۔ جب یہ فدیہ سید عالمؐ کی خدمت میں پیش کیا گیا تو آپؐ کی نظر اس ہار پر پڑی تو حالت بدل گئی، دل بھر آیا۔ پیاری دختر کی محبت نے جوش مارا اور حضرت خدیجہؓ کی یاد بھی تازہ ہو گئی۔ کچھ دیر آپ غم زدہ بیٹھے رہے۔ پھر آپؐ نے صحابہ سے یوں فرمایا: یہ ہار محمد کی بیٹی زینب کا ہے، جو اس کی ماں نے اسے جہیز میں دیا تھا۔ میں کیسے کہہ دوں کہ ابوالعاص کو فدیہ لیے بغیر لوٹا دیا جائے اور ابوالعاص کو رہا کر دو۔ صحابہ کرامؓ نے آپس میں مشورہ کیا اور یہ طے پایا کہ ہار واپس لوٹا دیا جائے اور ابو العاص کا فدیہ مقرر کیا کہ وہ مکہ پہنچ کر رسول اکرمؐ کی صاحب زادی کو یہاں بھیج دیں۔ ابوالعاص نے بخوشی اس بات کو منظور کرلیا۔ رحمت عالم کو اسکی اطلاع دی گئی تو آپؐ کا چہرہ انور خوشی سے چمک اٹھا۔ ابو العاص اپنے وعدے کے مطابق حضرت زینبؓ کو مدینہ پہنچا گئے۔ لیکن سیدہ زینبؓ کے بغیر انکے روز و شب بے نور ہوگئے۔ وہ ہمیشہ غم زدہ رہنے لگے۔ مقام عیص پر جب اسلامی شہ سواروں نے مشرکین مکہ کے قافلہ کو اپنی زد میں لے لیا۔ انہی اور ان کے سازو سامان پر قبضہ کرلیا تو ابو العاص مکہ کی بجائے مدینہ پہنچ کر حضرت زینبؓ سے پناہ طلب کی۔ مسجد نبوی میں فجر کی نماز ہورہی تھی۔ اچانک ایک نسوانی آواز سنائی دی "میں نے ابوالعاص کو پناہ دے دی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوے تو فرمایا: تم لوگوں نے آواز سنی۔ عجب معاملہ ہے کہ مسلمانوں کی کمزور ہستیاں دشمنوں کو پناہ دے رہی ہیں۔ آپ گھر تشریف لے گئے تو پیاری دختر خدمت میں حاضر ہوئیں اور اپنے شفیق و مہربان باپ سے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا یہ ممکن نہیں کہ ابو العاص کے قافلہ کا جو سامان چھینا گیا ہے وہ واپس کردیا جائے۔ دختر کا مطالبہ سنکر دل بھر آیا مگر خاموش رہے۔ اور کچھ وقفہ کے بعد آپؐ نے ان لوگوں کو یہ پیغام بھیجا کہ ابو العاص میری چہیتی دختر کا شوہر ہے اور زینبؓ کی خواہش ہے کہ ابو العاص کا سازوسامان لوٹا دیا جاتا ہے میں تم سے تو نہیں کہتا کہ تم ایسا کرو۔ مگر تم اچھی طرح جانتے ہو زینبؓ کی خوشی میری خوشی ہے۔ اگر تم ابوالعاص کے ساتھ احسان کرو تو مجھے خوشی ہوگی۔ سب نے بیک زبان ہوکر کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ماں باپ آپ پر قربان۔ ہم سب کچھ لوٹانے پر آمادہ ہیں شہنشاہ بطحا صلی اللہ علیہ وسلم اپنی دختر کے یہاں آئے اور فرمایا: دیکھو سامان سب واپس ہوجائے گا۔ تم ابو العاص کی خاطر تواضع، دل جمعی اور عزت و احترام میں کوئی کمی نہ کرنا۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی پیغمبرانہ نگاہیں وہ سب کچھ مشاہدہ کررہی تھیں جن تک دوسروں کی نگاہیں نہیں پہنچ سکتی۔ ابوالعاص سارا مال و اسباب لے کر مکہ کی طرف روانہ

ہوے اور پھر دولت ایمان کی لازوال نعمت عظمی سے مالا مال ہو کر محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ بے کس پناہ میں لبیک کہتے ہوئے حاضر ہوے اور مدینہ منورہ میں ہر طرف خوشی کی ایک نئی لہر دوڑ گئی۔

حضرت سیدۃ النساء فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالی عنہا مدینہ منورہ میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے مکان سے کچھ فاصلہ پر رہتی تھیں۔ ایک دن رسول اکرمؐ نے اپنی لخت جگر کی ملاقات کیلئے تشریف لے آئے۔ گفتگو ہو رہی تھی کہ مشفق و مہربان والد نے اظہار شفقت کرتے ہوے فرمایا: لخت جگر تم ہم سے بہت دور رہتی ہو۔ میرا دل تو چاہتا ہے کہ میں تمہیں اپنے قریب بلالوں۔ مشفق باپ کے قریب رہنے کی بات سنکر جناب فاطمہؓ بے چین ہو گئیں اور بول اٹھیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حارث بن نعمانؓ کے کئی مکان ہیں۔ ایک مکان آپؐ کے مکان سے بہت قریب ہے۔ اگر آپؐ ان سے فرمادیں تو وہ ہرگز انکار نہ کریں گے۔ حضرتؐ نے فرمایا: مگر بیٹی میں ان سے کیسے کہوں۔ مجھے تو یہ بات کہتے ہوئے اچھا نہیں لگتا۔ خیر خدا ہی کوئی انتظام کردے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی پیاری بیٹی کے سر پر ہاتھ پھیرا، دعائیں دیں اور رخصت ہوگئے۔ حارثؓ کو کسی طرح یہ بات معلوم ہو گئی۔ بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضری دی اور عرض کیا: یا رسول اللہؐ خدا گواہ ہے کہ میری جو چیز آپ قبول فرمالیں گے اسکا آپکے پاس رہنا مجھے اپنے پاس رکھنے سے زیادہ محبوب ہوگا۔ میرا جو مکان پسند ہے حاضر خدمت ہے۔ میری خواہش بھی یہی ہے کہ سیدۃ النساء کو آپ اپنے قریب بلالیں۔ رسولؐ خدا نے حارثؓ کو دعائیں دیں اور فرمایا حارث! تم نے جو کہا سچ کہا اور پھر آپؐ نے اپنی لاڈلی دختر حضرت فاطمہؓ کو اپنے قریب مکان میں بلالیا۔

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معمول تھا جب آپؐ سفر کے لئے روانہ ہوتے تو حضرت فاطمہؓ کے گھر سے رخصت ہوتے اور آپؐ جب سفر سے تشریف لاتے تو آپکی عادت مبارکہ تھی کہ مسجد میں دو رکعت نماز ادا فرماتے پھر سب سے پہلے آپؐ اپنی پیاری بیٹی حضرت سیدۃ النساء فاطمہؓ کے گھر جلوہ افروز ہوتے اور خیریت دریافت کرتے۔ یہی وجہ تھی جب آپؐ دنیا سے پردہ فرمائے تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آپؐ کی یاد میں ہمیشہ مغموم رہتی تھیں اور دنیا میں زیادہ دن بقید حیات نہ رہیں۔ اور آپؐ کی ال میں سب سے پہلے آپؓ جاملیں۔

ہادی عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے چھوٹے شہزادے حضرت ابراہیمؓ مدینہ کے بیرونی علاقہ میں ایک لوہار ابو یوسفؓ کے یہاں پرورش پارہے تھے۔

آپؐ اکثر پاپیادہ وہاں جاتے اور ابو یوسفؓ لوہار تھے اس لیے گھر دھویں سے بھرا رہتا تھا۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صاحب زادے کی محبت میں وہیں پر جلوہ افروز ہوتے اور اپنے نورِ نظر، لخت جگر کو گود میں لیتے،

پیار کرتے، سینے سے لگاتے اپنا منہ اور ناک انکے گالوں پر رکھتے گویا کہ سونگھ رہے ہیں۔ یہ گلشنِ نبوت کی بہار اور چمنستانِ رسالت کے لہکتے ہوئے پھول تھے۔ آغوشِ رسولؐ میں خوشی و محبت کا جہاں آباد تھا۔ اور پھر پیدل مدینہ واپس آجاتے ایک بار آپؐ ابو یوسفؓ کے گھر پہنچے کہ کیا دیکھا کہ حضرت ابراھیم کی روح پرواز کر چکی ہے۔ حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ اور حضرت انسؓ بھی ہمراہ تھے آپؐ اپنے نورِ نظر کو گود میں لپیٹے ہوئے بیٹھے تھے۔ آنکھوں سے آنسو کی لڑی جاری تھی۔ حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ نے جب یہ منظر دیکھا تو مؤدبانہ عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ بھی رو رہے ہیں؟ فرمایا: ابن عوف یہ آنسو رحمت کی نشانی ہیں اور آنکھوں سے آنسو پھر جاری ہوگئے اور فرمایا: ان العین تدمع والقلب یحزن ولا نقول الا ما یرضی ربنا وانا بفراقک یا ابراھیم لمحزون۔
(بخاری ج: اول: ص: ۱۷۴)

بے شک آنکھ روتی ہے اور دل غم گین ہوتا ہے۔ ہم کچھ نہ کہیں گے۔ اپنے رب کی رضا سے ہم راضی ہیں۔ اور اے ابراھیم ہم تمہاری جدائی سے غم گین ہیں۔

موجودہ دور میں جب کہ معاشرتی اقدار ٹوٹ رہی ہیں، محبتیں ختم ہو رہی ہیں، شفقت پدری، محبت مادری مائل بہ زوال ہے اور ایسے دور پر آپہنچا ہے جہاں انسانی نگاہیں رشتہ اخوت و محبت کی متلاشی ہیں۔ اور مایوسی کے عالم میں اپنے درد کا درماں حاصل کرنے بے چین ہے۔ ھادی عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا مذکورہ بالا طرز عمل و طریقِ سنت مایوسیوں کے اندھیرے میں شفقت و محبت کے اجالوں کا نقیب بنکر ظاہر ہو چکا ہے اور اس بات کا متقاضی ہے گم کردہ راہ مسافر رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس پیغام امن و محبت کو اخذ کریں اور اپنی دین و دنیا کو نمونہ فردوس بہاراں بنائیں۔

سادات کی عظمت

☆ حضرت مولانا مولوی قاری الحاج ڈاکٹر حکیم سید افسر باشاہ صاحب قاسمی صنعۃ اللہی
شفاء ڈسنپسری گڑیاتم

حسب فرمائش۔ حضرت مولانا مولوی سید شاہ فقیر اللہ حسینی باقوی قادری مدظلہ العالی

بات کہنے کو صدیوں پرانی ہے مگر ہے اب بھی وہی بات کہ قرآن اور اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم رہتی دنیا تک کیلئے آئے ہیں، تو ان کی ہر بات بھی قیامت تک کیلئے ہے۔ اور اسمیں کسی طرح کی تبدیلی اور گنجائش کی نہ حاجت ہے نہ ضرورت۔ اور جس طرح نبی آخر الزمان ؐ پوری دنیا کیلئے نبی رحمت بن کر آئے ہیں، اسی طرح آپ کی ہر بات اور ہر قول بھی پوری دنیائے انسانیت کے حق میں قول فیصل اور اٹل اور لم یزل کی حیثیت رکھتا ہے اور جس میں سراپا ہدایت ہی ہدایت اور رحمت ہی رحمت ہے۔

یہ حقیقت ہے کہ اس نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا سے پردہ فرمائے چودہ صدی بیت گئے اور پندرہویں صدی کا آغاز ہوگیا، مگر آپ کی وہ تعلیمات وہدایات پوری دنیا کیلئے آج بھی زندہ وتابندہ ہیں۔ اس ظلم و بربریت، جہالت و گمراہیت، لاعلمی و نفسانیت، خود پسندی و شیطانیت، خود غرضی وطاغویت کے بے پناہ دور میں اسلامی تعلیمات کا ایک ایک جزو و حکم بھی اس قابل ہے کہ پوری دنیائے انسانیت کی تاریکی میں ایک روشنی و تابناک چراغ کا کام انجام دے اور جس پر عمل کرنے سے ایک انسان اپنی اصلی فطری زندگی کا ابدی سکون حاصل کرسکے اور اس طرح اسکی دنیا و آخرت سنبھل جائے اور سنور جائے۔ اللہ تعالی ہم سب کو اس پر عمل کرنے کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین۔

حدیث شریف میں آتا ہے:

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم یٰا یھا الناس انی ترکت فیکم ما ان اخذتم بہ لن تضلوا۔ کتاب اللہ وعترتی اھل بیتی (رواہ الترمذی)

والمراد بالاخذ بھم التمسک بمحبتھم ومحافظۃ حرمتھم والعمل بروایتھم والاعتماد علی مقالتھم

ترجمہ: فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اے لوگو! میں نے تمارے درمیان دو چیزیں چھوڑی ہیں۔ تم اگر انھیں مضبوطی سے پکڑو گے تو ہرگز گمراہ نہ ہوگے (وہ دو چیزیں کیا ہیں؟) ایک کلام اللہ۔ اور دوسری میرا خاندان اور انکی اولاد (یعنے سادات کرام) یہاں شارحین حدیث نے مضبوطی سے پکڑنے اور تھامنے سے مراد یہ لیا ہے کہ سادات سے حد درجہ کی محبت ہو اور انکی عزت و احترام کا لحاظ رکھیں ان کا کہا دل وجان سے مان کر اس پر عمل کریں اور انکی باتوں پر بھروسہ اور اعتماد رکھیں۔

تشریح: دیکھئے ترمذی شریف کی یہ حدیث ہے جو صحاح ستہ میں شمار ہوتی ہے اسمیں خود سرکار دو جہاں آقائے نامدار، سرور عالم فخر آدم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے علی الامکان دو باتوں کی نصیحت فرمائی ہے، وہ بھی آپ کے بعد قیامت تک آنے والی نسلوں اور امتیوں کے حق میں ایک ایسا نسخہ بے نظیر ہے جو پریشان حال امتی کیلئے مفید واکسیر ہے اور وہ کیا نسخہ ہے جو بیمار دل کیلئے مفید واکسیر اور کیمیاء تاثیر کا کام دے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آنے والی نسلوں قوموں کو بھی اس پر عمل کرنے سے فائدہ پہنچے۔ تو سنئے وہ راز اور گر کی بات کو جسے خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اے لوگو! غور سے سنو۔ اب میں دنیا سے پردہ ہو رہا ہوں اور میری غیر موجودگی میں دو چیزیں ایسی ہیں جو میری غیر موجودگی میں بھی موجودگی ثابت ہوں گی۔ عدم کو وجود سے نیست ونابود کو ہست سے بدل دیں گی اور نفی وانکار کی جگہ ثبوت و اقرار ہو گا۔

صحابہؓ نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ دو چیزیں کیا ہیں؟ جو ہمیں آپ کے بعد بھی آپ کی نمائندگی کرسکیں گی اور آپکی مفارقت وجدائی میں بھی آپ سے قریب و نزدیکی حاصل ہوسکے گی۔ خصل میں وصل ہجر میں حضر، دوری میں نزدیکی، مجبوری میں حضوری کا مزہ ملے گا اور ڈھارس بندھے گی۔ تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ سنو! وہ دو چیزیں یہ ہیں۔ ایک کتاب اللہ، اللہ کی کتاب یعنے قرآن شریف بس اسے پڑھتے رہو اور اس پر عمل کرتے رہو۔

دوسری چیز میرے اہل بیت کی اولاد، سادات کرام یعنے سیدوں کی تعظیم وتکریم ہے۔ جس طرح علمائے کرام نبی کے نائب ہونے کے ناطے انکی تعظیم گویا نبی کی تعظیم کے مترادف ہے، اسی طرح آل رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم بھی درحقیقت نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی تعظیم ہی ہے۔

غرض حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تک تم ان دو باتوں پر مضبوطی سے عمل کرتے رہو گے اور ان سے نہیں ہٹو گے تو سمجھو کہ بیشک تم ہدایت پر ہو، صراط مستقیم پر ہو اور میرے بتلائے ہوئے طریقے پر ہو اور

میری لائی ہوئی شریعت پر ہو۔ اور اگر تم نے اس سے روگردانی کی اور ان دونوں کو چھوڑا، تب تو گمراہ ہوگئے بھٹک گئے، صراط مستقیم سے نکل گئے اور ہٹ گئے اور اگر ان دونوں میں سے کسی ایک کو پکڑا، تب بھی سمجھو کہ تم راہ ہدایت سے دور ہوگئے اور گمراہی کی چکر میں پڑگئے۔ اسلئے ان دو باتوں پر عمل کرنا اور انھیں مضبوطی سے پکڑے رہنا ہی اصل میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نیابت کے مترادف ہے۔ دائمی اور ابدی سکون وطمانینت کی دلیل ہے۔

سادات کی تعظیم کس طرح کی ہو؟ اسے شراح حدیث محدثین کرام کی زبانی ابھی آپ نے سنا کہ ان سید حضرات کے ساتھ عقیدت و محبت اور ارادت انتہاء درجہ کی ہو اور انکی حرمت وبزرگی کی حفاظت وپاس داری بھی حد درجہ کی ہو اور انکی باتوں پر بے چون وچرا عمل بھی کرو۔ آگے فرمایا ہے کہ اس عمل کرنے میں کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ وہ دیکھا دیکھی اور سنا سنی عمل کرلیا۔ اور کیف ما اتفق اور بے یقینی اور غیر اعتمادی کیساتھ بھی عمل کرلیا کہ چلو جیسا ہوسکا اور جتنا ہوسکا کرلیا۔ مگر یاد رکھو کہ اس قسم کا عمل بھی نہیں چاہئے بلکہ اسکے اندر عقیدت بھی ہو اور ارادت بھی ہو اور ان سادات کرام کی باتوں پر اعتماد اور بھروسہ بھی ہو، بے بھروسہ عمل کرنا نہیں ہے، بلکہ پورے اعتماد اور بھروسہ کے ساتھ انکی باتوں کو مانو اور عمل کرو۔ ہاں وہ بات جو خلاف شرع ہو اور شریعت سے ٹکراتی ہو اس پر البتہ عمل نہیں کیا جائے گا وہ بھی حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول وارشاد کی وجہ سے اور آپ ہی کے حکم سے۔

اس حدیث شریف سے جہاں بہت ساری باتوں کا علم ہوا وہیں یہ بات بھی خوب واضح ہوکر رہ گئی اور منظر عام پر آگئی کہ آقا نے اپنے اہل بیت کی پاس داری اور قدر ومنزلت توقیر وعزت، شرافت و عظمت اور بلند مرتبت اور پاک بازی اور اعلی کرداری کی پوری ترجمانی کی ہے اور حق ادا فرمایا ہے۔ اور قوم وملت کو اہل بیت سادات کرام کی وقعت و عظمت وقدرومنزلت اور حرمت و شرافت کا درس دیا ہے کہ کہیں قوم وملت اور اپنی امت کے بعض سادہ لوح کی نگاہوں میں یہ تعظیم وتکریم توقیر وتقدیس کی جگہ رسوا و ذلیل، توہین و تحقیر سے دیکھے نہ جائیں۔ اور انکی شان میں میری امت بے ادبی اور گستاخی کرکے کہیں اپنی آخرت خراب نہ کرلے۔

حقیقت بیانی : یہ حقائق سے آگاہ کرنا اور حقیقت بیانی سے کام لینا اور قوم وملت کے آگے سچی باتیں اور کھری باتیں بیان کرنا یہ کوئی بڑائی اور بری بات نہیں ہے۔ قوم میں بگاڑ اور فساد کے وقت میں خود کو منکسر المزاجی اور کسر شان کے تحت "میں کچھ نہیں"، "کچھ نہیں" کہنا قوم وملت پر صریح ظلم ہے اور ناجائز ہے جسطرح ایک نبی کو اپنی امت کی اصلاح و سدھار کی خاطر صاف الفاظ میں یہ کہنا ضروری ہے کہ میں نبی ہوں اور منجانب اللہ تمہاری اصلاح وخیر خواہی کیلئے آیا ہوں۔ اسی طرح نبی کے نائبین پر بھی اسکی ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ بھی اپنے زمانے کے بے راہ

روی بھائیوں سے کہے کہ میری سنو میں تمہارا مصلح ہوں خیرخواہ ہوں۔ اور یہ بات عجز و انکساری کے خلاف ومنافی نہیں ہے۔

یہی وجہ ہے کہ بزرگان دین ومشائخ کے پاس جب طالبان حق وسلوک اپنے باطن کی اصلاح کیلئے رجوع ہوتے ہیں تو وہ "ہم کچھ نہیں،ہم کچھ نہیں" نہیں کہتے۔ بلکہ صاف الفاظ میں کہتے ہیں کہ میں تمہارا مصلح ہوں، اصلاح امت کیلئے حق نے مجھے بھیجا ہے۔ آؤ میں تمہاری خدمت کرنے اور تمہاری اصلاح و تربیت کرنے کیلئے تیار ہوں وغیرہ۔

غرض آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے سامنے جہاں کتاب اللہ کو رکھا وہیں سادات کرام کی پوزیشن بھی متعین فرمادی۔ اور دوسری جگہ مزید تاکید فرمائی ہے کہ خبردار انھیں اپنے مالوں میں سے زکوۃ و خیرات اور صدقات کا مال وغیرہ ہرگز نہ دینا۔ اگر دوگے تو تمہارا یہ مقصد پورا نہ ہوگا زکوۃ ادا نہ ہوگی۔ اسلئے کہ یہ سادات کی توہین ہے، ہتک عزت ہے، بے حرمتی ہے،اس سے اجتناب وپرہیز کرنا ضروری ہے۔ ورنہ انکی توہین اور تذلیل و تحقیر در حقیقت میری توہین و تذلیل ہے۔ لہذا انھیں اپنے مالوں میں سے تحفے ہدایا دیا کرو اور انکی قدر کیا کرو۔ یہی سرکار کی تعلیمات کا لب لباب،خلاصہ اور ماحصل ہے۔

سادات کی تعظیم اور حضرت ابو طالب سے عقیدت

علامہ امام شیخ عبد الوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ جو اپنے وقت کے مشہور صوفی اور امام ہیں وہ اپنی کتاب میں جس کا ترجمہ حضرت شیخ الحدیث مولانا ظفر احمد عثمانیؒ کراچی نے کیا ہے، فرماتے ہیں کہ:

"ہم سے عہد لیا گیا ہے کہ اپنے آپ کو کسی سید سے زیادہ کبھی نہ سمجھیں اگرچہ وہ جاہل ہی ہو اور ہم عالم ہوں"۔ اسی طرح سید کی مطلقہ سے نکاح بھی نہ کریں،اگرچہ اس نے تین طلاق دیدی ہوں۔ اور نہ کسی ضرورت میں اس سے خدمت لیں، خواہ اس کا نسب صحیح ہو یا اس میں کسی قسم کا شبہ ہو۔" (وصیۃ العرفان بحوالہ وصیۃ المشائخ)

صحیح النسب کی تعظیم تو ضروری ہے ہی، شبہ نسب پر بھی نسبت کا لحاظ و ادب بھی محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی علامت ہے"۔

اس پر ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ ہر سید کی تعظیم ضروری ہے گو وہ فاسق ہی کیوں نہ ہو تا وقتیکہ دین میں کوئی مفسدہ نہ پڑے اگر مفسدہ کا اندیشہ ہو تو علانیہ اکرام نہ کریں، مخفی طور پر تو احترام کرتا رہے"۔

"محبت عجیب چیز ہے مجھے یاد نہیں کہ میں نے حضرت ابوطالب کی نسبت کبھی مفرد کا صیغہ استعمال کیا ہو۔ اگرچہ کے ایمان نہیں لائے مگر آخر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ہیں۔ اس نسبت سے بے تعظیمی کے الفاظ زبان سے نہیں نکلتے"۔

"مولوی عبد الرب" نے ایک جگہ اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ ابو طالب کے ایمان نہ لانے سے میرے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت صدمہ ہوا۔ کیونکہ کفر کا انجام ہمیشہ کیلئے دوزخ ہے، مگر میں اس پر راضی ہوں کہ حق تعالی میرے بجائے ابوطالب کو جنت میں بھیجدیں اور مجھے انکی جگہ ابدآلآباد تک کیلئے جہنم میں بھیجدیں کیونکہ میرے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں ٹھنڈی ہوجائیں گی۔"

یہاں پھر وہی بزرگ فرماتے ہیں کہ مجھ پر اس مضمون کا بہت اثر ہوا کہ میرے دل نے کہا کہ اگر مولوی عبد الرب" کے پاس کوئی عمل نہ ہو تو بھی یہی محبت انکی نجات کیلئے مغفرت کیلئے ان شاء اللہ کافی ہے۔ کیونکہ اسکا منشاء محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔" (وصیۃ العرفان ۰ فروری بابت ۱۹۸۶ بحوالہ وصیۃ المشائخ)

سورۃ تبت یدا : یہی وجہ ہے کہ بعض بزرگوں نے تعظیم سادات کے ضمن میں یہاں تک لکھا ہے کہ یہ "سورۃ اللھب" اگرچہ کلام اللہ کی ایک مکمل سورۃ ہے بلکہ اس کا ایک جزو ہے اس کے بغیر کلام اللہ کی تکمیل نہیں ہو سکتی ہے۔ مگر یہ جانتے ہوئے بھی بعض صحابہ کرام رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین نے بکمال ادب واحتیاط حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حین حیات یا آپ کے سامنے اسکی تلاوت نہیں کی ہے۔ اس لئے کہ وہ سمجھتے تھے اور خوب جانتے تھے کہ ابو لہب گو دشمن اسلام سہی مگر حضور کے چچا تو ہیں اور چچا کو گالیاں دینا کو سنا اور برا بھلا کہنا یہ گویا حضور کی شاق میں گستاخی کے مترادف تھا اور ہے۔ لہذا اس سے بھی گریز کیا اور احتیاط برتی۔

قربان جائیں ان صحابہؓ کی اس سمجھ بوجھ کی گہرائی پر کہ انہوں نے یہاں تک سوچ لیا کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم گو اس سے ناراض نہ ہوں، مگر چچا ہونے کے ناطے دل میں بال برابر بھی کچھ نہ کچھ اس کا احساس وعار کا پیدا ہونا اور کبیدہ خاطر ہونا ممکن تھا اس لئے بھی اس سے احتیاط و احتراز ضروری جانا، جو ان اصحاب رسولؐ کے کمال ادب واحتیاط پر دال ہے۔

دیکھئے ان حضرات صحابہ رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین نے یہاں کس درجہ احترام اور کس قدر احتیاط و اجتناب سے کام لیا ہے کہ "تبت یدا" کی سورت کو قرآن کا ایک جزو لاینفک مانتے ہوئے بھی اسے آپؐ کے سامنے پڑھنا گوارہ نہیں فرمایا۔ یہ ان کی ایمانی غیرت و حمیت، جوش محبت اور کمال ادب کا تقاضا تھا۔

واقعہ امام شافعی" حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق کتابوں میں لکھا ہے کہ ایک دفعہ امام صاحب" درس حدیث دیتے ہوئے اچانک کھڑے ہوگئے تو شاگردوں نے بھی آپ کی متابعت میں کھڑا ہونا ضروری جانا اور وہ بھی کھڑے ہوگئے پھر جب امام صاحب بیٹھ گئے تو یہ بھی بیٹھ گئے۔ اسی طرح خلاف معمول آج پانچ چھ مرتبہ سب کا

اٹھنا بیٹھنا ہوا۔ سبق ختم ہونے کے بعد شاگردوں نے اسکی وجہ پوچھی کہ حضرت! خلاف معمول آج آپ یہ بار بار کھڑے کیوں ہوگئے تھے؟ بظاہر اسکی وجہ سمجھ میں نہیں آئی؟۔

فرمایا کہ میں درس حدیث دے رہا ہوں اور زبان پر بار بار سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نامی واسم گرامی آیا ہے کہ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم کذا۔ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم کذا۔ (ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا فرمایا۔ ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں فرمایا۔) اور سڑک پر ایک سیدزادے دو ڈھائی سال کے ساتھیوں سے کھیلتے ہوئے میرے سامنے آجاتے ہیں۔ اور جیسے ہی ان پر نظر پڑتی ہے تو مجھے شرم آتی ہے کہ بار بار اس بچے کے نانا صلی اللہ علیہ وسلم کا نام تو لیتا رہوں اور جب نانا کا نواسہ سامنے آئے تو اس کا احترام نہ کروں؟۔ یہ میری ضمیر گوارہ نہ کی اسلئے احتراما فورا اٹھ کھڑا ہوا۔ اور جب تک وہ نظروں کے سامنے رہے کھڑا رہا۔ اور جب وہ غائب ہوگئے بیٹھ گیا۔

سبحان اللہ! کیا شان ہے امت کے اس امام کی جس نے رہتی دنیا تک کیلئے ایک نمونہ چھوڑا۔ ایک مثال اور ایک سبق سکھا گیا کہ سادات کے ساتھ انمول عقیدت و محبت ایسی ہوتی ہے۔ اجی! بڑے تو آخر بڑے ہوتے ہیں محض انکے ایک چھوٹے بچے کمسن اولاد کیساتھ اس درجہ احترام جس کا ثبوت دور دور تک معدوم اور نیست و نابود ہے۔ بلکہ آج کے اس دور میں میں تو اس واقعہ کے سچ ہونے میں لوگوں کو تردد ہو اور یقین نہ آئے۔

یہ کوئی من گھڑت کہانی نہیں حقیقت ہے۔ اور اس پر محض منہ سے کہنے والا نہیں عمل کرکے دکھلانے والا۔ کوئی بناوٹ اور تصنع سے کام لینا والا بھی نہیں۔ اور وہ بھی کوئی معمولی قسم کا آدمی نہیں۔ سیدھا سادھا ملا بھی نہیں۔ مفسرین کا استاذ، محدثین کا استاذ، اماموں کا امام، مشائخین کا شیخ اور دنیائے اسلام کے صرف اور صرف چاروں منتخب اماموں میں سے ایک امام حضرت شافعی رضی اللہ تعالی عنہ ہیں، جن کی آل رسول صلی اللہ علیہ وسلم یعنے سادات کیساتھ عظمت و محبت عقیدت و ارادت کا یہ عالم تھا جو یقینا ان کی رگ رگ میں نس نس میں سادات کیساتھ عشق و محبت رچ بس گئی تھی۔ جب ہی تو انہوں نے ایک چھوٹے بچے سے بھی عزت واحترام کیساتھ پیش آنا ضروری سمجھا اور عالم اسلام کے تمام حضرات کو اپنے اس عمل سے سبق سکھلایا۔ اور رہتی دنیا تک ایک نمونہ چھوڑا فرحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔

خلیفہ ہارون رشید کا پہلوان : دار الخلافۃ بغداد میں خلیفۃ المسلمین امیر المؤمنین ہارون رشید کا دور ہے ہر چہار دانگ عالم میں ہارون کا ڈنکا بج رہا ہے اور ہارون کے پاس ایک ایسا دیوہیکل پہلوان بھی ہے جسکی طاقت و

قوت کی شہرت دور دراز تک پہنچ چکی ہے اور وہ پوری دنیا سے چیلنج کرتا تھا کہ کوئی ہے ؟ جو میرے مقابلہ میں آئے۔ مگر کوئی نہیں آتا تھا۔ کس کو ہمت ؟ کسے جسارت ؟ اور کیسی طاقت ؟ جو اس کا سامنا کرسکے اور اس سے ہاتھ ملاسکے اور پنجہ لڑاسکے۔

دنیا کے سارے پہلوان محض سنتے اور دیکھتے رہ جاتے تھے۔ کسی کو یہ قدرت اور مجال نہ تھی کہ ہارون رشید کے اس دیو ہیکل قد و قامت والے پہلوان سے ہاتھ ملائے۔ اجی ! وہ ہاتھ ملائیں گے کیسے ؟ اتنی ہمت و جسارت ان میں کہاں ؟ اسے دیکھتے ہی سب کے حواس باختہ ہوجائیں اور دم بخود ہوکر رہ جائیں۔ اس پہلوان کی شان اور آن بان کے قصیدے دور دور تک پہنچے ہوئے تھے اس کے جسم کی بناوٹ و پھرتی اور ہیبت کذائی کا طوطی بول رہا تھا اور ہر طرف شہرت و نیک نامی کے ڈنکے بج رہے تھے۔

اس ہیبت ناک خطرناک پہلوان کی غذا و خورک کا شہرہ بھی کیا کم تھا؟ وہ بھی ایک عجوبہ روز گار سے کم نہ تھا۔ زیادہ کچھ نہیں۔ بس یہی روزینہ ایک دنبہ مسلم۔ آٹھ دس مرغیاں اور ایک سو انڈے کھانے کیلئے اور دس سیر گھی پینے کیلئے اور درمیان میں کچھ ہلکے پھلکے ناشتے مثالی کباب کیساتھ پراٹھے بھی ہوا کرتے تھے۔ جو پہلوان صاحب کے حق میں تو روزینہ کا معمول تھا مگر دوسروں کیلئے یہ جتنا عجیب و غریب اور حیرت انگیز ہے اتنا ہی تعجب خیز بھی۔

شہر بغداد اور اس کے آس پاس اور قرب و جوار کے شہروں اور ان کے شاہراہوں پر خلیفہ ہارون کی طرف سے یہ تختی آویزاں تھی کہ جو کوئی بھی ہمارے اس پہلوان کے ساتھ مقابلہ کرے گا اور پچھاڑ کر زیر کردے گا تو ہم اسے انعام میں اسکے برابر وزن سونا تول کر دیں گے۔ اس مضمون کی تختی شہر کے اکثر شاہراہوں پر برسوں لٹکی رہی۔ مگر اسے عمل جامہ پہنا شاید ابتک نصیب نہ ہونا تھا نہ ہوا۔

بالاخر ایک دن مصلحت خداوندی کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ تاریخ نے اس ان ہونی بات کو ہونے سے بدل دیا۔ نیست کی ہست نے لی، نابود کی جگہ موجود نے لی۔ عدم کی جگہ نعم نے لی۔ اور نفی و انکار نے اثبات و اقرار کا ثبوت فراہم کردیا اور ایک ناممکن کو ممکن سے بدل کر رکھ دیا اور ناقابل کو قابل بنا دیا۔ اور ایک دن لوگوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا اور یقین نہ ہونے پر بھی یقین کرنا پڑا۔ ایک لافر و کمزور ضعیف و نحیف دبلا پتلا بوڑھا مریض اس پر مزید طرفہ تماشہ یہ کہ تین دن سے کھانے کچھ میسر نہیں، جیب میں پیسہ بھی نہیں کہ کچھ خرید کر کھایا جاسکے، فاقوں پر فاقے بھوک سے نڈھال لڑکھڑاتا ہوا شہر بغداد میں داخل ہوا۔ اب اسکی نگاہ خلیفہ کی لگوائی ہوئی تختی پر پڑی۔ تختی دیکھی آؤ دیکھا نہ تاؤ اپنے آپ کو اس پہلوان کے مقابلہ پر آمادہ کرلیا اور بادشاہ وقت امیر المؤمنین ہارون رشید کی

خدمت میں سپاہی سے کہلوا بھیجا کہ حضور اگر اجازت دیں تو مقابلہ کیلئے بندہ حاضر ہے۔

سپاہی اول اول تو حیران مبہوت رہ جاتا ہے کہ یہ بوڑھا مریض، ضعیف و نحیف ہمارے شاہی پہلوان کی حقیقت کو کیا جانے؟ اسلئے ناصحانہ اور خیر خواہانہ انداز میں اس سے ہمکلام ہوتا ہے۔

سپاہی! بوڑھے میاں پہلے آپ اپنی خیر منائیں اور اس ناپاک اور خطرناک ارادہ سے باز آجائیں آپ سے یہ ناممکن ہے کیوں خود کو موت کے حوالہ کرتے ہو؟

بوڑھا! اجی جناب آپ کو اسکی فکر کی ضرورت نہیں میں جو کہہ رہا ہوں اسے جاکے بادشاہ سے سناؤ اور اجازت لے آؤ۔ تم کیا جانو میری حقیقت اور پوزیشن کو۔ کبھی آدمی بظاہر کمزور ضعیف ضرور ہوتا ہے مگر اسکے پاس وہ گہ گر اور داؤ ہوتا ہے جو اچھے اچھوں کو پچھاڑ دیتا ہے اور محو حیرت میں ڈال دیتا ہے۔ سچ ہے ؎

پیر مغاں کے پاس وہ دارو ہے جس سے ذوق — نامرد، مرد، مرد جواں مرد بن گیا

کیا سمجھے آپ؟ جاؤ اور سنا کے آؤ۔ ہم ڈرپوک رو باہ مزاج نہیں کہ آپکی باتوں میں آجائیں اور ڈر کر رہ جائیں، ہماری رگوں میں اپنے بڑوں کا خون دوڑتا ہے پانی نہیں۔

سپاہی بادشاہ کے پاس جاتا ہے اور حقیقت حال کا پتہ دیتا ہے اور ساری تفصیل سناتا ہے۔

بادشاہ سپاہی سے۔ حاضر کرو اس بوڑھے کو۔

بادشاہ سپاہی بوڑھے کے ساتھ حاضر ہوتا ہے۔ سپاہی کی نگاہ جیسے ہی بوڑھے پر پڑتی ہے وہ ایکلخت حیران و مبہوت اور کسی لمحے سکتے میں پڑجاتا ہے اور پوری حیرت واستعجاب کیساتھ بیساختہ اسکی زبان سے نکلتا ہے "یہ منہ اور مسور کی دال"! یہ صورت سے اور اتنی ہمت و جرات اور اس قدر بیباکی اور جسارت!۔ ایاز قدر خود بشناس!

پھر بادشاہ نے پوچھا کیا واقعی تم اس سے لڑنا چاہتے ہو؟ اور کیا تمنے ہمارے پہلوان کو دیکھا بھی ہے؟؟

بوڑھا! ہجور (حضور) جہاں پناہ! اس کو تو میں نے نہیں دیکھا اسکے نام مکابلے کی تکتی جو آبی جان ہے (مقابلہ کی تختی جو آویزان ہے) یہ البتہ دیکھی ہے۔

بادشاہ! جاؤ پہلے دیکھ کر آجاؤ پھر فیصلہ کرنا۔

بوڑھا! لڑکھڑاتا ہوا وہاں سے رخصت ہورہا ہے۔ سپاہی اسے لیکر پہلوان کے پاس پہنچتا ہے۔ ادھر پہلوان بھی منتظر ہی تھا کہ اتنے برسوں مدتوں بعد کوئی اجل گرفتہ میرے مقابلہ کیلئے آگیا ہے۔ پھر معا سوچا کہ مقابلہ پر آنے والا کوئی ایسا ویسا تو نہ ہوگا وہ بھی کسی قدر طاقتور اور زور آور پہلوان ہی ہوگا۔ جب ہی تو وہ مجھ سے زور آزمائی کرنا ہے

اور للکارتا ہے۔ بھلا اسمیں کتنی طاقت ہوگی؟ اور وہ کتنے ہنر اور رازہائے سربستہ سے واقف و وابستہ ہوگا؟ وہ بھی اس ملک کس کا نہیں ہے کہ اپنے شاگردوں یا جاسوسوں سے کچھ تو اتا پتہ لگا یا ہوتا۔ وہ تو باہر سے آیا ہوا ہے وغیرہ وغیرہ خیالات دل و دماغ پر رہ رہ کر آنے لگے ہیں اور محض اسی تصور ہی سے اسکے اوسان خطا ہو رہے ہیں۔

اتنے میں اس بوڑھے پہلوان پر جیسے ہی نظر پڑی دل میں رعشہ و کپکپی طاری ہونے، حواس باختہ اور عقل گم گشتہ ہونے کی جگہ، ایک فاختہ پرند سے زیادہ اسکی وقعت نہیں رہی۔ شاہی پہلوان دل ہی دل میں ہنس رہا تھا اور ساتھ ہی اسے بنظر تحقیر دیکھ رہا تھا کہ اسکے ساتھ مقابلہ کرنا گویا یہ میری صریح توہین ہے کسر شان ہے۔ میں کیا میرے شاگردوں کے شاگرد سے بھی بلکہ ایک ادنی درجہ کا دس سالہ معمولی لڑکے سے بھی یہ بازی نہیں لیجا سکتا اور یقینا جیت نہیں سکتا۔ معلوم ہوتا ہے شاید اسکے سر پر موت کا فرشتہ منڈلارہا ہے۔ یہ چٹکیوں میں اڑ جائے گا۔ کشتی، مقابلہ بازی، اور ہاتھ پائی تو بہت دور کی بات ہے محض پھونکوں سے یہ اجڑ جائے گا۔ اور میرے شاگردوں کی ایک چٹکی اسکی موت کا بہانہ بن جائے گی۔ اور اسے ابدی نیند سلادے گی۔ اجی۔ اسنے ہاتھ لگانے کی ضرورت ہی کیا رہ جاتی ہے؟ جبکہ محض ایک چٹکی میں اسکا کام تمام ہوجائے گا۔ چٹکیوں سے مسل دینا انگلیوں سے کچل دینا اسلئے آسان ہے۔ میں کسی حال اس سے مقابلہ نہیں کروں گا۔ آخر یہ بھی کوئی بات ہے؟ ہاتھی کے ساتھ چیونٹی کا کیا کبھی مقابلہ ہوا ہے؟ اسے دنیائے تاریخ کیا لکھے گی؟

یہ جس قدر مضحکہ خیز ہے اسی قدر حیرت انگیز بھی۔ اسکے ساتھ لڑنا اور ہاتھ ملانا، پنجہ لڑانا، خود کو ذلیل و رسوا کرنے کے مترادف ہے، میری ناک کٹے گی، توہین ہوگی۔ ہتک عزت ہوگی۔ دیکھو تو سہی اسے زمین پر ایک منٹ کیلئے بھی سکون و قرار کیساتھ کھڑا نہیں جاتا ہے۔ ہاتھ پیر اپنے قابو میں نہیں، بے قابو ہوکر انمیں کپکپی رعشہ اور تھر تھراہٹ کا مظاہرہ ہو رہا ہے اور بری طرح لڑ کھڑائے جارہا ہے۔ اور ہاتھ پاؤں ہوتے ہوئے بھی نہ ہونے کے برابر ہیں بقول شاعر ؎

نہ ہاتھوں میں طاقت نہ پاؤں میں جنبش — کہ اٹھ کھینچیں دامن ہم اس دل ربا کا
سر راہ بیٹھے ہیں اور یہ صدا ہے — کہ اللہ والی ہے بے دست و پا کا

غرض یہ عجیب معاملہ ہے، عقل محو حیرت ہے اسے کیا سوجھی؟ سمجھ میں نہیں آرہا ہے کہ اسی کو سوجھا؟ دوسروں کو نہیں سوجھا؟؟ سچ ہے ؎

اس زلف پہ پھبتی شب دیجور کی سوجھی — اندھے کو اندھیری میں بہت دور کی سوجھی

اسے تو محض باتیں کرتے ہوئے ہمکلامی میں بھی اپنے ہاتھ پاؤں پر قدرت نہیں، قابو نہیں، اور وہ بے قابو ہوئے لڑکھڑائے جارہے ہیں تو پھر مقابلہ میں یہ کھڑے گا کیسے ؟ لڑے گا کیسے ؟ سچ تو یہ ہے کہ ایک ایسا نرالا، انوکھا، اور بے تکا مقابلہ ہے جیسے دنیائے تاریخ میں تاریخ دان ایک بڑی نادانی اور بیوقوفی سے تعبیر کریں گے تشبیہ دیں گے۔ اور اناؤ نگر چوپٹ راجدھانی کی نظیر و تمثیل قائم کریں گے۔ یہ اور اس جیسے بیشمار ولاتعداد خیالات شاہی پہلوان کے دل ہی دل میں پیدا ہوتے ہیں، رہ رہ کر ستاتے ہیں۔ اور وہ سیدھے خلیفہ ہارون رشید کی خدمت میں باریابی کی اجازت چاہتا ہے۔

بادشاہ! کیا بات ہے ؟ کیسے آنا ہوا ؟ یہ کوئی پریشانی کی بات بھی ہے نہیں۔ میں جانتا ہوں، بلکہ دربار کا بچہ بچہ بھی خوب واقف ہے کہ اس بوڑھے ضعیف کی موت اصل میں اسے یہاں کھینچکر لائی ہے۔ میں نے اسے سمجھایا بھی مگر وہ بڑا بیوقوف ہے پاگل ہے، بڑا احمق ہے، اسے شاید اپنی موت پیاری ہے اور کیا ؟ معلوم ہوتا ہے کہ اسے خزانہ کی آس نہیں بلکہ موت کی آس ہے، جسکی یاد میں مجبور و یاس ہوکر وہ یہاں پہنچا ہے۔ اب اسکی یہ خواہش پوری کردینا ہی وقت کا تقاضہ ہے۔ ورنہ لوگ کیا کہیں گے ؟ شہر کی سڑکوں اور شاہراہوں پر تختی جو لٹکائی ہے اس کا کیا جواب ہوگا ؟ خزانہ کے کم ہوجانے کے خوف سے مقابلہ سے گریز کیا اور اسکے اندر ہیرا پھیری کرکے ٹال مٹول سے کام لیا وغیرہ باتیں سننے میں آئیں گی۔ اور صفحہ تاریخ میں یہ ایک ایسا عیب دار بدنما دھبہ اور داغ ہوگا، جو نہ مٹنے والا داغ ہو جیسے داغ مرحوم کی زبانی ہزار بار بھی مٹاؤ نہ مٹے ؎

زخم آئے تو سبھی خشک ہوا کرتے ہیں　　داغ مٹتا ہی نہیں اس کا نشاں رہتا ہے

اسلئے چلو کل ہی اس کا فیصلہ ہوجائے۔　　"نہ رہے بانس نہ بجے بانسری"

شاہی پہلوان! حضور عالی جاہ! میں آپ کے دربار میں اسلئے حاضر نہیں ہوا کہ میں بوڑھے سے مقابلہ کی میرے اندر ہمت نہیں سکت نہیں تاب و طاقت نہیں، بلکہ اسلئے حاضر ہوا ہوں کہ اسکی میرے سامنے کوئی وقعت وحقیقت ہی نہیں ہے۔ اب آپ ہی فیصلہ فرمائے کہ میرا اس کا کیا مقابلہ ہوگا ؟ یہ تو آپ اچھی طرح واقف ہیں۔ کیا یہ میری توہین نہیں ہے ؟ کہ ایک ادنی کو اعلی سے لڑایا جائے۔ میری طاقت کے سامنے اسکی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ پھر وہ میرے ساتھ ہاتھ ملائے پنجہ لڑائے یہ دنیائے تاریخ میں بڑی مضحکہ خیز بات ہوگی۔ اسلئے بہتر ہے میرے ایک ادنی سے ادنی شاگرد کیساتھ اسکا مقابلہ ہوجائے۔ بادشاہ۔ بیشک بات تو تم نے ٹھیک ہی کہی ہے۔ یہ توازن عقل وانصاف کے بھی یکسیر خلاف ہی ہے۔ اچھا ہم اس بوڑھے کو بلواکر سمجھادیں گے (جاری)

آئینۂ دل

مولوی حافظ جی۔ ھدایت اللہ یم اے
لطیفی کدری

الاوان فی الجسد مضغة اذا صلحت صلح الجسد کله و اذا فسدت فسد الجسد کله الاوھی القلب (بخاری)

ہوشیار باش! کہ بدن میں ایک گوشت کا ٹکڑا ہے۔ جب وہ بن سنور جاتا ہے تو تمام بدن سنور جاتا ہے، جب اس میں خرابی آتی ہے تمام نظام بدن میں خرابی آتی ہے۔ سنو وہ ٹکڑا دل ہے!!

کیا زمانہ تھا وہ بھی، عہد زریں یونہی نہیں کہلایا۔ جب کائنات قلب بڑی آباد پیکر رونق تھی۔ بہاریں رقص کرتی تھیں اور موسم ربیع کے فردوسی نظارے اسکے چپہ چپہ میں منتشر رہتے تھے۔ الفت و محبت کی کلیاں مسکراتی تھیں۔ خیر خواہی و ہمدردی کے پھول کھلتے تھے اور خدمت و ایثار کی خوب صورت روشیں دعوت نظارہ دیتی تھیں حق شناسی ورتبہ شناسی کے ستارے پوری آب و تاب سے مزین تھے۔ قناعت وشان بے نیازی کے بلند آسمانوں پر ضبط وبسط کی برف جمی رہتی تھی۔ تسلیم و رضا کے آب شاروں سے تشکر و امتنان کے دھارے بڑی سرعت و سنجیدگی سے بہتے تھے۔ خلوص وللہیت، توکل و اعتماد، جرات و شجاعت اور عشق و جاں بازی کی دھیمی اور لطیف خوشبوئیں پوری فضا کو معطر و معنبر رکھتی تھیں۔

جب کائنات دل ان مختلف کیفیتوں سے باخبر اور بھرپور رہتی ہے تو زیست انسانی میں نادر اور اچھنبے واقعات رونما ہوتے ہیں۔ جنھیں دیکھ کر چشم فلک حیران اور اذہان انسان ورطہ حیرت میں پڑجاتے ہیں۔

عسرت و تنگ دستی کا زمانہ ہے۔ بڑی جتن سے اپنے معصوم بچوں کیلئے کھانا تیار کیا گیا تھا۔ ایسے عالم میں صاحب خانہ ایک مہمان کے ساتھ تشریف لائے ہیں اور بیوی سے کہتے ہیں کہ بچوں کو بہلا پھسلا کر سلا دو۔ مہمان نوازی ضروری ہے۔ بچوں کے سوجانے کے بعد بیوی حسب ہدایت چراغ درست کرنے کے حیلے گل کردیتی ہے اور مہمان کی کھانے سے فراغت ہوجاتی ہے۔ وہ اس فہم میں ہے کہ میزبان بھی شریک طعام رہا ہوگا۔ حالاں کہ شوہر، بیوی، معصوم بچے فاقہ سے رہ جاتے ہیں۔ آیت کریمہ نازل ہوتی ہے۔

ویوثرون علی انفسہم ولوکان بہم خصاصہ اپنی جانوں پر اوروں کو ترجیح دیتے ہیں اگرچہ ان پر فاقہ ہی ہو۔ (قرآن)

کبیدہ خاطر، دل رنجور، افسوس کا شکار، مالک قاب قوسین (صلی اللہ علیہ وسلم) شہر مکہ سے حجاز کے ایک شہر یثرب جاتے ہیں۔ سب سے پہلے آپ نے درمیان مہاجرین وانصار مواخات (بھائی چارگی) قائم کیا اور فضیلت اور اہمیت اخوت کو بتایا۔

نثار اس محبت و الفت اور بھائی چارگی پر۔ انصار نے بڑی قربانیاں نذرانے میں دیں جسکے امثال وانظار دنیا اپنے اختتام تک پیش نہ کرسکے گی۔

جن کے پاس چار چار بیویاں تھیں۔ بیوی شریک حیات، رفیق زندگی، شوہر پر سب کچھ نثار کرنے والی ہوتی ہے۔ طلاق دے کر بعد عدت اپنے اہتمام میں مہاجرین سے نکاح کروایا۔ جانوروں باغوں، جائدادوں میں کچھ اسطرح حصے بخرے کیا اور تقسیم کیا جیسے یہ لوگ وراثت میں حق رکھتے ہیں۔ رضی اللہ عنہم وارضا عنہ کا خطاب تو بذریعہ قرآن ملا ہی ہے۔ مگر ان نام نہاد مسلمان اور کوتاہ چشمی کے شکار ناقدین کو کیا کہیے جو ہمیشہ انکے دامن کو آلودہ کرنے میں رطب اللسان رہتے ہیں، یارب! انھیں عقلِ سلیم عطا کر۔

؎ سنگ بد گوہر گر کاسۂ زرین شکند　　　قیمت سنگ نیفزائد وزر کم نشود

ایک بار حضرت عمرؓ علاقہ شام سے واپس ہوے اور تنہا تنہا حالات دریافت کرنے لگے۔ ایک بڑھیا سے ملاقات ہوی تو اس نے پوچھا: عمر کیا حال رکھتے ہیں؟ وہ جانتی نہ تھی کہ یہی امیر المومنین عمر ابن الخطابؓ ہیں۔

حضرت عمرؓ: بڑھیا وہ ابھی علاقہ شام سے آئے ہیں۔

حضرت عمرؓ : کیوں! آخر اس کا سبب!

بڑھیا : جب سے وہ مسند خلافت پر متمکن ہوئے ہیں بیت المال سے مجھے ایک پیسہ نہ ملا۔

حضرت عمرؓ : اے بڑھیا عمرؓ کو کیا خبر، تو کیسی ہے؟

بڑھیا : جو شخص خلیفہ ہو اور اسے مشرق و مغرب کے حالات و کوائف کی خبر نہیں وہ کیسا خلیفہ؟ یہ میری اور اک اور فہم سے بالا ہے۔

یہ الفاظ سنکر آپؓ کی آنکھیں اشک بار ہو گئیں اور اپنے جی کو کوسا، سخت وسست کہا اے عمرؓ حیف صد حیف تجھ پر۔ رعایا اپنا حق مانگے ہے اور ہر شخص تجھ سے بڑھ کر فقیہہ ہے اور تو بے خبر

اس کے بعد آپؓ نے بڑھیا سے کہا : اے بڑھیا تم اپنی داد خواہی کتنے میں فروخت کروگی؟ کہ میں عمرؓ کو اس پر راضی کرلوں۔

بڑھیا نے کہا : خدا تم پر رحم کرے۔ مجھ سے تمسخر نہ کرو۔ حضرت عمرؓ نے کہا: بی اماں! میں تم سے تمسخر نہیں کرتا۔ آخر آپؓ نے بیس درہم میں داد خواہی خریدلی اور رخصت ہونے ہی کو تھے حضرت علیؓ اور حضرت عبد اللہ ابن مسعودؓ : السلام علیکم یا امیر المومنین کہتے ہوئے آموجود ہوے۔ بڑھیا یہ سن کر پسینے میں شرابو ہو گئی۔

آپؓ نے فرمایا : افسوس کی کوئی بات نہیں۔ تو نے جو کچھ کہا بجا کہا۔ اسکے بعد حضرت عمرؓ نے پوستین کے ٹکڑے پر جو عبارت لکھی ترجمہ یہ ہے:

بسم اللہ الرحمن الرحیم یہ تحریر اس امر کے متعلق کہ عمر نے فلاں بڑھیا سے ابتدائے خلافت سے اب تک اسکی داد خواہی بیس درہم میں خریدلی اب اگر وہ روز قیامت پیش خدا دعوی کرے تو میں اس سے بری ہوں۔ اور حضرت علیؓ و عبد اللہ بن مسعودؓ اس پر گواہ ہیں۔

آبادی سے باہر نواح مدینہ میں ایک خیمہ تھا۔ باہر مسافر بیٹھا تھا۔ چہرہ پر اضطراب کا خول چڑھا ہوا بڑا بے چین ہے۔ ایسا لگتا ہے وہ کچھ ایسی پریشانی کا شکار ہے۔ جس کا ازالہ اس کے امکان سے باہر ہے۔

حضرت عمرؓ نے حال پوچھا۔ لیکن ٹال مٹول سے کام لیا گیا۔ اتنے میں کسی عورت کے کراہنے کی آواز آئی۔ آپؓ باصرار پوچھے تو اس نے بتایا کہ خیمہ میں میری بیوی دردزہ میں مبتلا ہے۔ میں ایک مفلس آدمی ہوں اور اتنی رات گئے کون عورت دایہ ائے گی، آئے گی بھی تو معاوضہ دوگنا طلب کرے گی۔ اسی کشمکش وتذبذب میں ہوں۔

حضرت عمرؓ فی الفور اپنے گھر گئے اور اپنی بیوی جو مجسم رحم اور بااخلاق تھیں، انھیں ساتھ لائے۔ اور بااجازت خیمہ میں گئیں۔ ہانڈی چولھے پر رکھ دیا اور تیمارداری میں مصروف ہوگئیں۔ اس گنوار کو یہ خبر نہ تھی کہ یہی عمرؓ ہیں۔

گنوار : سنا ہے عمر بڑے سخت گیر ہیں! تم انھیں جانتے ہو؟

حضرت عمرؓ : واقعی وہ سخت گیر ہیں۔

گنوار : میں ورطۂ حیرت میں ہوں کہ عوام مدینہ نے انھیں امیر کیسے چن لیا!

حضرت عمرؓ : شاید! انکی نظر میں وہ بھلا ہو۔

گنوار : وہ بڑے پرلطف کھانے کھاتا ہوگا؟

حضرت عمرؓ : ہاں! بڑے لذیذ کھانے کھاتا ہے۔

درمیان گفت و شنید حضرت ام کلثومؓ کی آواز آئی: امیر المومنین! اپنے دوست کو بشارت دیں کہ اللہ نے انھیں فرزند بخشا ہے۔

گنوار لرزہ بر اندام ہوگیا۔ اسکے دست و قدم میں لرزہ و عشہ تھا۔ وہ معذرت خواہ ہوا۔ آپؓ نے اتنا کہنے پر اکتفا کیا کہ سردار قوم سچا خادم قوم ہوتا ہے۔ معذرت کی کوئی بات ہی نہیں۔ صبح میرے پاس آنا بچہ کا وظیفہ مقرر کیا جائے گا......

سب سے پہلے امیر المومنین کا لقب آپؓ کا ہوا۔ مگر دیکھو اس شہنشاہ کے خوان پر کبھی دو سالن تھے نہ دو لباس پہننے کو.....

نگینہ مہر پر کندہ تھا : کفی بالموت واعظا یا عمر" اے عمر نصیحت کیلئے موت کافی ہے۔ جب اس نقش پر نظر جاتی بے اختیار آنکھوں سے آنسو بہ جاتے۔

آپؓ نے ایک مے کش کو دیکھا۔ بحالت مستی تو چاہا کہ درے لگائیں۔ مگر اس نے دشنام طرازی کی۔ آپؓ نے اسے چھوڑ دیا۔ اور فرمایا: چوں کہ مجھے اس نے غصہ دلایا۔ میں درے مارتا تو وہ دشنام طرازی کے عوض اور باعث تسکین خاطر ہوجاتا۔ خدا تعالی کے حکم کے مطابق نہ ہوتا۔

سینے میں اگر ہو دل بیدار محبت ہر سانس ہے پیغمبر اسرار محبت

کیسے امیر المومنین تھے وہ جنھیں رعایا کی فکر میں راتوں کو نیند نہ آتی تھی اور چکر لگاتے لگاتے پاؤں نہ تھکتے

تھے۔ اور وہ کیسی ملکہ تھیں جنھیں ایک اجنبیہ کیلئے دایہ کی حیثیت اختیار کرنے کو کوئی تامل نہ ہوتا تھا۔ یہ اور اس نوع کے حیرت انگیز و قابل رشک واقعات اس وقت ظہور پذیر ہوتے تھے جب دنیائے دل باغ و بہار تھی۔ آج وہ دنیا بگڑ چکی ہے۔ اب خزاں کی حکم رانی ہے۔ بدتہذیبی و بداخلاقی کی باد صرصر چلتی، فخر و غرور اور تعلی و استکبار کے طوفان سر اٹھاتے ہیں۔

حرص و طمع کے ہول ناک غار ہیں۔ ان سے ناسپاسی کا کثیف دھواں نکلتا ہے۔ غیظ و غضب کے کنویں ہیں، انتقام کے بھیانک راگ الاپے جاتے ہیں۔ حسد و کینہ، نخوت و خودپسندی، بے رحمی و سنگ دلی کی کثافتوں نے دنیائے دل کے ماحول کو بے حد متعفن اور بدبودار بنادیا ہے۔ اب اسمیں روشنی کی کوئی کرن، خوشبو کی کوئی لہر، شادابی کی کوئی جھلک، لطافت و پاکیزگی کی کوئی رمق باقی نہ رہی۔

اب یہ کائنات دل بھیانک ویرانے میں تبدیل ہو چکی ہے، جہاں بھوت و پریت نے ڈیرا ڈال دیا اور خبیث و ناپاک روحیں منڈلاتی پھرتی ہیں۔ دل خواہشات و شہوات کی جگہ، اوہام و وساوس اور تمام گندگیوں کی آماجہ گاہ بن گئی ہے ۔

رشک نے ایسے تفرقے ڈالے دیدہ و دل میں دوستی نہ رہی

نتیجہ! دلوں کے اجڑنے اور قلوب کے بگڑجانے کا ہے۔ ضروری ہے کہ توجہ کی جائے اور زنگ آلود آئینہ قلب کو مصفی و مجلی اور صیقل کیا جائے اور خصائل و محامد پیدا کرے رذائل و ذمائم کو دور کرے۔ اسی وقت کامیابی و کامرانی کی کونپلیں آئیں گی اور حدیقہ قلب میں تخم ریزی ہوگی۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا: ساری حیات کے بننے بگڑنے کا مدار وانحصار دل کی دنیا بگڑنے پر ہے"۔

پھتر کی بھی تقدیر سنور سکتی ہے۔ شرط یہ ہے کہ سلیقہ سے تراشا جاے۔

رب کعبہ! تمام مسلمانوں کے آئینہ قلب کو صیقل و مصفی بنائے۔

آمین ثم آمین۔

الاســلام والمسلــم

☆ ابن ابی بکر لطیفی متعلم دارلعلوم لطیفیه حضرت مکان ویلور

الحمد لله الذی انعم علینا بنعمائه الجزیلة وهد انا سبیل السلام والصلواة والسلام علی رسوله هادی الانام وعلی اله افضل الکرام واصحابه المهتدین العظام.

امابعد: فان من مذهب الاسلام بعلو مرتبته ورفعت شانه یعلو علی سائر الادیان دین قیم ملة متوسطة احکامها لیلها کنها رهالا یزال الناس ید خلون فی دین الله افواجاو لمابدأ الاسلام غریبا قلیلا ما کانو یسلمون وکثیراماکانو یکفرون وبالا قلیة القوة للاسلام فلما انتشر الاسلام یوما فیوما تنورت الافاق وطفأت مصابیح الکفرفی الفارس والروم وبطلت الکفر وظهرالحق فی اقطار السماوات والارض فخرت الاصنام ساجدة واطفأ الله ما اطفأمن الکفروالباطل اقرالمنکرون بانه دین حق ودین محمد خیر دین من الادیان البریة لا نظیر له تحت ادیم السماء دین مثل دین الاسلام ملة بیضاء احکمت ما احکمت واثبتت ما ثبتت من الحق وابطلت الکفرانیة وقطعت الجاهلیة لمارای اعداء الله شهرة الاسلام ودخول الناس فی دین الاسلام فحا لوا ان یمنعوا الناس عنه وحینا فحینا ارادوا ازالة الایمان عن قلوب اهل الاسلام فلم تزل ارادتهم لاطفاء نور الله بافواههم والامرعند الله والمتم نوره انّیٰ یطفئون ! حتی لوبقی فی الارض احد یقول الله الله لم یکن الله ان یهلك الدنیا ومافیها

وان الاسلام قطع مکرهم حتی لم یفلحوا ومار بحوافی حیلتهم وان اعداء الاسلام یظنون بالمسلمین الظنونا لعلهم لم یطلعوا علی قوة المسلمین وجراتهم لذا ینظرون الاسلام واهله بحقارة النظر وزعموابهم انهم جبانین ویاحسرتا علی مالم یطلعوا یالمسلمین ما فعلو باعدائهم من الکفار والمشرکین وظهرواقوتهم وطاقتهم عند من خالفهم حتی یخاف الملوك والسلا طین اشد المخافة

من المسلمين كى لايقتلهم المسلمون والصحابة رضوان الله عليهم كانوا شجاعين بين اعدائهم واشد اء على الكفار والمشركين ولم يزل قاتلين بمن خالفهم فى العقدة وسفكوا دماء هم وحفظوا الايمان وملة الاسلام ولم يبالو افى وقاية انفسهم عن ايد الكفار وضحوا انفسهم فى سبيل الله حتى قتلوا وقتلوا وعلينا ان نشكر نعمة الله علينا ان حصل الينا الايمان بلاصعب و مشقة وان زماننا هذا قد خلت عما مضت من الزمن ولم يلتفت اليه احد فيحفظه واعداء نا قيام فى جرئتهم واصحابنا نيام على سريرتهم اينا احد استعد للمحاربت بهم ورب نفس قد انشتهدت ظلماومال قد غصب وحرق من اموال المسلمين وكم من بيت قداحرق وبعد ان وقعت على المسلمين هذه كلهالم لم ينتبه اصحابناقد قرت اعينهم فى نيامهم وغفلت قلوبهم عماوقع بهم وفى هذا الزمان ان اليهود والنصارى قد زعمواان مدارس العربية الاسلامية التى تخرج علماء مصلحين وان المساجد التى يعبد المسلمين الله تدرس التمردفى الاسلام وتعلم البربرية بالاحكام الاسلام ولذايمكرون على المسلمين ويستطرقون ذريعة هلاك المسلمين وكم من مسلم قد ارتدوا عن الاسلام ولحقوابهم الاترون على حالة الاسلام عن كيفية ايما نهم وماجرى عليهم ونحن العلماء علينا ان تحفظنا دين الاسلام واهله وان نجاهد بالا موال والانفس هذا الزمان قد فقد نا الامان وتجد المخالفين الذين اعدمواوسلبوا حرية المسلمين اين ماتكون لايسرح امناالابمخافة نفسه هكذا الحال وحال علينا الوبال وقد اصابت مصيبة قوما الذين ظهر الفساد فى الارض بماكسبت ايديهم ولايزال الابتوفيق الله فينبغى علينا اجراء احكام الله واعلاء كلمة الله فى الدنيا حتى لايبقى على ظهر الارض بيت مدر ولا وبرولا شعرالا ادخل الله تعالىٰ كلمة الاسلام امابعز عزيز اوبذل ذليل بل علينا السعى والجهد والابلاغ وبيد الله الهد اية والا تمام وهو المعين و به اليقين وبه الاستعانة فى الوصول الى الهداية عن الضلالة والى الاصابة عن المصيبة والله المسئول ان نعتصم اقد امنا واقلا مناعن الذلل والخلل وهو الموفق للصواب وعليه التكلان واليه اناب.

نعت

☆ سید سراج الدین منیرؔ، حیدر آباد

وہ ذات محترم شاہ امم آئینہ یزداں
وہ اعجاز طلسم کن وہ نور جلوہ نیہاں

وہ نور آگہی صد حاصل دل حاصل عرفاں
مجرد مفتی اکمل فروغ دیدہ حیراں

محمد مصطفےٰ صلی علی سرمایہ ایماں
مجسم صورت قراں مکمل سیرت یزداں

وہی نور مجرد جوہر تخلیق آدم ہے
وہی نور مجسم ہے بنائے عالم امکاں

مقام آدمیت آدمی نے آپؐ سے پایا
نگاہ آدمی سے تھا مقام آدمی پنہاں

کسے ہے جرت انکار فیض مصطفائی سے
ہے ممنون کرم خورشید کا ہر ذرہ تاباں

نہ پوچھو پھر رہے ہیں کیوں جبین خونچکاں لے کر
نہ پوچھو کس طرح ہم چشم عالم میں ہوئے عریاں

نہ پوچھو دل ہمارے آج محروم یقیں کیوں ہیں
نہ پوچھو ہم ہوئے کیوں کر اسیر دامن حرماں

ہوئے ہیں پختہ تر خوئے غلامی میں غلام ایسے
کہ زنجیر و سلاسل ہی بنے ہیں زلیت کے ساماں

یہ سب سچ ہے مگر اے سید عالم تمہارے ہیں
اماں دیجئے خطا کاروں کو زیر سایہ داماں

کرم اے سید کل تاجدار عالم ہستی
منیرؔ خستہ جاں تو آپ کی نسبت پہ ہے نازاں

پیش کش : سید علی احمد قادری کلیم حیدر آباد



نعتِ شریف ✡ علیم صبا نویدی

صاحبِ لولاک و عرفاں رحمۃ للعالمین
روشنئ روحِ ایماں رحمۃ للعالمین

لمحۂ احساس کی پھیلی ہوئی یہ کائنات
آپؐ ہیں جنت بداماں رحمۃ للعالمین

نور اور زندگی عکسِ حبیبِؐ کبریا
اور جمالِ نقشِ ارماں رحمۃ للعالمین

آسمانی آیتوں کی روشنی سینہ تمام
اور سانسوں میں درخشاں رحمۃ للعالمین

تیرہ بختی پہ ہے پاہا اب درودِ مصطفیٰ
اور زخموں کا ہے درماں رحمۃ للعالمین

ظاہر و باطن پہ بے شک ہے حکومت آپؐ کی
جسم و جاں کے ہیں نگہباں رحمۃ للعالمین

ہے نویدی بخت ور کہ خامۂ ادراک پر
ہر نفس ہیں نور افشاں رحمۃ للعالمین

✡ ✡ ✡

نعتِ شریف

☆مولوی سید ابراھیم قادری باقوی حلمی فدائی

حبیب کبریا شاہِ رسالت یارسول اللہ
دوعالم کے لئے ہیں آپ رحمت یا رسول اللہ

کرے قسمت پہ اپنی رشک قسمت یا رسول اللہ
میسر ہو مدینے کی زیارت یا رسول اللہ

کہیں ہر بات پر ہم آپ کی آمناصد قنا
ملے صدیق اکبر کی صداقت یا رسول اللہ

عطا فاروق اعظم کا ہر عدل و جذبِ ایمان
عطا ہم کو ہو پھر وہ شان و شوکت یا رسول اللہ

ہمیں کر دیجئے اس رتبہ اعلیٰ پہ پھر فائز
ہمیں حاصل تھی قوموں کی امامت یا رسول اللہ

حقیقی اپنی جگہ ہے سختی محشر مگر حلمی
لیئے دل میں ہے امید شفاعت یا رسول اللہ

پیش کش : حافظ مولوی سید اشرف علی لطیفی ملباگل

مرثیہ

منظوم خراجِ عقیدت بروفات مولانا مولوی ابوالنصر قطب الدین سید شاہ محمد باقر قادری رح

✡ از شیخ عبد الرحیم کامی ویلوری

فوق از دید ہلال سال نو آزاد نیست
ناخن دیگر برائے زخم دل در کار نیست

منظر روئے شفق چوں خون آلودہ نمود
یاد خونِ آرزوئے وصل گردیدہ نمود

یہ ہلال سال نو دل سوز اک تصویر تھی
خون ارماں سے میری بھیگی ہوئی شمشیر تھی

یہ طلوع سال نو تھا یا طلوعِ صبح غم
جس طرف ڈالی نظر تھے آثار الم

آہ! تاریخ محرم بھی بڑی سنگین ہے
خون مظلومانِ اہل بیتؓ سے رنگین ہے

ہے یہ تاریخ شہیدان اور شیران خدا
اور تاریخ وصال مقتدایان صفا

پھر اسی تاریخ کے اوراق الٹانا ہے آج
ایک مرد باصفا کا حال سنوانا ہے آج

ہم نواسن لے مری تقدیر کی ہے داستاں
اک پریشان خواب کے تعبیر کی ہے داستاں

روز و شب میرا قلم پھر تشنۂ تحریر ہے
اک خیال صورت پرنور کی تاثیر ہے

ہے تخیل میں کبھی عنوان مکاں ولامکاں
اور کبھی ہوتا ہے عنوان "حیات جاوداں"

پھر کبھی آتا ہے عنوان زندگی اور موت کا
اور کبھی مشتاق ہوں، رازِ حیات و فوت کا

کیوں بہار زندگانی سے بھی دل بیزار ہے
چرخ گرداں کیوں ابھی تک درپئے آزار ہے

اب گلستاں میں خزاں ہو یا بہار جاوداں
ہے مجھے پرواہ کیا جب جل گیا ہو آشیاں

اک خلا کو گھورتا رہتا ہوں میں اب روز و شب
یاد کچھ آتا نہیں اپنا ہی اب نام و نسب

اب نظر کے سامنے بس ایک ہی تصویر ہے
اک رخ پرنور کی گھیری ہوئی تنویر ہے

جسم کو گھیرا تقاضائے مآل آخری — اور اطباء کررہے تھے جب تدابیر قوی
نہ طبیعت میں کبھی دیکھا گیا کچھ اضطراب — نہ کبھی دیکھا گیا اس کی جبیں پر اک عتاب
کہ دربادرماں ابھی تک طالب تاثیر ہے — ہفتۂ عشرہ کے لئے کیوں زحمت تدبیر ہے
قول صادق تھا حقیقت کا یہ محض اقرار تھا — چند لفظوں کا مکمل جملہ اظہار تھا
منزل نقل مکاں پر کچھ نہیں تھا مانگنا — اس نے راضی بر رضا ہوکر کیا تھا سامنا
رہ گئی اک رفعت صبر و تحمل کی مثال — اور عالی ہمتی کا اک نمونہ لازوال
روح پرانوار کا جب لامکاں مسکن ہوا — بر سر مغرب سپرد خاک اس کا تن ہوا
دیکھتے ہی دیکھتے بس جسم اطہر کھو گیا — الغرض آنکھوں سے او جھل مادہ اک ہو گیا
گوشہ مغرب میں سورج ماند ہوکر سو رہ گیا — رات کے پردے گرے بس اک اندھیرا ہو گیا

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ

ہیں کئی باتیں یہاں کی صیغہ اسرار میں — جو نہ ظاہر ہوسکیں گی محفل اغیار میں
مرد صالح جو ابو صالح عماد الدین میں — مرشد مرحوم کے اک خاص خوشہ چین میں
خواب انکا ایک وصل شیخ سے منسوب ہے — مرتبہ داں کے لیے واللہ کیا ہی خوب ہے
گھر سے باہر آکے دیکھا منظر حضرت مکاں — مقبرہ کے گرد تھا اک ازدحام انس وجاں
قادر گنج سوائی آن پہنچے تھے وہاں! — سر برہنہ و پریشان حال تھا ان کا عیاں
گور اک تازہ بنی تھی اندرون مقبرہ — کام سارا کررہے تھے خود ولی باصفا
پوچھے میراں پاشاہ حضرت قادر ناگور سے — کس کی ہے یہ لحد تازہ یوں بھری ہے نور سے
قادر ناگور نے سائل کی یوں تسکین کی — عبد قادر (بوالفتح سلطان محی الدین) کی
شام غم تھا ابوالحسن کامی سے محو گفتگو — کچھ بہار زندگی کی تھی پریشان جستجو
آنکھیں تھیں بھیگی ہوئی آواز بھر آئی ہوئی — مرشد مرحوم کی تھی یاد پھر آئی

زلزلہ ایسا ہوا اک ، ہل گئی دنیا مری
اک شرار اٹھا جگر سے جل گئی دنیا مری

سال نو وقت سحر آمد نسیمے از شمال
بے لطافت ست رو، بے نکہت و کیف و کمال

روزہ تھا ، بارہ محرم چہارشنبہ صبح دم
اک پیام روح فرسا آمداز ملک عدم

مرشد وہادی ورہبر سے یہ غم منسوب تھا
تیز اتنا آرہا تھا پھر بھی کیا محجوب تھا

بوالفتح سلطان محی الدین کنیت اور لقب
عبد قادر اسم اعلی حضرت والا نسب

خاکپاء اوبرائے چشم ، ماکحل البصر
و زضیائے او شود حاصل نشانِ رہ گزر

مرکز و آئینہ او صاف و خلق احمدیؐ
نور عین حیدریؓ حسنیؓ حسینیؓ قادریؓ

جب ہوا تیرہ سوانچالیس ہجری میں یہاں
مسند اعلی پہ یہ شمس ہدایت ضوفشاں

تھی بہاروں پر بہاریں عین انچالیس سال
اور تیرہ سو اٹھتر میں وصال پرملال

دارفانی میں رہا جب تک وجود جان وتن
رات دن ہوتے رہے انوار اس کے ضوفگن

بزم اسکی فی الحقیقت روح کا عشرت کدہ
اور ہر شاہ وگدا کے واسطے رحمت کدہ

زندگی گویا احادیث و سنن کی ترجماں
مومنوں کے واسطے تھا رہبری کا اک نشاں

کیا کرے میری زباں انفاس قدسی کا بیاں
ہر نفس تھا حامل ذکر الہی بے گماں

ذات اس کی مخزن اسرار ذات کردگار
عبدیت کی شان پر مداح خود پروردگار

اک فقیر بے ہوس اور جداعلی کا امین
صاحب دل درغنائے دولت دنیا و دین

مسلک اعلی کو کیا سمجھے گا کوئی نکتہ چیں
تھا فقیر فرش نشیں پر آشنائے عرش نشیں

جاں قدم رکھا بہار جاوداں آتی رہی
اک نظر ڈالی اگر تو بس خزاں جاتی رہی

دوستوں کے واسطے اک سایہ عالی وقار
دشمنوں کے واسطے اک بحر الفت بے کنار

شیوہ غربا نوازی بے نیاز قیل وقال
خادماں پر ور دہ ذرہ نوازی بے مثال

شیوہ تنبیہ میں تھا ایک انداز کمال
اور عفو کا مرتبہ کتنا بلند و بے مثال

آشیانہ جل رہا تھا یہ عفو کرتا رہا
اور ہمیں خلق محمدؐ کا پتہ ملتا رہا

اک نگاہ تیز روایسی کہ دیدیار کو
چیرتی جاتی تھی ہر اک پردہ اسرار کو

تھے ہمیشہ واقف اسرار موت وزندگی
اور گاہے کر بھی دیتے تھے بیان واقعی

ایک جملہ پیر نے فی الفور یوں فرمادیا
" زندگی کا لطف جو باقی تھا وہ جاتا رہا"

مختصر جملہ تھا لیکن کیا ہی معنی خیز تھا
سننے والے کے لیے کتنا اثر انگیز تھا

نیز حضرت پیر نے اک اور جملہ بھی کہا
ہے یہ ارباب نظر کے واسطے سنیئے ذرا

ہر نفس پر جی کے مرنا، مر کے جینے کی مجال
پیر سے سیکھا ہے ہم نے جینے مرنے کا کمال

ان سے سیکھی ہم نے شان زندگی و بندگی
انکے دم سے ہے ابھی تک جسم وجاں میں تازگی

تھے وہ مرد کامل و دانائے اسرار وجود
زندگی ان کی تھی گویا اک چمن زار وجود

ایک وہ ہستی کہ ہے وابستہ سر وجود
اور بذات خود سراپا منبع نور وجود

راہی ملک عدم گوئم کہ فانی فی الوجود
مختلف ہوں شکل لیکن ایک ہے اصل وجود

گہ مقید، گاہ مطلق، گہ جلال وگہ جمال
گاہ موجود شہود و گاہ مفقود شعور

گاہ یہ قید مقام و مسکن و وقت وزماں
گاہ بے قید عناصر گاہ قید لا مکاں

اب بھی خلقت میں ہے باقی ایک وہ عالی وجود
پڑھتے ہیں جس پر ملائک اور خالق بھی درود

زندگانی کا معمہ مخزان اسرار ہے
سہل آتا ہے نظر لیکن بہت دشوار ہے

ابن آدم ڈھونڈتا پھرتا رہا اپنا شرف
اک مرسل دے گیا اسکو حدیث من عرف

گر حدیث من عرف کا حاشیہ درکار ہے
جز تلاش مرشد کامل سبھی بیکار ہے

اک وجود غیر فانی کا فانہ رہ گیا
ایک قطب دور حاضر کا ترانہ رہ گیا

بس خیالوں میں تصور نورافشاں رہ گیا
اور جگر میں ہجر کا اک زخم پنہاں رہ گیا

شامل اصل وجود ہو کر یگانہ رہ گیا
وصل حق کو موت کا بس اک بہانہ رہ گیا

موت کیا تھی جسم فانی سے تھا اخراج وجود
زندہ بادو آفریں اے شان معراج وجود

ہم تو راضی بر رضائے یار ہیں نالاں نہیں!
نم رہا کرتی ہیں آنکھیں دل مگر گریاں نہیں

سال تاریخ وفاتش گفت کامی نالہ زن
" واصل پروردگار و قطب ابرار من"

ایک جملہ پیر نے فی الفوریوں فرما دیا
"زندگی کا لطف جو باقی تھا وہ جاتا رہا"

مختصر جملہ تھا لیکن کیا ہی معنی خیز تھا
سننے والے کے لیے کتنا اثر انگیز تھا

نیز حضرت پیر نے اک اور جملہ بھی کہا
ہے یہ ارباب نظر کے واسطے سنیئے ذرا

ہر نفس پر جی کے مرنا، مر کے جینے کی مجال
پیر سے سیکھا ہے ہم نے جینے مرنے کا کمال

ان سے سیکھی ہم نے شان زندگی و بندگی
انکے دم سے ہے ابھی تک جسم وجاں میں تازگی

تھے وہ مرد کامل و دانائے اسرار وجود
زندگی ان کی تھی گویا اک چمن زار وجود

ایک وہ ہستی کہ ہے وابستہ سر وجود
اور بذات خود سراپا منبع نور وجود

راہی ملک عدم گوئم کہ فانی فی الوجود
مختلف ہوں شکل لیکن ایک ہے اصل وجود

گہ مقید، گاہ مطلق، گہ جلال وگہ جمال
گاہ موجود شہود وگاہ مفقود شہور

گاہ یہ قید مقام ومسکن ووقت وزماں
گاہ بے قید عناصر گاہ قید لا مکاں

اب بھی خلقت میں ہے باقی ایک وہ عالی وجود
پڑھتے ہیں جس پر ملائک اور خالق بھی درود

زندگانی کا معمہ مخزان اسرار ہے
سہل آتا ہے نظر لیکن بہت دشوار ہے

ابن آدم ڈھونڈتا پھرتا رہا اپنا شرف
اک مرسل دے گیا اسکو حدیث من عرف

گر حدیث من عرف کا حاشیہ درکار ہے
جز تلاش مرشد کامل سبھی بیکار ہے

اک وجود غیر فانی کا فسانہ رہ گیا
ایک قطب دور حاضر کا ترانہ رہ گیا

بس خیالوں میں تصور نورافشاں رہ گیا
اور جگر میں ہجر کا اک زخم پنہاں رہ گیا

شامل اصل وجود ہو کر یگانہ رہ گیا
وصل حق کو موت کا بس اک بہانہ رہ گیا

موت کیا تھی جسم فانی سے تھا اخراج وجود
زندہ بادو آفریں اے شان معراج وجود

ہم تو راضی بررضائے یار ہیں نالاں نہیں!
نم رہا کرتی ہیں آنکھیں دل مگر گریاں نہیں

سال تاریخ وفاتش گفت کامی نالہ زن
"واصل پروردگار و قطب ابرار من"

دار العلوم لطیفیہ
کی
نذر

☆ علیم صبانویدی

پیش کش
حکیم محمد علی ویلوری یم اے (پی یچ ڈی)

حضرت مکاں لطیفیہ علم وعمل کا طور
خورشیدِ فکروفن کی تجلی کا ہے ظہور

پھیلا ہے اس سے نور ہدایات ہر طرف
ہیں سر بلند اس کے کرامات ہر طرف

ہر ذرہ اس کا آج ہے مثلِ مہ تمام
اس مدرسہ نے پایا ہے عالم میں نیک نام

اس کا وجود صدیوں پہ بھاری ہے آج بھی
پہلی سی شانِ رحمتِ باری ہے آج بھی

خوشبوئے حسن خلق سے مخلوق ہے مگن
ملتا ہے اس کے صحن میں اسلاف کا چلن

اس پر نگاہ ربِ دوعالم ہے مہرباں
اس پر شہِ امم کی نوازش ہے ضوفشاں

کل انبیاء کے فیض سے روشن لطیفیہ
بے شک ہے علم وفضل کا گلشن لطیفیہ



اللطیف

دارالعلوم لطیفیہ میکانِ حضرت قطب ویلور